www.KitaboSunnat.com

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ

پھر بے شک آپ کا رب ان لوگوں کے لیے (مہربان ہے) جنھوں نے آزمائش میں پڑنے کے بعد ہجرت کی، پھر جہاد کیا اور صبر کیا، بے شک آپ کا

14 ع 10 20 رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا

رب ان (آزمائشوں) کے بعد (ان لوگوں کے لیے) البتہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے ﴿۱۱۰﴾ جس دن ہر نفس اپنی طرف سے جھگڑتا ہوا آئے گا اور

وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ہر کسی نے جو عمل کیے ان کا اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿۱۱۱﴾

تو آپ نے فرمایا: میں تو اس لیے رو رہا ہوں کہ اللہ کی محبت کی خاطر نثار کرنے کے لیے میرے پاس اس وقت صرف ایک ہی جان ہے، اے کاش! میرے پاس میرے جسم کے ہر ہر بال کے عوض ایک ایک جان ہوتی اور میں ان سب کو اللہ کی محبت کی خاطر باری باری نثار کر دیتا۔

بعض روایات میں ہے کہ رومی بادشاہ نے آپ کو جیل میں ڈال دیا اور کچھ دن کھانے پینے کو بھی نہ دیا، پھر شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا مگر آپ نے ہاتھ لگانے سے بھی انکار کر دیا، بادشاہ نے آپ کو بلایا اور پوچھا کہ آپ نے کھانا کیوں نہیں کھایا؟ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ اضطراری حالت میں میرے لیے یہ کھانا حلال تھا لیکن میں تمھیں اس بات سے خوش نہیں کرنا چاہتا کہ تم یہ کہو کہ میں نے ایک مسلمان کو شراب پلا دی اور خنزیر کا گوشت کھلا دیا، بادشاہ نے کہا: میں اس شرط پر تمھیں رہا کرنے کے لیے تیار ہوں کہ میرے سر کو بوسہ دے دو۔ آپ نے فرمایا: ہاں، بشرطیکہ تم تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دو۔ اس نے کہا: ہاں، میں تیار ہوں، آپ نے اس کے سر کو بوسہ دیا تو اس نے آپ کو رہا کر دیا اور آپ کے ساتھ تمام مسلمان قیدیوں کو بھی رہا کر دیا جو اس کے پاس تھے۔ آپ جب مدینہ منورہ میں واپس آئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر مسلمان کے لیے یہ واجب ہے کہ وہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دے اور سب سے پہلے میں بوسہ دیتا ہوں، آپ کھڑے ہوئے اور عبداللہ کے سر کو بوسہ دینے لگے۔ [1]

تفسیر آیات: 111,110

مجبور و مضطر قابل معافی ہے: یہ ایک دوسرا گروہ ہے، یہ لوگ مکہ میں کمزور و ناتوان تھے اور فتنہ و آزمائش کے موقع پر اپنی قوم کی تائید کرتے تھے، پھر جب ہجرت کی صورت میں ان کے لیے فلاح کی صورت پیدا ہو گئی تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور بخشش کے حصول کے لیے اپنے شہر، اہل و عیال اور مال کو ترک کر دیا اور مسلمانوں کی سِلک میں منسلک ہو گئے، ان کے ساتھ مل کر کافروں سے جہاد بھی کیا۔ اور میدانِ کارزار میں صبر و ثبات کا مظاہرہ بھی، چنانچہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ان کی اس آزمائش کے بعد روز قیامت انھیں معاف فرما دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ ﴿يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ

[1] تاریخ دمشق لابن عساکر، ترجمة عبدالله بن حذافة: 246,245/29 و شعب الإيمان للبيهقي، باب في شحّ المرء بدينه: 245,244/2، حديث: 1639 والإصابة، ترجمة عبدالله بن حذافة: 4641.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ

اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی ہے جو امن و اطمینان سے (آباد) تھی، اس کا رزق اسے ہر جگہ سے وافر (میسر) آتا تھا، پھر اس

مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿112﴾

(کے باشندوں) نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے انھیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے بھوک چکھائی اور خوف کا لباس (پہنایا) ﴿112﴾

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿113﴾

اور یقیناً ان کے پاس ایک رسول انھی میں سے آیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی تب انھیں عذاب نے آ پکڑا اور وہی ظالم تھے ﴿113﴾

﴿ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا ﴾ ”جس دن ہر متنفس اپنی طرف سے جھگڑا کرنے آئے گا۔“ یعنی اس کی طرف سے اور کوئی جھگڑا نہیں کرے گا نہ باپ نہ بیٹے نہ بھائی اور نہ بیوی، ﴿ وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ ﴾ ”اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔“ خواہ اعمال اچھے ہوں یا برے۔ ﴿ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿111﴾ ﴾ ”اور ان پر ظلم و زیادتی نہیں کی جائے گی۔“ یعنی کسی کی نیکی کے ثواب کو کم نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی کی برائی کی سزا میں اضافہ کیا جائے گا، الغرض! کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

تفسیر آیات:113,112

مکہ کی مثال: اس مثال سے مراد اہل مکہ ہیں۔ مکہ میں امن، چین اور قرار تھا جبکہ مکہ کے گردو پیش سے لوگ اچک لیے جاتے تھے اور جو یہاں آ جاتا وہ امن میں ہو جاتا تھا اور ڈرتا نہیں تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا ﴾ (القصص 57:28) ”اور کہتے ہیں کہ اگر ہم تمھارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو اپنی زمین سے اچک لیے جائیں، کیا ہم نے ان کو حرم میں جو امن کا مقام ہے، جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل ہماری طرف سے بطور رزق اکٹھے کیے (پہنچائے) جاتے ہیں۔“ اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا ﴾ ”رزق بافراغت چلا آتا تھا۔“ خوشگوار اور آسانی سے ﴿ مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ ﴾ ”ہر جگہ سے مگر اس (کے باشندوں) نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔“ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کیا جن میں عظیم ترین نعمت حضرت محمد ﷺ کی بعثت تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ؕ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ ﴾ (ابراهيم 29,28:14) ”کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا (وہ گھر) دوزخ (ہے سب ناشکرے) اس میں داخل ہوں گے، اور وہ برا ٹھکانا ہے۔“

نعمتوں کی ناشکری اور پیغمبروں کی نافرمانی کا نتیجہ قحط سالی، خوف اور بھوک ہے: اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے پہلے دونوں حالات کو بدل دیا۔ ﴿ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ ﴾ ”چنانچہ اللہ نے ان کے اعمال کے سبب ان کو بھوک اور خوف کا لباس (پہنا کر ناشکری کا مزہ) چکھا دیا۔“ یعنی انھیں بھوک کا مزہ چکھا دیا جبکہ ان کے پاس ہر طرح کے پھل آیا کرتے تھے اور ہر جگہ سے بافراغت رزق آتا تھا لیکن جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی اور آپ کی اطاعت و فرماں برداری

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ

چنانچہ اس میں سے کھاؤ (پیو) جو اللہ نے تمھیں حلال پاکیزہ رزق دیا ہے اور اگر تم واقعی اسی کی عبادت کرتے ہو تو

تَعْبُدُوْنَ ﴿114﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ

اللہ کی نعمت کا شکر کرو ﴿114﴾ اللہ نے تو بس تم پر حرام کیا ہے: مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو،

لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿115﴾

پھر جو شخص مجبور ہو جائے جبکہ نہ وہ باغی ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے ﴿115﴾

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ

اور اپنی زبانوں کے جھوٹ بیان کرنے کی وجہ سے مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو۔

الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿116﴾ ؕ مَتَاعٌ

بے شک وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے ﴿116﴾ (ان کے لیے) تھوڑا سا فائدہ ہے اور (آخرت میں)

قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿117﴾

ان کے لیے دردناک عذاب ہے ﴿117﴾

سے انکار کر دیا تو آپ نے ان کے لیے بددعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس طرح قحط میں مبتلا کر دے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی بددعا کو قبول فرمایا اور اس قدر شدید قحط آیا کہ اس نے ہر چیز کو ختم کر دیا حتی کہ وہ اونٹ کے بالوں کو خون میں ڈبو کر کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔

﴿وَالْخَوْفِ﴾ ''اور خوف'' یہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تھے تو کفار مکہ آپ کی سطوت، شوکت اور آپ کے لشکروں سے خوف کی وجہ سے لرزہ براندام تھے ان کا سارا مال و دولت تباہ و برباد ہو گیا تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ فتح کرنے کی توفیق عطا فرما دی یہ ان کے کرتوت، سرکشی اور رسول ﷺ کی تکذیب کا نتیجہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ان کی طرف سے مبعوث فرمایا اور آپ کی بعثت کو احسان قرار دیا: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (آل عمرٰن 3:164) ''اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا۔'' اور فرمایا: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا﴾ (الطلاق 65:10، 11) ''پس اے ارباب دانش! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو۔ تحقیق اللہ نے تمھارے پاس نصیحت (کی کتاب) بھیجی ہے (اور اپنے) پیغمبر (بھی بھیجے ہیں۔)'' اور فرمایا: ﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝﴾ (البقرة 2:151، 152) ''جس طرح (منجملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تم میں تمھی میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت کرتے اور تمھیں پاک بناتے اور کتاب (قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں اور ایسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے سو تم مجھے یاد کیا کرو، میں تمھیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔"

جس طرح اللہ تعالیٰ نے کافروں کے حال کو بدل دیا کہ امن کے بجائے انھیں خوف میں مبتلا کر دیا اور رزق کی فراوانی کے بعد بھوک میں مبتلا کر دیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے حالات میں بھی تبدیلی پیدا فرما دی اور ان کے خوف کو امن سے اور بھوک کو رزق کی فراوانی سے بدل دیا اور انھیں لوگوں کے امراء، حکام، سردار، قائد اور امام بنا دیا۔ ہم نے شروع میں جو کہا تھا کہ اس آیت کریمہ میں اہل مکہ کی مثال بیان کی گئی ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جو عوفی نے ان سے روایت کیا ہے۔[1] نیز مجاہد، قتادہ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔[2]

تفسیر آیات:114-117

حلال وحرام: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ حلال اور پاک رزق کھائیں اور اس کا شکر بجا لائیں کہ اسی مُنعِم حقیقی نے اپنے فضل و کرم سے رزق عطا فرمایا ہے اور وہ وحدہ لاشریک ہی مستحق عبادت ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جنھیں اس نے اپنے بندوں پر اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ یہ دین و دنیا کے اعتبار سے ان کے لیے نقصان دہ تھیں اور یہ ہیں مردار، خون، سؤر کا گوشت ﴿وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ﴾ "اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔" یعنی جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے، اس کا کھانا بھی حرام ہے، اس کے باوجود ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ﴾ "اگر کوئی ناچار ہو جائے۔" یعنی مجبور و مضطر ہو، بشرطیکہ گناہ کرنے والا اور حد سے نکلنے والا نہ ہو۔ ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١١٥﴾ "تو اللہ بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔" اسی طرح کی ایک آیت کے بارے میں قبل ازیں سورۂ بقرہ میں گفتگو ہو چکی ہے۔[3] لہٰذا اس پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ضرورت نہیں رہی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان مشرکین کے رستے پر چلنے سے منع فرما دیا ہے جنھوں نے از خود کچھ چیزوں کو حلال یا حرام قرار دے رکھا تھا اور اس سلسلے میں از خود بَحِیرہ، سائبہ، وَصِیلہ اور حام وغیرہ اصطلاحات ایجاد کر لی تھیں اور زمانۂ جاہلیت میں اسے انھوں نے اپنی شریعت قرار دے لیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ﴾ "اور یونہی جھوٹ جو تمھاری زبانیں بیان کرتی ہیں مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھنے لگو۔" اس میں ہر وہ شخص شامل ہے جو شرعی دلیل کے بغیر کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی ایسی چیز کو حلال قرار دے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو یا اپنی رائے اور خواہش سے کسی ایسی چیز کو حرام قرار دے دے جسے اللہ نے جائز قرار دیا ہو۔ ﴿لِمَا تَصِفُ﴾

[1] تفسیر الطبری:14/242. [2] تفسیر الطبری:14/242. [3] دیکھیے آیت: 173 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ

اور جو لوگ یہودی ہوئے ان پر ہم نے وہ چیزیں حرام کی تھیں جو ہم پہلے آپ سے بیان کر چکے ہیں۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿118﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ

کیا اور لیکن وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے ﴿118﴾ پھر بے شک آپ کا رب ان پر (مہربان ہے) جنھوں نے جہالت سے برے

بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا

عمل کیے، پھر اس کے بعد انھوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی، بے شک اس کے بعد آپ کا رب (ان لوگوں کے لیے) البتہ

15 ع 9 21 لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿119﴾

بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے ﴿119﴾

میں ما مصدر یہ ہے، یعنی اپنی زبانوں کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے (بغیر کسی دلیل کے یہ) نہ کیا کرو (کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام۔) پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿116﴾﴾ ''جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔'' نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں، دنیا میں ان کے لیے تھوڑا سا فائدہ ہے مگر آخرت میں دردناک عذاب جیسا کہ فرمایا: ﴿مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝﴾ (یونس 70:10) ''(ان کے لیے) جو فائدے ہیں دنیا میں (ہیں) پھر ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، اس وقت ہم ان کو عذاب شدید (کے مزے) چکھائیں گے کیونکہ کفر (کی باتیں) کیا کرتے تھے۔''

تفسیر آیات: 119,118

یہودیوں کے لیے بعض حلال و پاکیزہ چیزوں کی حرمت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے ہمارے لیے مردار، خون، سؤر کے گوشت اور ہر اس چیز کو حرام قرار دے دیا ہے جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، البتہ اضطراری حالت میں بوقت ضرورت ان کے استعمال کی بھی اجازت دے دی، بشرطیکہ گناہ اور حد سے تجاوز کا ارادہ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے یہ سہولت امت محمدیہ کو عطا فرمائی ہے جس کے حق میں اللہ تعالیٰ آسانی چاہتا ہے اور مشکل نہیں چاہتا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے منسوخ کرنے سے پہلے یہودیوں کی شریعت میں ان پر حرام قرار دیا تھا اور اس کی وجہ سے وہ بہت مشکل، تنگی اور حرج میں مبتلا ہو گئے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ﴾ ''اور جو چیزیں ہم آپ سے پہلے بیان کر چکے ہیں، وہ ہم نے یہودیوں پر حرام کر دی تھیں۔'' یعنی جن کا ذکر سورۂ انعام کی اس آیت میں کیا گیا ہے:

﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ڮ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝﴾ (الأنعام 146:6) ''اور یہودیوں پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیے تھے اور گائیوں اور بکریوں سے ان کی چربی حرام کر دی تھی سوائے اس کے جو ان کی پیٹھ پر لگی ہو یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا ؕ وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿120﴾ شَاكِرًا

بلاشبہ ابراہیم ایک امت تھا، اللہ کا فرماں بردار اور اس کی طرف یکسو، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا ﴿120﴾ وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر کرنے والا

لِّاَنۡعُمِهٖ ؕ اِجۡتَبٰهُ وَهَدٰٮهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿121﴾ وَاٰتَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ

تھا، اس (اللہ) نے اسے چن لیا اور اس کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی ﴿121﴾ اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی، اور بلاشبہ وہ آخرت

فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿122﴾ ثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ

میں ضرور صالحین میں سے ہوگا ﴿122﴾ (اے نبی!) پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم کی اتباع کریں جو (اللہ کی طرف) یکسو تھا اور

حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿123﴾

وہ مشرکوں میں سے نہ تھا ﴿123﴾

آنتوں کے ساتھ لگی ہو یا ہڈی کے ساتھ ملی ہو، یہ سزا ہم نے ان کو ان کی شرارت و بغاوت کے سبب دی تھی اور ہم تو سچ کہنے والے ہیں۔" اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ ﴾ "اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا۔" یعنی جو ان پر ہم نے تنگی کی تھی۔ ﴿ وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿118﴾ ﴾ "بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔" جس کی وجہ سے اس کی تنگی کے مستحق قرار پائے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَبِظُلۡمٍ مِّنَ الَّذِيۡنَ هَادُوۡا حَرَّمۡنَا عَلَيۡهِمۡ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتۡ لَهُمۡ وَبِصَدِّهِمۡ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَثِيۡرًا ۙ ﴾ (النسآء 4:160) "تو ہم نے یہودیوں کے ظلم کے سبب (بہت سی) پاکیزہ چیزیں جو ان کے لیے حلال تھیں حرام کر دیں اور اس سبب سے بھی کہ وہ اکثر اللہ کے رستے سے (لوگوں کو) روکتے تھے۔" پھر اللہ تعالیٰ نے مومن گناہ گاروں پر اپنے فضل و کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ان میں سے جو توبہ کر لے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا۔ ارشاد ہے: ﴿ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيۡنَ عَمِلُوا السُّوۡۤءَ بِجَهَالَةٍ ﴾ "پھر بے شک آپ کا رب ان پر مہربان ہے جن لوگوں نے نادانی سے برے کام کیے۔" بعض سلف نے کہا ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا، وہ جاہل ہے۔ ﴿ ثُمَّ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡۤا ۙ ﴾ "پھر اس کے بعد توبہ کی اور نیکوکار ہو گئے۔" یعنی گناہوں کو چھوڑ دیا اور نیک کام کرنے لگے۔ ﴿ اِنَّ رَبَّكَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا ﴾ "پھر اس کے بعد آپ کا پروردگار۔" یعنی اس برے کام اور لغزش کے بعد ﴿ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿119﴾ ﴾ "بڑا بخشنے والا (اور ان پر) نہایت رحمت کرنے والا ہے۔"

تفسیر آیات: 120-123

خلیل اللہ کا تذکرہ: اللہ تعالیٰ نے امام الحنفاء، ابوالانبیاء، اپنے بندے، رسول اور خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس مقام پر بہت تعریف فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ ان کا مشرکین یا یہودیوں یا عیسائیوں سے قطعاً کوئی تعلق نہ تھا، فرمایا: ﴿ اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا ؕ ﴾ "بے شک ابراہیم (لوگوں کے) امام (اور) اللہ کے فرماں بردار تھے۔" ﴿ اُمَّةً ﴾ کے معنی اس امام کے ہیں جس کی اقتدا کی جاتی ہو اور ﴿ قَانِتًا ﴾ کے معنی عاجزی کرنے والے اور اطاعت گزار کے ہیں اور ﴿ حَنِيۡفًا ؕ ﴾ کے معنی ہیں شرک سے اعراض کر کے توحید کو اختیار کرنے والے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿120﴾ ﴾ "اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

ہفتے کے دن (کی تعظیم) کو تو صرف ان لوگوں پر ضروری قرار دیا گیا تھا جنھوں نے اس میں اختلاف کیا۔ اور بے شک آپ کا رب ان کے

الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿124﴾

مابین قیامت کے دن اس امر کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے ﴿124﴾

مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ أمة کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ آپ اکیلے ہی امت تھے۔[1] ﴿ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ ﴾ ''اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔'' اللہ تعالیٰ نے انھیں جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا، ان پر اپنے رب تعالیٰ کا شکر بجالاتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ۝ ﴾ (النجم 37:53) ''اور ابراہیم جنھوں نے (حق طاعت ورسالت) پورا کیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں جو جو حکم دیا، انھوں نے سب کو پورا کر دیا، ﴿ اِجْتَبٰىهُ ﴾ ''اللہ نے ان کو برگزیدہ کیا۔'' یعنی منتخب کیا اور پسند فرمالیا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ (الأنبیآء 51:21) ''اور البتہ تحقیق ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے ہدایت دی تھی اور ہم ان (کے حال) سے واقف تھے۔'' پھر فرمایا: ﴿ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿121﴾ ﴾ ''اور اسے (اپنی) سیدھی راہ پر چلاتا تھا۔'' صراط مستقیم یہ ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک کی اس طریقے کے مطابق عبادت کی جائے جو اس کا مقرر کردہ اور پسندیدہ ہو۔

﴿ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ ﴾ ''اور ہم نے انھیں دنیا میں بھی خوبی دی تھی۔'' یعنی ہم نے انھیں حیات طیبہ کی تکمیل کے لیے دنیا میں ہر وہ خوبی عطا فرمادی تھی جس کی ایک مرد مومن کو ضرورت ہوسکتی ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ اس کے معنی پچھلے لوگوں میں ذکر خیر کے ہیں۔[2] ﴿ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿122﴾ ﴾ ''اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔''

﴿ ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ ﴾ ''پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی کرو۔'' یعنی ان کے کمال، ان کی عظمت، ان کی توحید اور ان کا طریقہ صحیح ہونے کی وجہ سے، اے خاتم الرسل اور سید الانبیاء! ہم نے آپ کی طرف یہ وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی کریں جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے جیسا کہ سورۂ انعام میں فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ۬ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 161:6) ''کہہ دیجیے: مجھے میرے پروردگار نے سیدھا رستہ دکھا دیا ہے، صحیح (اعلیٰ اقدار کے حامل) دین کا، ایک رب کے پرستار ابراہیم کے طریقے کا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہودیوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: (دیکھیے آیت:124)

تفسیر آیت:124

یہودیوں کے لیے ہفتے کے دن کا تقرر: اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے ہفتے کے دنوں میں سے ایک دن بطور خاص مقرر کیا

[1] تفسیر الطبری: 250/14. [2] تفسیر الطبری: 251/14.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جس میں وہ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لیے جمعے کا دن مقرر فرمایا ہے کیونکہ یہ وہ چھٹا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کی تکمیل فرمادی تھی اور اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہودیوں کے لیے اس دن کو مقرر فرمایا تھا۔ مگر انھوں نے اسے چھوڑ کر اپنے لیے ہفتے کے دن کو پسند کر لیا۔ اس لیے کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں سے کسی بھی چیز کو پیدا نہیں فرمایا تھا کیونکہ تخلیق کائنات کا عمل تو جمعے کے دن مکمل ہو گیا تھا، تورات میں نازل کی گئی شریعت میں اللہ تعالیٰ نے انھیں اس دن کے اختیار کرنے کے بارے میں لازمی حکم دیا اور انھیں وصیت کی کہ اس دن کو مضبوطی سے تھام لو، اس کی حفاظت کرو اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ جب میں اپنے نبی محمد ﷺ کو مبعوث کروں تو ان کی اطاعت بجالانا اور پیروی کرنا، اللہ تعالیٰ نے ان سے اس سلسلے میں خوب پختہ عہد و پیمان لیے تھے، اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط ﴾ ''ہفتے کا دن تو انھی لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا تھا جنھوں نے اس میں اختلاف کیا۔'' مجاہد کہتے ہیں، یعنی اس دن کو اختیار کر لیا اور جمعے کو ترک کر دیا۔[1]

پھر وہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی بعثت تک اس دن سے وابستہ رہے اور کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ہی اسے اتوار کے دن میں بدلا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تورات کی شریعت کو ترک نہیں کیا تھا سوائے ان بعض احکام کے جو منسوخ ہو گئے تھے اور وہ ہفتے کے دن کی حفاظت کرتے رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں آسمانوں پر اٹھا لیا، پھر بعد میں قسطنطین کے زمانے میں عیسائیوں نے ہفتے کے دن کو اتوار کے دن میں بدل دیا تھا تاکہ وہ یہودیوں کی مخالفت کر سکیں، نیز انھوں نے صَخْرَہ کے بجائے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دیا تھا۔[2] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: [نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا، ثُمَّ هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهُ فَالنَّاسُ لَنَا فِيهِ تَبَعٌ ، اَلْيَهُودُ غَدًا وَّالنَّصَارٰى بَعْدَ غَدٍ] ''ہم آخر میں آنے والے ہیں لیکن روز قیامت سبقت لے جانے والے ہوں گے، البتہ انھیں کتاب ہم سے پہلے دی گئی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس دن (جمعہ) کو ان پر فرض قرار دیا تھا مگر انھوں نے اس میں اختلاف کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دن کے اختیار کرنے کی ہدایت عطا فرمادی، لوگ اس اعتبار سے ہم سے پیچھے ہیں، یہودیوں کا دن کل ہے اور عیسائیوں کا کل کے بعد (اتوار۔)''[3] یہ بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَضَلَّ اللّٰهُ عَنِ الْجُمُعَةِ مَنْ كَانَ قَبْلَنَا،

---

[1] تفسير الطبری: 251/14 . [2] عیسائیوں کے مشرق کی سمت نماز پڑھنے کی مزید تفصیل دیکھیے البداية والنهاية، ليس للجنب لمس التوراة: 139,138/2. [3] صحیح البخاری، الجمعة ، باب فرض الجمعة......، حدیث: 876 وصحیح مسلم، الجمعة ، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة، حديث: (21) - 855 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ

(اے نبی!) اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھے وعظ کے ساتھ دعوت دیجیے اور ان سے احسن طریقے سے بحث کیجیے۔ بے شک

اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۱۲۵﴾

آپ کا رب ہی اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا اور وہی ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے ﴿۱۲۵﴾

فَكَانَ لِلْيَهُودِ يَوْمُ السَّبْتِ، وَكَانَ لِلنَّصَارٰى يَوْمُ الْأَحَدِ ، فَجَاءَ اللّٰهُ بِنَا، فَهَدَانَا اللّٰهُ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، فَجَعَلَ الْجُمُعَةَ وَالسَّبْتَ وَالْأَحَدَ، وَكَذٰلِكَ هُمْ تَبَعٌ لَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، نَحْنُ الْآخِرُونَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا، وَالْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَلْمَقْضِيُّ لَهُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ] ''اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے لوگوں کو جمعے کے دن سے گمراہ کر دیا تھا، اب یہودیوں کے لیے ہفتے کا دن ہے اور عیسائیوں کے لیے اتوار کا دن جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں بھیجا تو جمعے کے دن کے اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما دی اور ترتیب اس طرح ہے کہ جمعہ، ہفتہ اور اتوار، اس طرح روز قیامت بھی وہ ہمارے بعد ہوں گے، ہم اہل دنیا میں سے بعد میں آنے والے ہیں لیکن روز قیامت پہلے ہوں گے اور دیگر لوگوں کی نسبت حساب سے پہلے فارغ ہو جائیں گے۔''[1]

تفسیر آیت:125

حکمت و موعظت حسنہ کے ساتھ دین کی دعوت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کو حکم دیا کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف حکمت کے ساتھ دعوت دیں۔ ابن جریر فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد وہ کتاب و سنت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا ہے۔ ﴿ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ﴾ ''اور نیک نصیحت سے'' جس میں لوگوں کے ساتھ پیش آنے والے حالات و واقعات کا بھی ذکر ہو۔[2] یعنی حالات و واقعات بھی انھیں یاد دلاؤ تا کہ یہ عبرت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جائیں۔ ﴿ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ ﴾ ''اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو'' جس سے مناظرہ و مباحثہ کی ضرورت ہو تو خندہ پیشانی، نرمی و ملائمت اور شائستہ انداز گفتگو کے ساتھ مناظرہ کرو جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ﴾ (العنکبوت 29:46) ''اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر ایسے طریق سے کہ نہایت اچھا ہو۔ ہاں، جو ان میں سے ظلم و زیادتی کریں (ان کے ساتھ اسی طرح مجادلہ کرو۔)'' اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نرمی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجتے وقت نرمی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 20:44) ''پس اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔''

﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ ﴾ ''جو اس کے رستے سے بھٹک گیا، آپ کا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔'' یعنی وہ جانتا ہے کہ بدبخت

[1] صحيح مسلم، الجمعة ، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة ، حديث: 856. [2] تفسير الطبري: 14/252.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ﴿126﴾

اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمھیں تکلیف دی گئی ہو، اور اگر تم صبر کرو تو وہ صابرین کے لیے بہت بہتر ہے ﴿126﴾ اور (اے نبی!) آپ

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا

صبر کریں، اور آپ کا صبر کرنا بھی اللہ ہی (کی توفیق) سے ہے اور ان (کفار) پر غم نہ کھائیں اور نہ آپ اس پر تنگی میں مبتلا ہوں جو وہ مکر (سازشیں)

يَمْكُرُونَ ﴿127﴾ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴿128﴾ ع 16/9/22

کرتے ہیں ﴿127﴾ بلاشبہ اللہ ان کے ساتھ ہے جنھوں نے پرہیز گاری کی اور وہ احسان کرتے ہوں ﴿128﴾

کون ہے اور نیک بخت کون، اسے اس نے اپنے پاس لکھ کر رکھا ہے اور اس سے فارغ ہو چکا ہے، لہٰذا انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت تو دو لیکن ان میں سے جو گمراہ ہو جائے اور دعوت الی اللہ کو قبول نہ کرے، اس پر غم کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہلکان نہ کریں کیونکہ انھیں ہدایت دینا آپ کے اختیار میں نہیں، آپ کا کام تو انھیں ڈرانا اور اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے، پھر ان سے حساب ہم خود ہی لے لیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝﴾ (القصص 28:56) ''اے نبی! بلاشبہ جسے آپ چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿لَّيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۗ﴾ (البقرۃ 2:272) ''اے نبی! آپ ان لوگوں کی ہدایت کے ذمے دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔''

تفسیر آیات: 126-128

قصاص میں مساوات کا حکم: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ قصاص اور اپنا حق وصول کرتے ہوئے عدل وانصاف کا معاملہ کیا جائے جیسا کہ عبدالرزاق نے ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ﴾ ''تو اتنی ہی تکلیف دو جتنی تکلیف تم کو اس سے پہنچی ہے۔'' کے بارے میں کہا ہے کہ اگر کوئی شخص تمھاری کوئی چیز لے لے تو تم بھی اس کی اسی طرح کی چیز لے لو۔[1] مجاہد، ابراہیم، حسن بصری اور دیگر کئی ائمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے اور ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[2] ابن زید کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو مشرکین سے درگزر سے کام لینے کا حکم دیا گیا تھا، ان میں سے جب کچھ صاحب حیثیت لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے تو انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اجازت دے تو ہم ان کتوں سے بدلہ لے لیں گے، اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی مگر پھر جہاد کا حکم نازل ہونے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔[3]

اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں اور پرہیز گاروں کا مددگار ہے: ﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾ ''اور صبر ہی کیجیے اور

[1] تفسیر الطبری: 14/255. [2] تفسیر الطبری: 14/256. [3] تفسیر الطبری: 14/255.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کا صبر کرنا بھی اللہ ہی (کی مدد) سے ہے۔" یہ صبر کے حکم کی تاکید ہے، نیز بتایا جا رہا ہے کہ صبر بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت و اعانت کے بغیر اختیار نہیں کیا جا سکتا، پھر فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ ﴾ "اور ان کے بارے میں غم نہ کیجیے" جو آپ کی مخالفت کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اسی طرح منظور ہے۔ ﴿ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٧﴾ ﴾ "اور جو یہ بداندیشی کرتے ہیں، اس سے تنگ دل نہ ہوں۔" آپ کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، وہ آپ کا حامی و ناصر ہے وہ آپ کو ان کے مقابلے میں کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمائے گا۔ ﴿ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴿١٢٨﴾ ﴾ "کچھ شک نہیں کہ جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکوکار ہیں، اللہ ان کا مددگار ہے۔" یعنی وہ اپنی تائید، نصرت، اعانت، ہدایت اور سعی و کوشش سے ان کے ساتھ ہے، یہ معیت خاصہ ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ﴾ (الأنفال 8:12) "جب آپ کا پروردگار فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ میں تمھارے ساتھ ہوں تو ان لوگوں کو جمائے رکھو جو ایمان دار ہیں۔" اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے فرمایا تھا: ﴿ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ﴾ (طٰہٰ 20:46) "تم دونوں مت ڈرو بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں (اور) سنتا اور دیکھتا ہوں۔"

اور نبی کریم ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا جبکہ دونوں غار میں تھے: ﴿ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ﴾ (التوبة 9:40) "غم نہ کیجیے: اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"[1] معیت عامہ سمع، بصر اور علم کے ساتھ ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ (الحدید 57:4) "اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمھارے ساتھ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ﴾ (المجادلة 58:7) "(اے نبی!) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے بے شک اللہ کو سب معلوم ہے (کسی جگہ) تین (شخصوں) کا (مجمع اور کانوں میں) صلاح مشورہ نہیں ہوتا مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ کہیں پانچ کا مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم یا زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، خواہ وہ کہیں ہوں۔" اور فرمایا: ﴿ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِن قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴾ (یونس 10:61) "(اے نبی!) آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں یا قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں یا تم لوگ کوئی (اور) کام کرتے ہو جب اس میں مصروف ہوتے ہو تو ہم تمھارے پاس ہوتے ہیں اور آپ کے پروردگار سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے یا بڑی مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔"

﴿ الَّذِينَ اتَّقَوا ﴾ "اور جو پرہیزگار ہیں۔" یعنی جنھوں نے محرمات کو ترک کر دیا ہے ﴿ وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴿١٢٨﴾ ﴾

[1] صحیح البخاري، التفسیر، باب قوله: ﴿ ثَانِيَ اثْنَيْنِ...... ﴾ (التوبة 9:40)، حدیث: 4663.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”اور جو نیکو کار ہیں۔“ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کے کام بجا لاتے ہیں تو ان لوگوں کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا ہے، انھیں اپنی نصرت و حمایت سے نوازتا ہے اور انھیں ان سے دشمنوں اور مخالفوں کے مقابلے میں کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرماتا ہے۔

سورۂ نحل کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيماً.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سُورۂ بنی إسرآءیل

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا

پاک ہے وہ (اللہ) جو اپنے بندے کو رات کے ایک حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے، تا کہ ہم

حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ①

اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہی خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ①

فضیلت: امام حافظ متقن ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے سورۂ بنی اسرائیل، کہف اور مریم کے بارے میں فرمایا: ان کا تعلق میرے پہلے اور قدیم مال سے ہے۔ [1] امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس قدر کثرت سے نفلی) روزے رکھتے حتی کہ ہم کہتے کہ آپ کا ارادہ نہیں کہ روزوں کو چھوڑ دیں اور پھر آپ (نفل) روزے رکھنا چھوڑ دیتے حتی کہ ہم یہ کہتے کہ اب آپ کا ارادہ نہیں کہ روزے رکھیں اور آپ ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور زمر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ [2]

تفسیر آیت :1

معراج کا بیان: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی بزرگی اور اپنی عظمت شان بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اسے وہ قدرت حاصل ہے جو اس کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ہے کیونکہ اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ پروردگار۔ وہ تو وہ ذات پاک ہے: ﴿الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ﴾ ''جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔'' یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ﴿لَیۡلًا﴾ یعنی رات کے ایک حصے میں ﴿مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ﴾ ''مسجد الحرام سے'' یعنی مکہ مکرمہ کی مسجد (خانہ کعبہ) سے ﴿اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا﴾ ''مسجد اقصیٰ تک۔'' مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے جو ایلیاء میں ہے جو کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے لے کر انبیائے کرام کا مرکز رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ یہاں اس رات تمام انبیائے کرام کو جمع کیا گیا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاقے اور ان کے گھر

[1] صحیح البخاری، التفسیر، سورۃ بنی إسرائیل، باب: (1)، حدیث: 4708. [2] مسند أحمد: 189/6.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

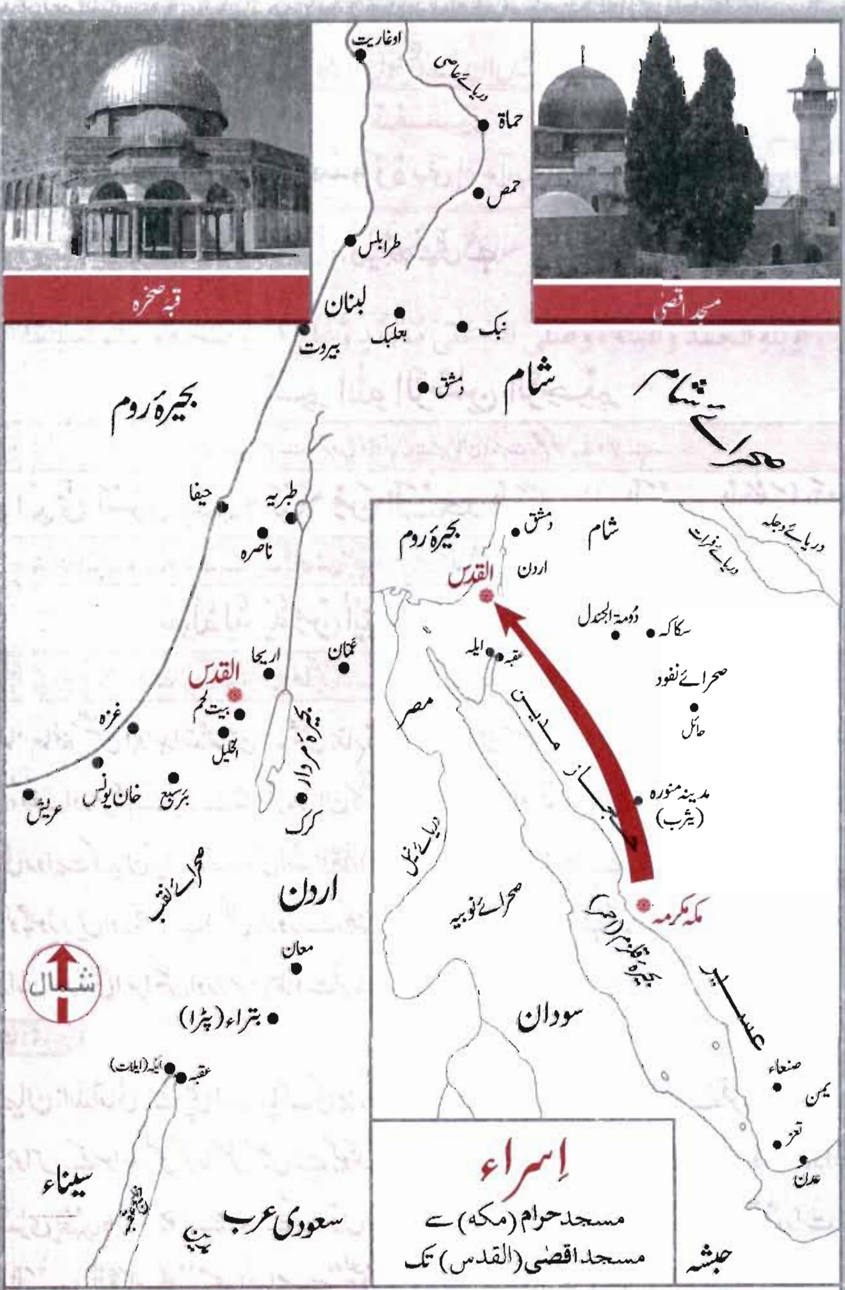

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا﴾

”پاک ہے وہ جو رات کے ایک حصے میں اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا۔“ (بنی اسرآئیل 17:1)

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ان کی امامت فرمائی جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام اعظم اور رئیس مقدم آپ ہی ہیں۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ.

ارشاد الٰہی: ﴿ الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ ﴾ ''جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔'' یعنی فصلوں اور پھلوں کی صورت میں ﴿ لِنُرِیَهٗ ﴾ ''تاکہ ہم اسے دکھائیں۔'' یعنی محمد ﷺ کو ﴿ مِنْ اٰیٰتِنَا ط ﴾ ''اپنی (قدرت کی) نشانیاں۔'' یعنی بڑی بڑی نشانیاں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ۝ ﴾ (النجم 18:53) ''البتہ تحقیق انھوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کی کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔'' ہم آگے ان نشانیوں کا ذکر کریں گے جن کا نبیٔ اکرم ﷺ کی احادیث میں ذکر آیا ہے۔ ارشاد الٰہی: ﴿ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ ﴾ ''بے شک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔'' یعنی وہ اپنے تمام بندوں کی باتوں کو سنتا ہے، خواہ وہ مومن ہوں یا کافر، تصدیق کرنے والے ہوں یا تکذیب کرنے والے اور وہ انھیں دیکھتا بھی ہے اور ہر ایک کو وہ دیتا بھی ہے جس کا وہ دنیا و آخرت میں مستحق ہو۔

معراج سے متعلق احادیث مبارکہ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[أُتِيتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَابَّةٌ أَبْيَضُ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُونَ الْبَغْلِ، يَضَعُ حَافِرَهُ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهِ، فَرَكِبْتُهُ فَسَارَ بِي حَتّٰى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ، فَرَبَطْتُ الدَّابَّةَ بِالْحَلْقَةِ الَّتِي يَرْبِطُ فِيهَا الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ دَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَ نِي جِبْرِيلُ بِإِنَاءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّإِنَاءٍ مِّنْ لَّبَنٍ، فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ، قَالَ جِبْرِيلُ: أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ.

قَالَ: ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، فَقِيلَ: وَمَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، فَقِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِآدَمَ، فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، فَقِيلَ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، فَقِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، فَقِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ. قَالَ: فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِابْنَيِ الْخَالَةِ يَحْيٰى وَعِيسٰى فَرَحَّبَا وَدَعَوَا لِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، فَقِيلَ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، فَقِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِيُوسُفَ، فَإِذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، فَقِيلَ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، فَقِيلَ: قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ الْبَابُ، فَإِذَا أَنَا بِإِدْرِيسَ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَالِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ قَالَ: يَقُولُ اللّٰهُ: ﴿ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝ ﴾ (مریم 57:19) ثُمَّ عُرِجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، فَقِيلَ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ:

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جِبْرِيلُ، فَقِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، فَقِيلَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ. فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِهَارُونَ، فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، فَقِيلَ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، فَقِيلَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِمُوسٰى، فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ.

ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، فَقِيلَ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِيلَ: وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ. فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيمَ وَإِذَا هُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ، وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَّا يَعُودُونَ إِلَيْهِ، ثُمَّ ذُهِبَ بِي إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، فَإِذَا وَرَقُهَا كَآذَانِ الْفِيلَةِ، وَإِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ، فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِيَهَا تَغَيَّرَتْ، فَمَا أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَّصِفَهَا مِنْ حُسْنِهَا.

قَالَ: فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيَّ مَا أَوْحٰى، وَفَرَضَ عَلَيَّ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ خَمْسِينَ صَلَاةً فَنَزَلْتُ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلٰى مُوسٰى، فَقَالَ: مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى أُمَّتِكَ؟ قَالَ: قُلْتُ خَمْسِينَ صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، قَالَ: ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ، وَإِنِّي قَدْ بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَخَبَرْتُهُمْ، قَالَ: فَرَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي، فَقُلْتُ: أَيْ رَبِّ! خَفِّفْ عَنْ أُمَّتِي، فَحَطَّ عَنِّي خَمْسًا، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى، فَقَالَ: مَا فَعَلْتَ؟ قُلْتُ: حَطَّ عَنِّي خَمْسًا، قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَاكَ، فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ، قَالَ: فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي وَبَيْنَ مُوسٰى وَيَحُطُّ عَنِّي خَمْسًا خَمْسًا، حَتّٰى قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! هِيَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، بِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْرٌ، فَتِلْكَ خَمْسُونَ صَلَاةً، وَّمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ حَسَنَةً، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ عَشْرًا، وَّمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ شَيْئًا، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً، فَنَزَلْتُ حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلٰى مُوسٰى فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَاكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَقَدْ رَجَعْتُ إِلٰى رَبِّي حَتّٰى لَقَدِ اسْتَحْيَيْتُ]

’’میرے پاس براق لایا گیا جو سفید رنگ کا ایک ایسا جانور تھا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا، (اور وہ اس قدر سبک رفتار تھا کہ) اپنے پاؤں کو وہاں رکھتا جہاں اس کی نظر پڑتی تھی، میں اس پر سوار ہوا، وہ مجھے لے کر چل پڑا حتی کہ میں بیت المقدس میں پہنچ گیا، میں نے جانور کو اس حلقے سے باندھ دیا جس سے انبیاء اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے، پھر میں نے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا کی، پھر میں مسجد سے باہر نکلا تو جبریل میرے پاس ایک شراب کا برتن اور دوسرا دودھ کا برتن لے کر آئے، میں نے دودھ والے برتن کو پسند کر لیا تو جبریل نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار فرمایا ہے۔

آپ نے فرمایا: پھر ہمیں آسمانِ دنیا کی طرف لے جایا گیا، جبریل نے دروازہ کھلوانے کے لیے کہا تو ان سے پوچھا گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ تم کون ہو۔ انھوں نے جواب دیا: میں جبریل ہوں، پوچھا گیا کہ تمھارے ساتھ کون ہیں۔ انھوں نے جواب دیا: محمد (ﷺ)، پوچھا گیا: کیا آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے، اس کے بعد ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا تو وہاں میری ملاقات دو خالہ زاد بھائیوں یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے ہوئی، دونوں نے خوش آمدید کہا اور میرے لیے خیر و برکت کی دعا کی، پھر ہمیں تیسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو جبریل نے دروازہ کھلوانے کے لیے کہا تو پوچھا گیا: تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا: میں جبریل ہوں، پوچھا گیا: تمھارے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا: محمد (ﷺ)، پوچھا گیا: کیا آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے تو پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا تو وہاں میری ملاقات یوسف علیہ السلام سے ہوئی، دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ انھیں نصف حسن سے نوازا گیا ہے، انھوں نے خوش آمدید کہا اور میرے لیے خیر و برکت کی دعا کی، پھر ہمیں چوتھے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو جبریل نے دروازہ کھلوانے کے لیے کہا تو پوچھا گیا تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا: میں جبریل ہوں، پوچھا گیا: تمھارے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: محمد (ﷺ)، پوچھا گیا: کیا آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے تو پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا، وہاں میری ملاقات ادریس علیہ السلام سے ہوئی، انھوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی، پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝﴾ (مریم 57:19) ”اور ہم نے ان کو اونچی جگہ اٹھا لیا تھا۔“

پھر ہمیں پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا تو جبریل نے دروازہ کھلوانے کے لیے کہا تو پوچھا گیا تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا: میں جبریل ہوں، پوچھا گیا: تمھارے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: محمد (ﷺ)، پوچھا گیا: کیا آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے تو پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا اور وہاں میری ملاقات ہارون علیہ السلام سے ہوئی، انھوں نے خوش آمدید کہا اور میرے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی، پھر ہمیں چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو جبریل نے دروازہ کھلوانے کے لیے کہا تو پوچھا گیا کہ تم کون ہو۔ انھوں نے جواب دیا: میں جبریل ہوں، پوچھا گیا: تمھارے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: محمد (ﷺ)، پوچھا گیا: کیا آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے؟ جبریل نے جواب دیا: ہاں، آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے تو پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا تو وہاں میری ملاقات موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی، انھوں نے خوش آمدید کہا اور میرے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

پھر ہمیں ساتویں آسمان کی طرف لے جایا گیا تو جبریل نے دروازہ کھلوانے کے لیے کہا تو پوچھا گیا: تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا: میں جبریل ہوں، پوچھا گیا: تمھارے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: محمد (ﷺ)، پوچھا گیا: کیا آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے تو پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا تو وہاں میری ملاقات ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی، آپ بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے، بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرشتے داخل ہوتے ہیں وہ اس کی طرف نہیں لوٹ سکیں گے، پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا، اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کی طرح تھے اور اس کے پھل مٹکوں کی طرح تھے، جب اللہ تعالیٰ کے امر نے اسے (سدرۃ المنتہیٰ کو) ڈھانپا جس قدر ڈھانپا تو اس کا رنگ بدل گیا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو بھی یہ طاقت نہیں کہ اس کے حسن و جمال کو بیان کر سکے۔

آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی جو بھیجی اور مجھ پر ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض قرار دے دیں۔ واپسی پر جب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انھوں نے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ دن رات میں پچاس نمازیں، انھوں نے کہا کہ اپنے رب کے پاس واپس جائیں اور اس سے امت کے لیے تخفیف کا سوال کریں کیونکہ آپ کی امت کو اس کی طاقت نہیں ہوگی کیونکہ میں اس سلسلے میں بنی اسرائیل کی خوب آزمائش کر چکا ہوں۔ میں اپنے رب تعالیٰ کے پاس واپس آیا اور میں نے عرض کی: اے میرے رب! میری امت سے تخفیف فرما دے! تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پانچ نمازیں کم کر دیں، میں واپسی پر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے پوچھا: کیا بنا؟ میں نے جواب دیا کہ پانچ نمازیں کم ہوگئی ہیں، انھوں نے کہا کہ آپ کی امت کو اس کی بھی طاقت نہ ہوگی، آپ اپنے رب تعالیٰ کے پاس واپس جائیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کریں، آپ نے فرمایا کہ میں اپنے رب تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان بار بار آتا جاتا رہا اور مجھ سے پانچ پانچ نمازیں کم کی جاتی رہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد (ﷺ!) یہ دن رات میں پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز کا دس گنا ثواب ملے گا تو اس طرح گویا یہ پچاس نمازیں ہو جائیں گی، جو شخص ایک نیکی کا ارادہ کرے مگر اسے عملی جامہ نہ پہنا سکے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور اگر اسے عملی جامہ پہنا دے تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور جو شخص کسی برائی کا ارادہ کرے اور اس کے مطابق عمل نہ کرے تو اس کے لیے کچھ نہیں لکھا جاتا اور اگر اس کے مطابق عمل کر لے تو صرف ایک برائی لکھی جاتی ہے، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور انھیں بتایا تو انھوں نے کہا کہ اپنے رب کے پاس جائیں اور تخفیف کے لیے سوال کریں کیونکہ آپ کی امت کو اس کی بھی طاقت نہ ہوگی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں نے بار بار اپنے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اب مجھے حیا دامن گیر ہے۔''[1]

امام مسلم نے بھی اس حدیث کو اسی سیاق کے ساتھ روایت کیا ہے۔[2]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ شب معراج نبی اکرم ﷺ کے پاس براق کو زین اور لگام کے ساتھ لایا گیا تا کہ آپ اسے سواری کے لیے استعمال کریں مگر اس نے ضد کرنا چاہی تو جبریل نے اس سے کہا کہ ایسا کیوں کرتے ہو۔ اللہ کی قسم! تم پر آج تک کوئی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ سے زیادہ معزز اور مکرم ہو، یہ سن کر براق پسینے سے شرابور ہو گیا۔[3] امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔[4]

---

① مسند أحمد: 149,148/3. ② صحیح مسلم، الإیمان، باب الإسراء برسول اللّٰہ...... ، حدیث: 162. ③ مسند أحمد: 164/3. ④ جامع الترمذي، تفسیر القرآن، باب ومن سورة بني إسرائیل، حدیث: 3131.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام احمد ہی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[لَمَّا عَرَجَ بِي رَبِّي عَزَّوَجَلَّ، مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَّهُمْ أَظْفَارٌ مِّنْ نُّحَاسٍ يَّخْمُشُونَ وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ، وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ]"جب میرے رب نے مجھے معراج کروائی تو میرا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ناخن پیتل کے تھے اور وہ ان کے ساتھ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے، میں نے پوچھا: جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھایا کرتے اور ان کی عزتوں کے درپے ہوا کرتے تھے۔"[1] اسے ابوداود نے بھی بیان کیا ہے۔[2]

امام احمد ہی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلٰى مُوسٰى قَائِمًا يُّصَلِّي فِي قَبْرِهِ]"شب معراج میرا موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے۔"[3] اسے امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔[4]

انس بن مالک کی مالک بن صَعصَعہ رضی اللہ عنہما سے روایت: امام احمد نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مالک بن صَعصَعہ رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:[بَيْنَمَا أَنَا فِي الْحَطِيمِ۔ وَرُبَّمَا قَالَ قَتَادَةُ: فِي الْحِجْرِ۔ مُضْطَجِعٌ إِذْ أَتَانِي آتٍ، فَجَعَلَ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ الْأَوْسَطِ بَيْنَ الثَّلَاثَةِ، قَالَ: فَأَتَانِي فَقَدَّ۔ وَسَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُولُ: فَشَقَّ۔ مَا بَيْنَ هٰذِهِ إِلٰى هٰذِهِ وَقَالَ قَتَادَةُ: فَقُلْتُ: لِلْجَارُودِ وَهُوَ إِلٰى جَنْبِي: مَا يَعْنِي؟ قَالَ: مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهِ إِلٰى شِعْرَتِهِ، وَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: مِنْ قَصِّهِ إِلٰى شِعْرَتِهِ قَالَ: فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِي فَأُتِيتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مَّمْلُوءَةٍ إِيمَانًا وَّحِكْمَةً فَغَسَلَ قَلْبِي ثُمَّ حُشِيَ، ثُمَّ أُعِيدَ، ثُمَّ أُتِيتُ بِدَابَّةٍ دُونَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ أَبْيَضَ قَالَ: فَقَالَ لَهُ الْجَارُودُ: أَهُوَ الْبُرَاقُ يَا أَبَا حَمْزَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، يَقَعُ خَطْوُهُ عِنْدَ أَقْصٰى طَرْفِهِ قَالَ: فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِي جِبْرِيلُ حَتّٰى أَتٰى بِيَ السَّمَاءَ الدُّنْيَا، فَاسْتَفْتَحَ، فَقِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ : جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِيلَ: أَوَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ، وَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ، قَالَ: فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ، فَإِذَا فِيهَا آدَمُ، فَقَالَ: هٰذَا أَبُوكَ آدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ، ثُمَّ قَالَ:مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ (اَلْحَدِيثَ بِنَحْوِمَا سَبَقَ، وَفِيهِ فِي ذِكْرِ مُوسٰى عليه السلام)۔ قَالَ:۔ فَلَمَّا تَجَاوَزْتُ بَكٰى قِيلَ لَهُ: مَا يُبْكِيكَ؟ قَالَ: أَبْكِي لِأَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِي يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهِ أَكْثَرُ مِمَّا يَدْخُلُهَا مِنْ أُمَّتِي.

قَالَ: ثُمَّ صَعِدَ حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ السَّابِعَةَ، فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ

[1] مسند أحمد:224/3. [2] سنن أبي داود، الأدب، باب في الغيبة ، حديث:4878. [3] مسند أحمد:120/3.

[4] صحيح مسلم، الفضائل، باب من فضائل موسٰى، حديث:(165)-2375.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُحَمَّدٌ، قِيلَ: أَوَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ وَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ، قَالَ:فَفَتَحَ ، فَلَمَّا خَلَصْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا إِبْرَاهِيمُ، فَقَالَ: هٰذَا إِبْرَاهِيمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، قَالَ: فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ، ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْابْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ، قَالَ: ثُمَّ رُفِعَتْ إِلَيَّ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَإِذَا نَبْقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ، وَإِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ آذَانِ الْفِيَلَةِ، فَقَالَ: هٰذِهِ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى، قَالَ: وَإِذَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ: نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ، فَقُلْتُ: مَا هٰذَا يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيلُ وَالْفُرَاتُ، قَالَ: ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ۔قَالَ قَتَادَةُ:وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ أَنَّهُ رَأَى الْبَيْتَ الْمَعْمُورَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ ثُمَّ لَا يَعُودُونَ فِيهِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى حَدِيثِ أَنَسٍ۔ قَالَ: ثُمَّ أُتِيتُ بِإِنَاءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّإِنَاءٍ مِّنْ لَّبَنٍ وَّإِنَاءٍ مِّنْ عَسَلٍ، قَالَ: فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ، قَالَ: هٰذِهِ الْفِطْرَةُ أَنْتَ عَلَيْهَا وَأُمَّتُكَ۔ قَالَ: ثُمَّ فُرِضَتِ الصَّلَاةُ خَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: (فَرَجَعْتُ حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلٰى مُوسٰى، فَقَالَ: مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى أُمَّتِكَ، قَالَ: فَقُلْتُ:) بِخَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ لِخَمْسِينَ صَلَاةً، وَّإِنِّي قَدْ خَبَرْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ، فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ، قَالَ: فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا.

قَالَ: فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى قَالَ: بِمَ أُمِرْتَ؟ قُلْتُ: بِأَرْبَعِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَاتَسْتَطِيعُ أَرْبَعِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ، وَّإِنِّي قَدْ خَبَرْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ، وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ، فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ، قَالَ: فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا أُخَرَ فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى ، فَقَالَ لِي: بِمَ أُمِرْتَ؟ قُلْتُ: أُمِرْتُ بِثَلَاثِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ لِثَلَاثِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ وَّإِنِّي قَدْ خَبَرْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ، وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ، فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ، قَالَ: فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا أُخَرَ، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى: فَقَالَ:بِمَ أُمِرْتَ؟ فَقُلْتُ: بِعِشْرِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ عِشْرِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ، وَّإِنِّي قَدْ خَبَرْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ، وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ، قَالَ: فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ.

فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى، قَالَ: بِمَ أُمِرْتَ؟ قُلْتُ: أُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، فَقَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ لِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، فَإِنِّي قَدْ خَبَرْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ، وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ، فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ، قَالَ: فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى، فَقَالَ: بِمَ أُمِرْتَ؟ قُلْتُ: أُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، فَقَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ لِخَمْسِ صَلَوَاتٍ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُلَّ يَوْمٍ وَّإِنِّي قَدْ خَبَرْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ، فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ، قَالَ: قُلْتُ: قَدْ سَأَلْتُ رَبِّي حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ، وَلٰكِنْ أَرْضٰى وَأُسَلِّمُ، فَلَمَّا نَفَذْتُ نَادَانِي مُنَادٍ: قَدْ أَمْضَيْتُ فَرِيضَتِي وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِي]

’’میں حطیم۔اس حدیث کی سند کے راوی قتادہ نے ’’حطیم‘‘ کے بجائے حِجر کا نام بھی لیا ہے۔میں لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے تینوں میں سے اپنے درمیان والے ساتھی سے یہ کہنا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا: وہ آیا اور اس نے میرے جسم کے یہاں سے لے کر یہاں تک کے حصے کو چاک کیا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے جارود سے پوچھا جو میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کیا مقصد! انھوں نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ سینے کے کنارے سے لے کر پیٹ تک کا حصہ چاک کیا اور میں نے انھیں یہ بھی کہتے ہوئے سنا ہے کہ سینے کی ہڈی سے لے کر پیٹ تک کا حصہ چاک کیا۔[1] آپ نے فرمایا کہ میرے دل کو نکالا گیا اور میرے پاس سونے کا ایک تھال لایا گیا جو ایمان وحکمت سے بھرا ہوا تھا۔ میرے دل کو دھویا گیا، پھر اسے ایمان وحکمت سے بھر کر اپنی جگہ لوٹا دیا گیا۔ پھر میرے پاس سفید رنگ کا ایک ایسا جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا...... جارود نے پوچھا کہ ابوحمزہ! یہ جانور براق تھا انھوں نے کہا: ہاں اور یہ جانور (اس قدر سبک رفتار تھا) کہ جہاں تک اس کی نگاہ جاتی وہاں وہ اپنا قدم رکھتا تھا۔

آپ نے فرمایا: مجھے اس جانور پر سوار کر دیا گیا، جبریل علیہ السلام میرے ہمراہ تھے حتی کہ وہ مجھے آسمان دنیا کے پاس لے گئے، جبریل نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا کہ کون ہو۔ انھوں نے جواب دیا: میں جبریل ہوں، پوچھا گیا: تمھارے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا: محمد (ﷺ)، پوچھا گیا: کیا آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے؟ جواب دیا: ہاں، تو کہا گیا: آپ کو خوش آمدید ہو۔ آپ بہت ہی اچھے تشریف لانے والے ہیں، آپ نے فرمایا کہ پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا، جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے، جبریل نے کہا کہ یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں، آپ انھیں سلام کہیں، میں نے انھیں سلام کہا تو انھوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: خوش آمدید اے صالح بیٹے اور صالح نبی! (باقی حدیث اسی طرح ہے جس طرح پہلے بیان کی جا چکی ہے،[2] البتہ اس میں موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں یہ بھی ہے:) جب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ رونے لگ گئے، ان سے پوچھا گیا: آپ روتے کیوں ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ میں اس لیے روتا ہوں کہ یہ نوجوان میرے بعد مبعوث ہوئے مگر آپ کی امت میری امت کی نسبت جنت میں زیادہ داخل ہوگی۔

آپ نے فرمایا: پھر مجھے ساتویں آسمان کی طرف لے جایا گیا تو جبریل نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا: کون ہو؟ جواب دیا: جبریل، پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں۔ جواب دیا، محمد (ﷺ) پوچھا گیا: کیا آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا

[1] ہمام کہتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے قَدَّ کے بجائے شَقَّ سنا، بہر حال دونوں کے معنی ’’لمبائی میں چاک کرنے یا پھاڑنے کے ہیں۔‘‘

[2] دیکھیے عنوان: ’’انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت‘‘

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے؟ انھوں نے جواب دیا۔ ہاں، تو کہا گیا کہ خوش آمدید بہت ہی اچھے ہیں یہ تشریف لانے والے! آپ نے فرمایا: پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جبریل نے بتایا کہ یہ ابراہیم ہیں آپ انھیں سلام کہیں، آپ نے فرمایا کہ میں نے انھیں سلام کہا تو انھوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: خوش آمدید اے نیک بیٹے اور نیک نبی! آپ نے فرمایا: پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا، اس کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح تھے اور پتے ہاتھیوں کے کانوں کی طرح، جبریل نے کہا کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔

آپ نے فرمایا: وہاں چار نہریں تھیں، دو نہریں باطنی اور دو نہریں ظاہری، میں نے کہا: جبریل یہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ دونوں باطنی نہریں جنت کی ہیں اور دونوں ظاہری نہریں نیل اور فرات ہیں، آپ نے فرمایا کہ پھر بیت المعمور کو میرے پاس لایا گیا۔

امام قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے حسن نے اور انھوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو ایک مرتبہ داخل ہو گئے، وہ دوبارہ داخل نہ ہوں گے۔

پھر انھوں نے حدیث انس [1] ہی کی طرح بیان کیا کہ آپ نے فرمایا کہ پھر میرے پاس ایک برتن شراب کا، ایک دودھ کا اور ایک شہد کا لایا گیا، آپ نے فرمایا کہ میں نے دودھ والے برتن کو لے لیا، جبریل نے کہا کہ یہ (اس دین) فطرت (کی طرف اشارہ) ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہیں۔

آپ نے فرمایا: پھر مجھ پر پچاس نمازیں روزانہ فرض قرار دے دی گئیں اور میں جب واپسی پر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ روزانہ پچاس نمازیں، انھوں نے کہا کہ آپ کی امت کو روزانہ پچاس نمازوں کی استطاعت نہیں ہوگی، میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزمایا اور بنی اسرائیل کو خوب جانچا پرکھا ہے، لہٰذا اپنے رب کے پاس جائیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کریں، آپ نے فرمایا کہ میں واپس گیا تو مجھ سے دس نمازیں کم کر دی گئیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا تو انھوں نے پوچھا: کیا حکم ملا ہے؟ میں نے کہا کہ روزانہ چالیس نمازیں، انھوں نے کہا کہ آپ کی امت کو روزانہ چالیس نمازوں کی استطاعت نہ ہوگی، میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزمایا اور بنی اسرائیل کو خوب جانچا پرکھا ہے، لہٰذا آپ اپنے رب کے پاس جائیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کریں۔

آپ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے پاس گیا تو مجھ سے دس نمازیں اور کم کر دی گئیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا تو انھوں نے پوچھا: کیا حکم ملا ہے؟ میں نے کہا: تیس نمازیں روزانہ۔ انھوں نے کہا کہ آپ کی امت کو روزانہ تیس نمازوں کی بھی استطاعت نہیں ہوگی، میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزمایا اور بنی اسرائیل کو خوب جانچا پرکھا ہے، لہٰذا اپنے رب کے پاس

[1] صحیح مسلم، الإیمان، باب الإسراء برسول اللّٰہ......، حدیث:162 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کریں، آپ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے پاس گیا تو مجھ سے دس نمازیں اور کم کر دی گئیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے پوچھا: کیا حکم ملا ہے؟ میں نے کہا: بیس نمازیں روزانہ، انھوں نے کہا کہ آپ کی امت کو روزانہ بیس نمازوں کی بھی استطاعت نہ ہوگی، میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزمایا اور بنی اسرائیل کو خوب جانچا پرکھا ہے۔

لٰہذا آپ اپنے رب کے پاس جائیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کریں، آپ فرماتے ہیں کہ میں پھر واپس گیا تو مجھ سے دس نمازیں اور کم کر دی گئیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا تو انھوں نے پوچھا: کیا حکم ملا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ مجھے روزانہ دس نمازوں کا حکم ملا ہے، انھوں نے کہا کہ آپ کی امت کو روازانہ دس نمازوں کی بھی استطاعت نہ ہوگی، میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزمایا اور بنی اسرائیل کو خوب جانچا پرکھا ہے، لٰہذا اپنے رب کے پاس جائیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کریں، میں واپس گیا تو مجھے روزانہ پانچ نمازوں کا حکم دے دیا گیا، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا تو انھوں نے پوچھا کیا حکم ملا ہے؟ میں نے کہا: روزانہ پانچ نمازوں کا حکم ملا ہے، انھوں نے کہا آپ کی امت کو روزانہ پانچ نمازوں کی بھی استطاعت نہ ہوگی، میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزمایا اور بنی اسرائیل کو خوب جانچا پرکھا ہے، لٰہذا آپ اپنے رب کے پاس جائیں اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کریں، میں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے رب سے بار بار سوال کیا ہے حتی کہ اب مجھے شرم آتی ہے، لٰہذا اب میں اپنے رب کے حکم کے سامنے تسلیم اور رضا کا اظہار کرتا ہوں، چنانچہ جب میں نے (اس حکم کو) نافذ کر دیا تو اس وقت ایک منادی کرنے والے نے یہ اعلان کیا کہ میں نے اپنے فرض کو عائد کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔"[1] صحیحین میں بھی یہ حدیث اسی طرح ہے۔[2]

انس کی ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت: امام بخاری رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ فَفَرَجَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُّمْتَلِىءٍ حِكْمَةً وَّإِيمَانًا، فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي، ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَبِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ قَالَ جِبْرِيلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ: اِفْتَحْ! قَالَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ، قَالَ: هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، مَعِيَ مُحَمَّدٌ، فَقَالَ: أَأُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا، فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلٰى يَمِينِهِ أَسْوِدَةٌ، وَّعَلٰى يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ، إِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَسَارِهِ بَكٰى، فَقَالَ:

---

① مسند أحمد: 4/208-210. جبکہ دوسری قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 3/148 عن أنس رضی اللہ عنہ میں ہیں۔ ② صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم ......، حديث: 3207 و صحيح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ......، حديث: 164.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ، قَالَ: قُلْتُ لِجِبْرِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا آدَمُ، وَهٰذَا الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَّمِينِهِ وَشِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ، فَأَهْلُ الْيَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ، وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ، فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَّمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكٰى، حَتّٰى عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ۔ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ۔: قَالَ: ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ،قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا إِبْرَاهِيمُ ﷺ.

قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّأَبَا حَبَّةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولَانِ: قَالَ النَّبِيُّ: [ثُمَّ عُرِجَ بِي حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيفَ الْأَقْلَامِ]۔ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَّأَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلٰى أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلَاةً فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى مَرَرْتُ عَلٰى مُوسٰى، فَقَالَ: مَافَرَضَ اللّٰهُ لَكَ عَلٰى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ:فَرَضَ خَمْسِينَ صَلَاةً، قَالَ: مُوسٰى: فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ، فَرَاجَعَنِي فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى، قُلْتُ وَضَعَ شَطْرَهَا، قَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ، فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ، فَرَاجَعْتُهُ، فَقَالَ: هُنَّ خَمْسٌ وَّهُنَّ خَمْسُونَ، لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ، قُلْتُ: اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَّبِّي، ثُمَّ انْطَلَقَ بِي حَتّٰى انْتَهٰى بِي إِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لَّا أَدْرِي مَاهِيَ، ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا فِيهَا حَبَايِلُ اللُّؤْلُؤِ، وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ]

’’میرے گھر کی چھت کو کھولا گیا جبکہ میں مکہ میں تھا، جبریل آئے اور انھوں نے میرے سینے کو کھولا، پھر اسے آبِ زمزم کے ساتھ دھویا، پھر وہ سونے کا ایک تھال لائے جو حکمت و ایمان سے بھرا ہوا تھا تو انھوں نے اسے میرے سینے میں انڈیل دیا، پھر سینے کو بند کر دیا، پھر میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھے آسمان دنیا کے پاس لے گئے جب میں آسمان تک پہنچا تو جبریل نے آسمان کے خازن سے کہا کہ کھولو تو اس نے پوچھا: کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا: میں جبریل ہوں، اس نے پوچھا۔ کیا تمھارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں، اس نے پوچھا، کیا آپ کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، جب اس نے دروازہ کھولا تو ہم آسمان دنیا کے اندر چلے گئے۔ وہاں ایک شخص بیٹھے ہوئے تھے جن کی دائیں طرف بہت سے لوگ تھے اور بائیں طرف بھی بہت سے لوگ، جب وہ اپنی دائیں طرف دیکھتے تو ہنستے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو رونے لگتے، انھوں نے کہا: خوش آمدید اے صالح نبی اور صالح کے بیٹے! میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: یہ آدم علیہ السلام ہیں ان کی دائیں اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے یہ لوگ ان کی اولاد ہیں، دائیں طرف کے لوگ اہل جنت ہیں اور بائیں طرف والے اہل دوزخ، یہی وجہ ہے کہ وہ جب اپنی دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں، پھر مجھے دوسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ پھر حسب سابق حدیث بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ پھر میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انھوں نے فرمایا: خوش آمدید اے صالح نبی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صالح کے بیٹے! میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جبریل نے بتایا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں- امام زہری بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو حبہ انصاری رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے اور اوپر لے جایا گیا حتی کہ میں ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں میں قلموں کی آوازیں سن رہا تھا۔

ابن حزم وانس بن مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازوں کو فرض قرار دیا تو واپسی پر جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا تو انھوں نے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اپنے رب کے پاس واپس جائیں کیونکہ آپ کی امت کو اس کی طاقت نہیں ہوگی، میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے آدھی نمازیں کم کر دیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا تو میں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدھی نمازیں کم کر دیں ہیں تو انھوں نے کہا اپنے رب کے پاس واپس جائیں کیونکہ آپ کی امت کو اس کی طاقت نہیں ہوگی میں واپس آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آدھی اور کم کر دیں، میں موسیٰ کے پاس واپس آیا تو انھوں نے پھر کہا کہ اپنے رب کے پاس واپس جائیں، آپ کی امت کو اس کی طاقت نہ ہوگی، میں پھر واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نمازیں پانچ ہیں اور یہ پچاس کے بقدر ہیں، میرے ہاں بات میں تبدیلی نہ ہوگی، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس گیا تو انھوں نے کہا کہ اپنے رب کے پاس جائیں، میں نے کہا اب مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ پھر جبریل میرے ساتھ چلے حتی کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے اس پر بہت سے رنگ چھارہے تھے، مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا ہیں، پھر مجھے جنت میں داخل کر دیا گیا تو اس میں موتیوں کے ہار تھے اور اس کی مٹی کستوری تھی۔" یہ صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں جو کتاب الصلاۃ میں ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو باب ماذکر عن بنی إسرائیل میں، کتاب الحج میں اور کتاب أحادیث الأنبیاء میں بھی مختلف سندوں سے یونس سے روایت کیا ہے۔[1] اور امام مسلم نے اسے اپنی صحیح کی کتاب الإیمان میں بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

امام احمد نے عبداللہ بن شقیق کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو آپ سے ایک سوال پوچھتا، انھوں نے کہا کہ آپ نے کیا سوال پوچھنا تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ پوچھنا تھا: کیا آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے یہ سوال آپ سے پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا تھا: [قَدْ رَأَيْتُهُ نُورًا ، أَنَّى أَرَاهُ؟] "میں نے اس کا نور دیکھا ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟"[3] امام احمد رحمہ اللہ کی روایت میں اسی طرح آیا ہے۔ امام مسلم نے اپنی "صحیح" میں عبداللہ بن شقیق سے اور انھوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: [نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ] "اللہ تعالیٰ کی ذات تو نور ہے میں اسے

[1] صحیح البخاری، الصلاۃ ،باب: کیف فرضت الصلاۃ ......؟ حدیث:349 والحج، باب ماجاء فی زمزم، حدیث: 1636 وأحادیث الأنبیاء، باب ذکر إدریس علیہ السلام......، حدیث:3342 جبکہ أحادیث الأنبیاء میں باب ماذکر عن بنی إسرائیل کے تحت یہ حدیث نہیں ہے، البتہ بخاری ہی میں بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ......، حدیث:3207 میں ہے۔ [2] صحیح مسلم ، الإیمان ، باب الإسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث:163. [3] مسند أحمد:147/5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیسے دیکھ سکتا ہوں؟‘‘① عبداللہ بن شَقیق سے روایت ہے کہ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تو آپ سے ایک سوال پوچھتا، انھوں نے کہا: آپ نے کیا سوال پوچھنا تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ سوال پوچھنا تھا کہ کیا آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے یہ سوال پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا: [رَأَیْتُ نُورًا] ’’میں نے نور دیکھا ہے۔‘‘②

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت: امام احمد نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [لَمَّا كَذَّبَتْنِي قُرَيْشٌ حِينَ أُسْرِيَ بِي إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَا اللّٰهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ ، فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهٖ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ] ’’جب مجھے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی تو قریش نے میری تکذیب کی، میں حجر میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بیت المقدس دکھا دیا، میں اس وقت بیت المقدس کو دیکھ رہا تھا اور قریش کو اس کی نشانیوں کے بارے میں بتا رہا تھا۔‘‘③ امام بخاری و مسلم نے اس روایت کو صحیحین میں بھی کئی سندوں سے بیان کیا ہے۔④ بیہقی میں ہے کہ ابن شہاب نے کہا کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ قریش کے کچھ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے: کیا آپ اپنے ساتھی کی اس بات کو کبھی سچ مانیں گے کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ ایک ہی رات میں بیت المقدس جا کر مکہ میں واپس بھی آ گئے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا آپ نے واقعی یہ بات فرمائی ہے۔ انھوں نے کہا: ہاں، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر آپ نے یہ بات فرمائی ہے تو سچ فرمایا ہے۔ انھوں نے کہا: تعجب ہے کہ آپ ان کی اس بات کو سچ سمجھتے ہیں کہ وہ راتوں رات شام جا کر صبح ہونے سے پہلے پہلے مکہ میں واپس بھی آ گئے! انھوں نے فرمایا: ہاں، میں تو آپ کی اس سے بھی بڑی بات کی تصدیق کرتا ہوں، یعنی میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ آپ کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے۔ ابوسَلَمہ کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے ابوبکر کو صِدّیق کے نام سے موسوم کیا گیا۔⑤

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت: امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ شب معراج رسول اللہ ﷺ جنت میں داخل ہوئے تو آپ نے ایک طرف قدموں کی آہٹ سنی تو پوچھا: [يَا جِبْرِيلُ! مَا هٰذَا؟] ’’جبریل! یہ کیا ہے؟‘‘ انھوں نے جواب دیا کہ یہ بلال مؤذن کے قدموں کی آہٹ ہے، نبی ﷺ جب لوگوں کے پاس واپس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: [قَدْ أَفْلَحَ بِلَالٌ رَأَيْتُ لَهُ كَذَا وَكَذَا] ’’بلال کامیاب ہو گئے، میں نے جنت میں انھیں ایسے ایسے دیکھا ہے۔‘‘ جنت میں جب موسیٰ علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی تو انھوں نے آپ کا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ نبی امی کی تشریف آوری

---

① صحیح مسلم ، الإیمان ، باب فی قوله ﷺ:[نور أنّی أراه……]، حدیث: 178. ② صحیح مسلم، الإیمان، باب فی قوله ﷺ : [نور أنّی أراه……]، حدیث:(292)-178. ③ مسند أحمد:377/3. ④ صحیح البخاری، التفسیر ، باب قوله: ﴿أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ……﴾ (بنیٓ إسرآء یل 1:17)،حدیث: 4710و3886. ⑤ دلائل النبوة للبیهقی، باب الإسراء برسول الله من المسجد الحرام……:360/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرخوش آمدید کہتے ہیں، آپ نے فرمایا:[وَهُوَ رَجُلٌ آدَمُ طَوِيلٌ، سَبُطٌ شَعْرُهُ مَعَ أُذُنَيْهِ ، أَوْ فَوْقَهُمَا]''موسیٰ علیہ السلام کا رنگ گندمی، قد طویل اور بال لمبے تھے جو کانوں تک تھے یا ان سے اوپر میں نے پوچھا:[مَنْ هٰذَا؟ يَا جِبْرِيلُ!]''جبریل! یہ کون ہیں؟'' انھوں نے بتایا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔[1] اس کے بعد آپ آگے تشریف لے گئے اور وہاں ایک جلیل القدر اور پر ہیبت شیخ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے خوش آمدید اور سلام کہا۔ تمام انبیائے کرام ہی آپ کو سلام کہتے تھے، آپ نے پوچھا: [مَنْ هٰذَا؟ يَا جِبْرِيلُ!]''جبریل! یہ کون ہیں؟'' انھوں نے بتایا کہ یہ آپ کے باپ ابراہیم ہیں۔

آپ نے کچھ لوگوں کو جہنم میں دیکھا جو مردار کھا رہے تھے، آپ نے پوچھا:[مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ يَا جِبْرِيلُ!]''جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟'' انھوں نے جواب دیا: یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھایا کرتے تھے؟ یعنی غیبت کیا کرتے تھے، آپ نے ایک آدمی دیکھا جو بہت سرخ، نیلگوں رنگ، گھنگریالے اور پراگندہ بالوں والا تھا، آپ نے پوچھا:[مَنْ هٰذَا؟ يَا جِبْرِيلُ!] ''جبریل! یہ کون ہے؟'' انھوں نے جواب دیا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے (صالح کی) اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپسی پر مسجد اقصیٰ میں تشریف لائے تو آپ نے نماز پڑھنا شروع فرمادی اور تمام نبیوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کی خدمت میں دو پیالے پیش کیے گئے، ایک دائیں طرف سے اور دوسرا بائیں طرف سے، ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شہد، آپ نے دودھ کو لے لیا اور نوش فرمایا جس کے ہاتھ میں پیالہ تھا، اس نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار فرمایا ہے۔[2] اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر اصحاب کتب ستہ نے اسے بیان نہیں کیا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بیت المقدس کی سیر کرائی گئی اور پھر آپ اسی رات واپس بھی تشریف لے آئے اور آپ نے لوگوں سے اپنے اس سفر بیت المقدس کی علامت اور قریش کے قافلے کے بارے میں بیان فرمایا تو کچھ لوگوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کہہ رہے ہیں ہم اس کی تصدیق نہیں کرتے، وہ مرتد ہو کر کافر ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے ان سب کی گردنوں کو ابو جہل کے ساتھ (غزوۂ بدر میں) مار دیا تھا۔ ابو جہل کہنے لگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں زقوم کے درخت سے ڈراتے ہیں، کھجور اور پنیر لاؤ اور اسے باہم ملا دو تو یہ زقوم بن گیا (حالانکہ زقوم جہنم میں تھوہر کے درخت کا نام ہے) آپ نے دجال کو بھی اس رات خواب میں نہیں بلکہ سر کی آنکھوں سے دیکھا تھا، نیز عیسیٰ، موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو بھی دیکھا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دجال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

[رَأَيْتُهُ فَيْلَمَانِيًّا أَقْمَرَ هِجَانًا، إِحْدٰى عَيْنَيْهِ قَائِمَةٌ، كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ، كَأَنَّ شَعْرَ رَأْسِهِ أَغْصَانُ شَجَرَةٍ، وَّرَأَيْتُ عِيسٰى شَابًّا أَبْيَضَ، جَعْدَ الرَّأْسِ، حَدِيدَ الْبَصَرِ، مُبَطَّنَ الْخَلْقِ، وَرَأَيْتُ مُوسٰى أَسْحَمَ آدَمَ، كَثِيرَ الشَّعْرِ۔ قَالَ حَسَنٌ: اَلشَّعَرَةِ۔ شَدِيدَ الْخَلْقِ، وَنَظَرْتُ إِلٰى إِبْرَاهِيمَ، فَلَا أَنْظُرُ إِلٰى إِرْبٍ مِّنْ آرَابِهِ إِلَّا نَظَرْتُ إِلَيْهِ مِنِّي، كَأَنَّهُ صَاحِبُكُمْ ، فَقَالَ جِبْرِيلُ علیہ السلام سَلِّمْ عَلٰى (أَبِيكَ) فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ]

[1] بعض نسخوں میں موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی ہے۔ [2] مسند أحمد:257/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’میں نے اسے دیکھا کہ وہ بہت بھاری بھرکم عظیم الجُثّہ ، چاند کی طرح روشن رو تھا، اس کی ایک آنکھ سلامت تھی اور یوں محسوس ہوتی تھی گویا چمکدار تارا ہو اور اس کے سر کے بال اس طرح تھے جیسے کسی درخت کی شاخیں ہوں۔ میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ سفید رنگ کے نوجوان تھے، ان کے سر کے بال گھنگریالے، نظر بہت تیز اور پیٹ کے دبلے پتلے تھے، میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ لحیم وشحیم، گندمی رنگ، زیادہ بالوں والے۔ فرمایا: خوبصورت بالوں والے۔ مضبوط جسم کے مالک تھے، میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، میں نے آپ کی جس خوبی کو بھی دیکھا، وہ مجھے اپنے آپ میں بھی نظر آئی بس یوں ہی سمجھو کہ وہ مجھ سے بہت ہی ملتے جلتے تھے، جبریل نے کہا کہ اپنے باپ کو سلام کہیں تو میں نے آپ کو سلام کہا۔‘‘[1] اسے امام نسائی رحمہ اللہ نے ابوزید ثابت (بن یزید) اور انھوں نے ہلال (بن خباب) سے اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ سند صحیح ہے۔[2]

امام بیہقی نے ابوالعالیہ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ ہم سے تمھارے نبی ﷺ کے برادر عم زاد ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَیْتُ لَیْلَةَ أُسْرِیَ بِی مُوسَی بْنَ عِمْرَانَ علیہ السلام، رَجُلًا طِوَالًا جَعْدًا کَأَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ شَنُوءَ ةَ ، وَرَأَیْتُ عِیسَی ابْنَ مَرْیَمَ علیہ السلام مَرْبُوعَ الْخَلْقِ إِلَی الْحُمْرَةِ وَالْبَیَاضِ، سَبِطَ الرَّأْسِ وَأُرِیَ مَالِکًا خَازِنَ جَهَنَّمَ وَالدَّجَّالَ فِی آیَاتٍ أَرَاهُنَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِیَّاهُ قَالَ: ﴿فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ﴾ (السجدة 23:32)] ’’میں نے شب معراج موسیٰ بن عمران کو دیکھا کہ وہ طویل القامت اور گھنگریالے بالوں والے تھے، گویا وہ خاندان شنوءہ کے لوگوں میں سے ہوں اور میں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اس طرح دیکھا کہ آپ درمیانے قد، سرخ وسفید رنگ اور لمبے بالوں والے تھے، مجھے جہنم کے داروغے مالک اور دجال کو بھی ان نشانیوں کے ساتھ دکھایا گیا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھائیں۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ﴾ ’’پس آپ ان کے ملنے سے شک میں نہ ہوں۔‘‘ امام قتادہ رحمہ اللہ اس کی تفسیر یہ بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی: ﴿وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ﴾ (بنی إسرآء یل 2:17) ’’اور ہم نے اس (کتاب) کو (یا موسیٰ کو) بنی اسرائیل کے لیے (ذریعۂ) ہدایت بنایا۔‘‘ امام قتادہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لیے ذریعۂ ہدایت بنادیا تھا۔[3] امام مسلم نے اسے صحیح میں روایت کیا ہے۔[4] اور امام بخاری ومسلم نے اسے قتادہ سے مختصراً بھی روایت کیا ہے۔[5]

---

① مسند أحمد:374/1. ② السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، سورة الإسراء:377/6، حدیث:11283. ملحوظ: مسند احمد میں نحن لانصدق ...... کے بجائے نحن نصدق......؟ یعنی استفہام انکاری ہے، تاہم مفہوم دونوں کا ایک ہے، اسی طرح مسند احمد کے مذکورہ حوالے میں (سَلِّمْ عَلٰی مَالِكٍ) ہے جبکہ مسند أبی یعلی الموصلی:108/5، حدیث:2720 میں......أَبِیكَ اور سیاق کلام سے مؤخر الذکر ہی درست معلوم ہوتا ہے۔ واللّٰہ أعلم. ③ دلائل النبوة للبیهقی، باب الدلیل علیٰ أن النبی ﷺ عرج به إلی السماء......:386/2 . ④ صحیح مسلم، الإیمان، باب الإسراء برسول اللّٰہ......، حدیث:165. ⑤ صحیح البخاری، بدء الخلق، باب: إذ قال أحدکم: آمین......، حدیث:3239 و3396 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الإسراء ......، حدیث:165.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام احمد ہی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَمَّا كَانَ لَيْلَةُ أُسْرِيَ بِي، وَ أَصْبَحْتُ بِمَكَّةَ فَظِعْتُ بِأَمْرِي ، وَعَرَفْتُ أَنَّ النَّاسَ مُكَذِّبِيَّ] ”جب رات کو مجھے معراج کرائی گئی اور پھر صبح کے وقت میں مکہ میں تھا میں گھبرا گیا اور میں نے معلوم کرلیا کہ لوگ میری تکذیب کریں گے“ تو آپ غمزدہ حالت میں الگ تھلگ ہو کر بیٹھ گئے، اللہ کے دشمن ابوجہل کا پاس سے گزر ہوا تو وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گیا اور طنزیہ انداز میں کہنے لگا: کیا کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے۔ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ] ”ہاں“ اس نے کہا: وہ کیا؟ تو آپ نے فرمایا: [إِنَّهُ أُسْرِيَ بِيَ اللَّيْلَةَ] ”رات کو مجھے سیر کرائی گئی۔“ اس نے پوچھا: کہاں؟ آپ نے فرمایا: [إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ] ”بیت المقدس تک کی“ اس نے کہا: پھر بوقت صبح آپ یہاں پہنچ گئے؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ] ”ہاں“ ابوجہل نے فوراً آپ کی تکذیب نہ کی کیونکہ اس نے یہ سوچا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگوں کو آپ کی یہ بات بتائے اور آپ اس کا انکار کردیں، اس لیے اس نے کہا کہ اگر آپ کی قوم کے لوگوں کو یہاں بلاؤں تو کیا آپ ان سے بھی یہ بات بیان کریں گے جو مجھ سے بیان کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [نَعَمْ] ”ہاں“ تو اس نے آواز دی، اے بنی کعب بن لُؤَیّ کے لوگو! تو لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور آ کر ان دونوں کے پاس بیٹھ گئے تو ابوجہل کہنے لگا کہ وہ بات ذرا ان سے بھی بیان کریں جو آپ نے مجھ سے بیان کی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنِّي أُسْرِيَ بِيَ اللَّيْلَةَ] ”بلاشبہ مجھے رات کو سیر کرائی گئی ہے۔“ لوگوں نے کہا: کہاں کی؟ آپ نے فرمایا: [إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ] ”بیت المقدس تک کی۔“ لوگوں نے پوچھا: پھر صبح آپ یہاں پہنچ گئے؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ] ”ہاں“۔

تو یہ سن کر کچھ لوگ تو تالیاں بجانے لگے اور کچھ لوگوں نے اسے جھوٹ سمجھ کر از راہ تعجب اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیے اور کہنے لگے: کیا آپ ہمارے سامنے مسجد اقصیٰ کی کیفیت بیان کر سکتے ہیں؟ کیونکہ ان میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے اس شہر کا سفر کیا اور مسجد کو دیکھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [فَذَهَبْتُ أَنْعَتُ فَمَا زِلْتُ أَنْعَتُ حَتَّى الْتَبَسَ عَلَيَّ بَعْضُ النَّعْتِ ، قَالَ: فَجِيءَ بِالْمَسْجِدِ وَ أَنَا أَنْظُرُ حَتّٰى وُضِعَ دُونَ دَارِ عِقَالٍ ، أَوْ عُقَيْلٍ ، فَنَعَتُّهُ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ قَالَ: وَكَانَ مَعَ هٰذَا نَعْتٌ لَّمْ أَحْفَظْهُ، قَالَ :فَقَالَ الْقَوْمُ : أَمَّا النَّعْتُ فَوَ اللّٰهِ ! لَقَدْ أَصَابَ] ”میں نے کیفیت بیان کرنا شروع کی حتی کہ مجھے جب کچھ اشتباہ سا ہونے لگا تو مسجد کو میرے سامنے لایا گیا اور میں نے اسے دیکھنا شروع کر دیا، یوں محسوس ہوتا تھا کہ مسجد کو عِقال یا عُقیل کے گھر سے قریب رکھ دیا گیا ہے اور میں نے اسے دیکھتے ہوئے اس کی کیفیت کو بیان کرنا شروع کر دیا کیونکہ اس کی کچھ کیفیت ایسی تھی جو مجھے یاد نہیں رہی تھی، لوگوں نے کہا کہ جہاں تک مسجد کی کیفیت کا تعلق ہے تو وہ تو اللہ کی قسم! انھوں نے صحیح صحیح بیان کی ہے۔“ [1] اسے امام نسائی اور بیہقی نے بھی بیان کیا ہے۔ [2]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت: حافظ ابوبکر بیہقی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] مسند أحمد:309/1. [2] السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة الإسراء:377/6، حديث:11285 ودلائل النبوة للبيهقي، باب الإسراء برسول الله ﷺ......:364,363/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کومعراج کرائی گئی تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا، یہ چھٹے آسمان میں ہے اور جو چیز اوپر لے جائی جاتی ہے وہ یہاں تک پہنچتی ہے حتی کہ اسے یہاں سے لے لیا جاتا ہے اور جو چیز اوپر سے آتی ہے وہ بھی یہاں سے ہو کر نیچے آتی ہے حتی کہ اسے لے لیا جاتا ہے۔ ﴿ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ ﴾ (النجم16:53) ''جبکہ اس بیری کو ڈھانپ رہا تھا جو ڈھانپ رہا تھا۔'' آپ نے فرمایا کہ اس پر سونے کے پتنگے چھا رہے تھے، رسول اللہ ﷺ کو اس رات پانچ نمازوں اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطا کی گئیں اور اس شخص کے کبیرہ گناہوں کی مغفرت کی نوید بھی سنائی گئی جو کسی بھی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بناتا ہو۔[1] اس روایت کو امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں بیان فرمایا ہے۔[2]

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت: امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جابیہ میں تھے کہ آپ نے فتح بیت المقدس کا ذکر کیا امام احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ابوسلمہ نے کہا مجھ سے ابوسنان نے عُبید بن آدم کے واسطے سے فرمایا کہ میں نے سنا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، کعب رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے کہ تمھاری رائے میں مجھے نماز کہاں پڑھنی چاہیے، انھوں نے کہا کہ اگر آپ مجھ سے پوچھتے ہیں تو آپ صخرہ کے پیچھے نماز ادا کریں، اس طرح سارا اقدس آپ کے سامنے ہوگا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس طرح تو آپ کی یہودیت سے مشابہت ہو جائے گی، اس لیے میں تو نماز اس جگہ ادا کروں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی، اس کے بعد آپ قبلے کی طرف بڑھ گئے اور آپ نے نماز پڑھی، پھر آپ نماز سے فراغت کے بعد تشریف لائے تو آپ نے اپنی چادر کو پھیلا دیا اور مسجد میں جھاڑو دے کر کوڑا اس میں ڈالنا شروع کر دیا اور لوگوں نے بھی مسجد میں جھاڑو دینا شروع کر دیا۔[3]

آپ نے صَخْرَہ کو ایسی تعظیم نہ دی کہ اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز ادا کی ہو جیسا کہ کعب احبار نے کہا تھا، یاد رہے کہ کعب کا تعلق اس قوم سے تھا جو صَخْرَہ کی تعظیم کرتی اور اسے قبلہ قرار دیتی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرمایا کہ انھیں اسلام اور ہدایت حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرما دی، یہی وجہ ہے کہ جب انھوں نے صَخْرَہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا اشارہ کیا تو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم نے یہودیت کی مشابہت اختیار کر لی ہے لیکن میں صَخْرَہ کی اس طرح توہین نہیں کروں گا جس طرح عیسائیوں نے اس کی توہین کرتے ہوئے اسے کوڑے کرکٹ کا ڈھیر بنا دیا تھا، اس لیے کہ یہ یہودیوں کا قبلہ تھا لیکن میں تو اس کوڑے کرکٹ کو صاف کر دوں گا، پھر آپ نے اپنی مبارک چادر سے اس کی صفائی کر دی تھی۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت: امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(حِينَ أُسْرِيَ بِي لَقِيتُ مُوسٰى عليه السلام) قَالَ فَنَعَتَهُ، فَإِذَا رَجُلٌ ـ حَسِبْتُهُ قَالَ ـ: مُضْطَرِبٌ، رَجِلُ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ، قَالَ: وَلَقِيتُ عِيسٰى، فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: رَبْعَةٌ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ

---

[1] دلائل النبوۃ للبیهقي، باب الدلیل علی أن النبي ﷺ عرج به إلی السماء......: 373,372/2. [2] صحیح مسلم، الإیمان، باب فی ذکر سدرۃ المنتهی، حدیث: 173. [3] مسند أحمد: 38/1 البتہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دِیمَاسٍ۔ یَعْنِی الْحَمَّامَ ۔ وَرَأَیْتُ إِبْرَاهِیمَ وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِهِ بِهِ ، قَالَ: وَأُتِیتُ بِإِنَاءَیْنِ أَحَدُهُمَا لَبَنٌ وَّالْآخَرُ فِیهِ خَمْرٌ، فَقِیلَ لِی: خُذْ أَیَّهُمَا شِئْتَ، فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ، فَقِیلَ لِی: هُدِیتَ الْفِطْرَةَ أَوْ أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ: أَمَا! إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ]

’’جب مجھے سیر کرائی گئی تو موسیٰ علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو آپ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا کہ وہ ایک (ایسے) آدمی تھے۔ راوی کہتا ہے میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جو دراز قد اور ان کے سر کے بال قدرے گھنگریالے تھے، گویا آپ خاندان شنوءہ کے آدمیوں کی طرح تھے، آپ نے فرمایا کہ میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ درمیانی قامت اور سرخ رنگ کے خوبصورت انسان تھے، گویا ابھی حمام سے (غسل کرکے) باہر آئے ہوں اور میں نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی ملاقات کی اور آپ کی اولاد میں سے میں آپ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس دو برتن لائے گئے، ان میں سے ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب تھی، مجھ سے کہا گیا کہ ان میں سے جس برتن کو چاہو اپنے لیے پسند فرما لو تو میں نے دودھ والے برتن کو لے کر دودھ کو نوش کر لیا تو مجھ سے کہا گیا کہ آپ نے فطرت کا انتخاب کیا ہے، اگر آپ شراب کے برتن کو لے لیتے تو آپ کی ساری امت گمراہ ہو جاتی۔‘‘[1] صحیحین میں یہ ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے۔[2]

صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[لَقَدْ رَأَیْتُنِی فِی الْحِجْرِ وَقُرَیْشٌ تَسْأَلُنِی عَنْ مَّسْرَایَ، فَسَأَلَتْنِی عَنْ أَشْیَاءَ مِنْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا، فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَّا كُرِبْتُ مِثْلَهُ قَطُّ۔ قَالَ۔: فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِی أَنْظُرُ إِلَیْهِ، مَا یَسْأَلُونِّی عَنْ شَیْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ بِهِ، وَقَدْ رَأَیْتُنِی فِی جَمَاعَةٍ مِّنَ الْأَنْبِیَاءِ،فَإِذَا مُوسٰی علیہ السلام قَائِمٌ یُّصَلِّی، فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ شَنُوءَةَ، وَإِذَا عِیسَی ابْنُ مَرْیَمَ علیہ السلام قَائِمٌ یُّصَلِّی، أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الثَّقَفِیُّ، وَإِذَا إِبْرَاهِیمُ علیہ السلام قَائِمٌ یُّصَلِّی، أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبُكُمْ یَعْنِی نَفْسَهُ ﷺ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ، فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ قَائِلٌ: یَا مُحَمَّدُ! هٰذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ، فَالْتَفَتُّ إِلَیْهِ فَبَدَأَنِی بِالسَّلَامِ]

’’میں حجر میں تھا اور قریش میری سیر (معراج) کے بارے میں سوال کر رہے تھے، انھوں نے بیت المقدس کے بارے میں بھی مجھ سے کئی چیزیں پوچھیں جو مجھے اچھی طرح یاد نہ تھیں، اس لیے مجھے ایسا غم لاحق ہوا کہ اس طرح کا غم کبھی لاحق نہ ہوا ہو گا۔ فرمایا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اس طرح میرے سامنے لا کھڑا کیا کہ میں اسے دیکھ رہا تھا اور اب اس کے بارے میں وہ مجھ سے جو بھی سوال کرتے میں اس کا جواب دے دیتا تھا۔ میں نے انبیائے کرام کی بھی ایک جماعت دیکھی، موسیٰ علیہ السلام

---

[1] صحیح البخاري، أحادیث الأنبیاء ، باب قول اللّٰه تعالٰی: ﴿وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مَرْیَمَ ......﴾ (مریم 16:19)، حدیث: 3437 وصحیح مسلم، الإیمان ، باب الإسراء ......، حدیث: 168 جبکہ قوسین والے الفاظ مسلم کے مطابق ہیں۔ [2] صحیح البخاري، أحادیث الأنبیاء ، باب قول اللّٰه تعالٰی : ﴿وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰی ۝ ......﴾ (طٰہٰ 9:20)، حدیث: 3394 وصحیح مسلم، الأشربة، باب جواز شرب اللبن، حدیث:168، بعد الحدیث:2009.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو کھڑے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، وہ دراز قد گھنگریالے بالوں والے تھے، گویا شنوءہ کے لوگوں میں سے ہوں، عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ بھی کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، لوگوں میں سے عروہ بن مسعود ثقفی ان سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی کھڑے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، لوگوں میں سے، میں خود آپ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں، نماز کا وقت ہوا تو میں نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت کے فرائض انجام دیے، جب میں نماز سے فارغ ہوا تو کسی کہنے والے نے کہا: اے محمد (ﷺ!) یہ مالک داروغۂ جہنم ہیں آپ انھیں سلام کہیں، میں نے ان کی طرف جھانکا تو انھوں نے مجھے پہلے سلام کیا۔‘‘ [1]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت: امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی گئی اور آپ نے صبح لوگوں کو اس کے بارے میں بتانا شروع کیا تو کچھ وہ لوگ بھی مرتد ہو گئے جو پہلے آپ پر ایمان لا چکے اور آپ کی تصدیق کر چکے تھے۔ یہ لوگ بھاگے بھاگے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے کہنے لگے۔ کیا آپ اپنے ساتھی کی اس بات کی بھی تصدیق کریں گے کہ وہ کہتے ہیں کہ انھیں راتوں رات بیت المقدس کی سیر کرائی گئی ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا انھوں نے یہ بات فرمائی ہے۔ لوگوں نے کہا: ہاں، تو آپ نے کہا کہ اگر آپ نے یہ بات فرمائی ہے تو آپ نے سچ فرمایا ہے، انھوں نے پوچھا کیا آپ ان کی اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ راتوں رات بیت المقدس گئے، پھر صبح ہونے سے پہلے پہلے یہاں واپس بھی آ گئے۔ آپ نے فرمایا: ہاں، میں تو آپ کی اس سے بھی بڑی بات کی تصدیق کرتا ہوں، میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ آپ کے پاس صبح شام آسمان سے وحی آتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صِدّیق کے نام سے موسوم قرار پائے۔ [2]

زمانۂ معراج: موسیٰ بن عقبہ نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے تھی۔ عروہ کا بھی یہی قول ہے۔ [3] سدی کہتے ہیں کہ ہجرت سے سولہ ماہ پہلے تھی۔ [4]

حق بات یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کو معراج نیند میں نہیں بلکہ حالت بیداری میں کرائی گئی تھی مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک بُراق پر سوار کر کے آپ کو لے جایا گیا، جب آپ مسجد کے دروازے پر پہنچے تو آپ نے اس جانور کو دروازے کے پاس باندھ دیا اور خود مسجد کے اندر تشریف لے گئے اور مسجد کے قبلے میں تحیۃ المسجد کے طور پر دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر معراج کو لایا گیا، یہ سیڑھی کی طرح ایک چیز تھی جس میں زینے بنے ہوئے تھے، آپ ان پر چڑھتے ہوئے آسمان دنیا اور پھر باقی سات آسمانوں تک پہنچ گئے، ہر آسمان کے مقربین نے آپ کا استقبال کیا اور آپ نے ان تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو سلام کہا جو اپنے مراتب و درجات

---

① صحیح مسلم، الإیمان، باب ذکر المسیح ابن مریم ......، حدیث:172. ② دلائل النبوۃ للبیهقی، باب الإسراء برسول اللّٰہ ......:361/2. ③ دلائل النبوۃ للبیهقی، باب الإسراء برسول اللّٰہ ﷺ من المسجد......:355,354/2. ④ دلائل النبوۃ للبیهقی، باب الإسراء برسول اللّٰہ ﷺ......:355/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اعتبار سے ان آسمانوں میں تھے، مثلاً: چھٹے آسمان پر آپ کی موسیٰ کلیم اللہ سے اور ساتویں پر ابراہیم خلیل اللہ سے ملاقات ہوئی، پھر آپ ان اور دیگر تمام انبیائے کرام کے مقام سے آگے بڑھ کر اس مقام تک پہنچ گئے جہاں قلموں کی آواز سنائی دے رہی تھی، یعنی ان قلموں کی آواز جن سے ہونے والے حالات وواقعات کی تقدیر لکھی جاتی ہے۔

آپ نے سدرۃ المنتہیٰ کو بھی دیکھا جسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عظیم الشان کیفیت، سونے کے پتنگوں، مختلف رنگوں اور فرشتوں نے ڈھانپ رکھا تھا، وہاں آپ نے جبریل علیہ السلام کو بھی ان کی اصل شکل وصورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے، نیز آپ نے جبریل کو سبز رنگ کے ریشمی حلے میں دیکھا جو سارے افق پر چھایا ہوا تھا، آپ نے بیت المعمور کو دیکھا اور دیکھا کہ زمینی کعبے کے بانی ابراہیم خلیل اللہ اس کے ساتھ اپنی پشت لگائے ہوئے ہیں، اس آسمانی کعبے میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور جو فرشتے ایک بار داخل ہو گئے تو پھر قیامت کے دن تک دوبارہ ان کی باری نہ آسکے گی۔ آپ نے جنت اور جہنم کا بھی مشاہدہ کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ پر پہلے پچاس نمازیں فرض کیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ازراہ لطف وکرم انھیں کم کر کے پانچ کر دیا، اس سے نماز کے شرف اور عظمت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے معراج سے پہلے نماز پڑھائی یا واپسی پر؟ پھر آپ نیچے اتر کر بیت المقدس میں تشریف لے آئے، حضرات انبیائے کرام علیہم السلام بھی آپ کے ہمراہ تھے، یہاں آپ نے انھیں نماز پڑھائی، ممکن ہے کہ یہ اس دن کی نماز فجر ہو۔ کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو آسمان میں نماز پڑھائی تھی لیکن روایات سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے انھیں بیت المقدس میں نماز پڑھائی۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے انھیں آسمانوں کی سیر سے واپسی پر نماز پڑھائی تھی کیونکہ آپ جب آسمانوں میں ان کے مقامات میں ان کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان میں سے ایک ایک کے بارے میں جبریل سے یہ پوچھا تھا کہ یہ کون ہیں اور جبریل نے ان میں سے ایک ایک کا تعارف کروایا اور قرین صواب بھی یہی بات ہے کیونکہ اللہ رب ذوالجلال کی جناب میں یہی بات پہلے مطلوب تھی کہ وہ آپ پر اور آپ کی امت پر جو چاہے فرض قرار دے اور پھر آپ جب اس سے فارغ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ ومشیت کے مطابق آپ پر اور آپ کی امت پر پانچ نمازوں کو فرض کر دیا اور آپ کے پاس آپ کے تمام نبی بھائی جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے مقابلے میں آپ کے شرف وفضل کا اس طرح اظہار فرمایا کہ آپ کو تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا امام بنا دیا، اس وقت جبریل امین نے اشارہ کیا تھا کہ امامت کے فرائض آپ سرانجام دیں۔

پھر آپ بیت المقدس سے باہر نکلے اور بُراق پر سوار ہو کر منہ اندھیرے ہی مکہ مکرمہ میں واپس تشریف لے آئے۔ وَاللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی أَعۡلَمُ.

آپ کی خدمت میں دودھ اور شہد یا دودھ اور شراب یا دودھ اور پانی یا ان سب چیزوں سے بھرے ہوئے برتن بیت المقدس میں اور بعض روایات کے مطابق آسمانوں میں پیش کیے گئے تھے۔ ممکن ہے دونوں جگہ ہی پیش کیے گئے ہوں کیونکہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حیثیت ایسے تھی جیسے آنے والے (مہمان) کی ضیافت کی جاتی ہے، واللہ أعلم.

معراج جسم وروح کے ساتھ عالم بیداری میں تھی: یادرہے آپ کی یہ معراج جسم وروح کے ساتھ نیند میں نہیں بلکہ عالم بیداری میں تھی اوراس کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ﴾ ''وہ ذات پاک ہے جو رات کے کچھ حصے میں اپنے بندے کو مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک، جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھیں ہیں، لے گئی۔'' اللہ تعالیٰ کی تسبیح عظیم الشان امور ومعاملات کے موقع پر بیان کی جاتی ہے، اگر یہ واقعہ خواب میں پیش آیا ہوتا تو کوئی اتنی بڑی بات نہ تھی، اس میں عظمت وخوبی کا کوئی پہلو نہ تھا، کفار قریش کو اس کی تکذیب کی ضرورت نہ تھی، کچھ لوگ یہ واقعہ سننے کے بعد مرتد نہ ہوتے، پھر اس آیت کریمہ میں لفظ عبد استعمال ہوا ہے جو روح اور جسم دونوں سے عبارت ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (بنيٓ إسرآء يل 60:17) ''اور جو نمائش ہم نے آپ کو دکھائی اس کو لوگوں کے لیے آزمائش کیا۔'' تو اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آنکھوں سے وہ دیکھنا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات دکھایا گیا تھا اور ملعون درخت سے مراد تھوہر کا درخت ہے۔[1] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى﴾ (النجم 17:53) ''ان کی نگاہ نہ تو (حقیقت سے) ہٹی اور نہ (حد سے) آگے بڑھی۔'' آنکھ کا تعلق روح سے نہیں بلکہ جسمانی اعضاء سے ہے۔ علاوہ ازیں آپ کو براق پر سوار کرایا گیا تھا جو کہ سفید رنگ کا بہت ہی چمک دمک والا ایک جانور ہے اور سواری کی ضرورت جسم کو ہوتی ہے روح کو نہیں کیونکہ روح کو حرکت کرنے کے لیے کسی سواری پر سوار ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی، و اللہ أعلم.

ایک عظیم نکتہ: حافظ ابونعیم اصفہانی نے اپنی کتاب ''دلائل النبوہ'' میں بطریق محمد بن عمر واقدی بیان کیا ہے کہ مجھ سے مالک بن ابورجال نے، انھوں نے عمرو بن عبداللہ سے اور انھوں نے محمد بن کعب قُرظی سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دِحیہ بن خلیفہ کو قیصر کی طرف اپنا سفیر بنا کر بھیجا، اس روایت میں دحیہ کے قیصر کے پاس جانے اور آنے کا ذکر ہے، نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرقل بے حد عقل مند انسان تھا، اس نے شام میں آئے ہوئے تاجروں کو طلب کیا تو ابوسفیان صخر بن حرب اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پاس لایا گیا، ہرقل نے ابوسفیان سے وہ مشہور سوالات پوچھے جو صحیح بخاری ومسلم کی روایت میں ہیں جیسا کہ اس کا ذکر آگے آئے گا ابوسفیان کی کوشش تھی کہ وہ آپ کو ہرقل کی نگاہوں میں حقیر اور صغیر کر کے پیش کرے لیکن ابو سفیان نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے اس سے اس بات نے روکا کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ ہرقل کے پاس جھوٹ بولوں، وہ میرے جھوٹ کو پکڑے اور پھر میری کسی بات کو بھی سچ نہ جانے۔

اسی اثنا میں مجھے معراج کے بارے میں آپ کی بات یاد آ گئی تو میں نے کہا: بادشاہ سلامت! میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس شخص نے جھوٹ بولا ہے۔ ہرقل نے پوچھا: وہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ ان کا

---

[1] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب المعراج، حديث: 3888 و 4716.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال ہے کہ وہ ایک رات ہمارے علاقے سرزمین حرم سے نکلے اور تمھاری اس مسجد، مسجدِ ایلیا میں آ گئے، پھر صبح سے پہلے پہلے ہمارے ہاں واپس بھی پہنچ گئے۔

ابوسفیان کی یہ بات سن کر ایلیا کے بِطرِیق (پادری) نے کہا جو اس وقت قیصر کے سر کے پاس کھڑا تھا کہ میں اس رات کو جانتا ہوں، قیصر نے اس کی طرف دیکھا اور کہا کہ تمھیں کیسے معلوم ہوا۔ اس نے کہا: میں ہر رات سونے سے پہلے مسجد کے تمام دروازے بند کر دیا کرتا تھا، اس رات میں نے تمام دروازے بند کر دیے مگر ایک دروازے کا بند ہونا مشکل ہو گیا تو میں نے اپنے تمام کارکنوں اور تمام حاضرین سے مدد لی مگر ہم سب مل کر بھی اس دروازے کو حرکت نہ دے سکے، وہ دروازہ اس وقت پہاڑ کی طرح وزنی معلوم ہوتا تھا، میں نے بڑھئی لوگوں کو بلایا تو انھوں نے بتایا کہ اس پر تو چھت گری ہوئی ہے، صبح ہونے سے پہلے ہم اسے ہلا نہیں سکتے، صبح ہوئی تو ہم دیکھیں گے کہ چھت کہاں سے اور کیسے گری ہے۔ لہٰذا میں واپس آ گیا اور میں نے دونوں دروازے کھلے رہنے دیے۔ صبح ہوئی تو میں ان دروازوں کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ مسجد کے کونے میں پڑے ہوئے پتھر میں ایک سوراخ ہو گیا ہے اور اس میں کسی جانور کے باندھنے کا نشان بھی ہے، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دروازہ کسی نبی کے لیے کھلا رکھا گیا ہے۔ جنھوں نے آج رات ہماری اس مسجد میں نماز ادا فرمائی ہے...... اور پھر انھوں نے باقی تمام حدیث بھی بیان کی۔[1]

احادیث معراج متواتر ہیں: حافظ ابوخطّاب عمر بن دحیہ نے اپنی کتاب ''التنویر فی مولد السراج المنیر'' میں حدیث معراج بطریق انس رضی اللہ عنہ ذکر کرنے کے بعد اس پر بہت ہی احسن انداز میں گفتگو کی ہے اور لکھا ہے کہ معراج کی روایات متواتر ہیں اور یہ عمر بن خطاب، علی، ابن مسعود، ابوذر، مالک بن صَعصَعہ، ابو ہریرہ، ابوسعید، ابن عباس، شدّاد بن اوس، ابی بن کعب، عبدالرحمٰن بن قُرط، ابوحَبّہ، ابولیلیٰ، عبداللہ بن عمرو، جابر، حذیفہ، بُریدہ، ابوایوب، ابوامامہ، سَمُرہ بن جُندُب، ابوحمراء، صہیب رومی، ام ہانی، عائشہ، اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔[2] کچھ راویوں نے ان روایات کو مفصل اور کچھ نے مختصر بیان کیا ہے جیسا کہ مسانید میں ہے، بعض روایات اگرچہ صحیح نہیں ہیں تاہم حدیثِ معراج پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، صرف زندیق اور ملحد لوگ ہی اس کا انکار کرتے ہیں۔ ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ۚ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ (الصّفّ 61:8) ''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی کو اپنے مونہوں سے (پھونک مارکر) بجھا دیں، حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا، خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔''

---

[1] الدر المنثور: 287,286/4 امام سیوطی رحمہ اللہ نے ''دلائل النبوہ'' کے حوالے سے اسے ذکر کیا ہے لیکن ابن کثیر کے محقق سامی بن محمد السلامہ نے کہا ہے کہ دلائل النبوہ کے مطبوع نسخے میں مجھے یہ روایت نہیں ملی جبکہ دوسرے محقق عبدالرزاق مہدی نے لکھا ہے کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے کیونکہ محمد بن کعب تابعی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے اور دوسری علت یہ ہے کہ اس سند میں محمد بن عمر واقدی متروک ہے۔ علاوہ ازیں ہرقل اور ابوسفیان کی باہمی گفتگو معروف روایات میں مروی ہے لیکن ان روایات میں اس واقعہ کا ذکر نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی أعلم۔ [2] مذکورہ بالا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرویات کے حوالے بالترتیب یہ ہیں: مسند أحمد: 38/1

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس کی سند ضعیف ہے۔ کشف الأستار، باب بدء الأذان:178/1، حدیث:352 عن علی رضی اللہ عنہ اس کی سند بھی بہت ضعیف ہے۔ صحیح البخاری، بدء الخلق، باب: إذا قال أحدكم: آمين......، حديث:3233,3232 وصحیح مسلم، الإيمان، باب في ذكر سدرة المنتهى، حديث:173 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ. صحیح البخاری، الصلاة، باب: كيف فرضت الصلاة في الإسراء؟ حديث:349 وصحیح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ إلى السمٰوات ......، حديث:163 عن أبي ذر رضی اللہ عنہ (من رواية أنس عنه). صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم، حديث: 3207 وصحیح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ......، حديث:(164)-265,264 عن مالك بن صعصعة رضی اللہ عنہ (من رواية أنس عنه). صحیح البخاری، التفسير، باب قوله: ﴿ أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا ...... ﴾ (بنیٓ إسرآء يل 1:17)، حديث:4709 وصحیح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ، حديث:168 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. المصنف لعبد الرزاق :452/1، حديث: 1769 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ اس کی سند ضعیف ہے۔ صحیح البخاری، مناقب الأنصار، باب المعراج، حديث: 3888 ومسند أحمد:374/1 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ. البحر الزخار:409/8، حديث:3484 عن شداد بن أوس رضی اللہ عنہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کے ایک راوی کو مختلف فیہ قرار دے کر ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ دیکھیے الإسراء والمعراج للألباني، ص: 69. الإسراء والمعراج (بحواله ابن مردويه) عن أبي بن كعب رضی اللہ عنہ، ص: 56. مجمع الزوائد:78/1، حديث:243 عن عبدالرحمن بن قرط رضی اللہ عنہ. صحیح البخاری، الصلاة، باب: كيف فرضت الصلاة......؟ حديث: 349 وصحیح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ، حديث:163 عن أبي حبة رضی اللہ عنہ، البتہ صحیحین میں ابو حبہ انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کے بعد ہے۔ المعجم الأوسط: 65/3 عن عبدالرحمن بن أبي ليلى، البتہ ابولیلی رضی اللہ عنہ سے اس موضوع پر روایت ہمیں نہیں ملی۔ المعجم الأوسط :712/6، حديث:9247 عن عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ نوٹ: تفسیر کے بعض نسخوں میں اس جگہ عبداللہ بن عمرو ہے جبکہ عبداللہ بن عمر ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ صحیح البخاری، مناقب الأنصار، باب حديث الإسراء، حديث :3886 وصحیح مسلم، الإيمان، باب ذكر المسيح ابن مريم والمسيح الدجال، حديث:170 عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ. جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة بنيٓ إسرائيل، حديث:3147 عن حذيفة بن اليمان رضی اللہ عنہ. جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة بني إسرائيل، حديث :3132 عن بريدة بن الحصيب رضی اللہ عنہ اس کی سند ضعیف ہے۔ مسند أحمد :418/5 عن أبي أيوب رضی اللہ عنہ سند ضعیف ہے لیکن متن کا شاہد موجود ہے۔ مسند أحمد:259/5 عن أبي أمامة الباهلي رضی اللہ عنہ. سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی روایت خواب کے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ والله أعلم دیکھیے صحیح البخاری، التعبير، باب تعبير الرؤيا......، حديث:7047. المعجم الكبير للطبراني:200/22، حديث:526 عن أبي الحمراء رضی اللہ عنہ. المعجم الكبير للطبراني:46/8 ، حديث: 7313 عن صهيب بن سنان رضی اللہ عنہ. المعجم الكبير للطبراني:433,432/24، حديث:1059 عن أم هانی رضی اللہ عنہا. المعجم الكبير للطبراني:401,400/22، حديث: 1000 عن عائشة رضی اللہ عنہا شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کو موضوع قرار دیا ہے، دیکھیے السلسلة الضعيفة، حديث: 3242. المستدرك للحاكم، التفسير، تفسير سورة النجم:469/2 عن أسماء بنت أبي بكر رضی اللہ عنہا.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ﴿2﴾

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا (اور انھیں حکم دیا) کہ تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہراؤ ﴿2﴾

ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴿3﴾

اے (ان لوگوں کی) اولاد! جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا، بے شک وہ شکر گزار بندہ تھا ﴿3﴾

تفسیر آیات:3,2

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد ﷺ کے معراج کے ذکر کے بعد اپنے عبد و رسول اور کلیم موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اور بھی بہت سے مقامات پر اپنے ان دونوں پیغمبروں موسیٰ اور محمد علیہما السلام کا اور تورات و قرآن مجید کا یکجا ذکر فرمایا ہے، اسی طرح یہاں بھی معراج کے ذکر کے بعد فرمایا: ﴿ وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی۔'' یعنی تورات ﴿ وَجَعَلْنٰهُ ﴾ ''اور ہم نے اس کو مقرر کیا'' یعنی کتاب کو ﴿ هُدًى ﴾ ''ہدایت'' یعنی رہنما ﴿ لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ﴿2﴾ ﴾ ''بنی اسرائیل کے لیے کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہرانا'' یعنی میرے سوا کسی کو دوست، مددگار اور معبود نہ بنانا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس نبی کو مبعوث کیا اس پر یہ حکم نازل فرمایا کہ اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے۔

پھر فرمایا ﴿ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ ﴾ یعنی اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا۔ یہ اسلوب اختیار کر کے درحقیقت انھیں اس احسان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تم ان لوگوں کی اولاد ہو جن کو ہم نے نجات دینے کے لیے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کر دیا تھا تو تم بھی اپنے باپ نوح علیہ السلام کی مشابہت اختیار کرو کیونکہ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴿3﴾ ﴾ ''بے شک نوح (ہمارے) شکر گزار بندے تھے'' اور تم میری اس نعمت کو بھی یاد کرو کہ میں نے محمد ﷺ کو رسول بنا کر تمھاری طرف مبعوث فرمایا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَّأْكُلَ الْأَكْلَةَ أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهَا] ''بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ کھانا کھا کر یا پانی پی کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔''[1] اسی طرح اسے امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام مالک نے زید بن اسلم کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اس حدیث کو بیان فرمایا ہے جسے ابوذر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: [أَنَا سَيِّدُ

[1] مسند أحمد:3/117. [2] صحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب حمد الله تعالى ......، حديث:2734 و جامع الترمذي، الأطعمة، باب ماجاء في الحمد......، حديث:1816 و السنن الكبرى للنسائي، الدعاء بعد الأكل، باب ثواب الحمد لله:4/202، حديث:6899.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقَضَيْنَآ إِلَىٰ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ فِى ٱلْكِتَٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى ٱلْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (تورات) میں فیصلہ سنا دیا کہ تم زمین میں دوبار ضرور فساد کرو گے اور ضرور بہت بڑی سرکشی کرو گے ④ پھر جب

كَبِيرًا ④ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولَىٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ أُو۟لِى بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا۟

دونوں میں سے پہلا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے سخت جنگجو بندے بھیج دیے، چنانچہ وہ (فساد انگیزی کے لیے) شہروں کے درمیان گھس (پھیل) گئے اور

خِلَٰلَ ٱلدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ⑤ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ ٱلْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَٰكُم

یہ وعدہ (پورا) کیا ہوا تھا⑤ پھر ہم نے پھیر کر تمھیں ان پر غلبہ دیا اور تمھیں مال اور بیٹوں کے ساتھ مدد دی اور ہم نے تمھیں نفری میں خوب زیادہ کر

بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَٰكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ⑥ إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ

دیا⑥ اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنے ہی نفسوں کے لیے کرو گے اور اگر برائی کرو گے تو (وہ بھی) انھی کے لیے ہوگی پھر جب آخری بار کا وعدہ آیا (تو ایک

أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ ٱلْءَاخِرَةِ لِيَسُۥٓـُٔوا۟ وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا۟ ٱلْمَسْجِدَ كَمَا

اور قوم تم پر غالب آئی) تاکہ وہ تمھارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (اقصیٰ) میں داخل ہو جائیں جیسے پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے، اور تاکہ وہ جس پر

دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا۟ مَا عَلَوْا۟ تَتْبِيرًا ⑦ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ ۚ وَإِنْ

غلبہ پائیں اسے یکسر تباہ کر دیں ⑦ قریب ہے کہ تمھارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر دوبارہ (سرکشی) کرو گے تو ہم بھی دوبارہ (وہی معاملہ) کریں

عُدتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَٰفِرِينَ حَصِيرًا ⑧ وقف لازم

گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے ⑧

النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ بِطُولِهِ وَفِيهِ۔ فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ يَانُوحُ! إِنَّكَ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَقَدْ سَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُورًا اِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ......] ''روز قیامت میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔ لمبی حدیث اور اسی حدیث میں ہے کہ ۔لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے نوح (علیہ السلام!) آپ اہل زمین کی طرف اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار بندے کے نام سے موسوم فرمایا تھا، لہٰذا اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں......'' اور پھر انھوں نے یہ ساری حدیث بیان فرمائی ہے۔ (1)

تفسیر آیات:4-8

یہودیوں کی دوبارہ سرکشی: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے یہودیوں سے ان کی اسی کتاب میں جسے ان کی طرف نازل کیا گیا تھا یہ کہہ دیا تھا کہ وہ زمین میں دوبارہ فساد مچائیں گے اور بڑی ہی سرکشی کریں گے، یعنی وہ لوگوں کے ساتھ بڑی سرکشی، بغاوت اور ظلم واستبداد کا مظاہرہ کریں گے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَضَيْنَآ إِلَيْهِ ذَٰلِكَ ٱلْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هَٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ ○﴾ (الحجر66:15) ''اور ہم نے لوط کی طرف وحی بھیجی کہ ان لوگوں کی جڑ صبح ہوتے ہی کاٹ دی جائے گی۔'' یعنی ہم نے لوط علیہ السلام کو یہ بات پہلے ہی سے بتادی تھی۔

(1) صحیح البخاری، التفسیر ، باب: ﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا﴾...... (بنیٓ إسرآء یل 3:17)، حدیث:4712.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں کا پہلا فساد اور اس کی سزا: ارشاد الٰہی: ﴿ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰىهُمَا ﴾ ''پس جب دونوں میں سے پہلا وعدہ آیا۔'' یعنی ان دونوں فسادوں میں سے پہلے فساد کا وقت آیا تو: ﴿ بَعَثۡنَا عَلَيۡكُمۡ عِبَادًا لَّـنَاۤ اُولِىۡ بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ ﴾ ''ہم نے اپنے سخت لڑائی لڑنے والے بندے تم پر بھیج دیے۔'' یعنی ہم نے اپنی مخلوق میں سے ایسے بندے تم پر مسلط کر دیے جو بہت قوت وطاقت اور زبردست سلطنت کے مالک تھے اور وہ شہروں کے اندر پھیل گئے، یعنی انھوں نے تمھارے شہروں پر قبضہ کر لیا اور تمھارے گھروں کے اندر گھس گئے اور وہ بلا روک ٹوک اور بلا خوف وخطر آنے جانے لگے اور اس طرح وعدہ پورا ہو کر رہا۔ اس بارے میں مفسرین وسلف وخلف میں اختلاف ہے کہ قبضہ وتسلط جمانے والے یہ کون لوگ تھے۔

اس سلسلے میں بہت سی اسرائیلی روایات ہیں، میں ان کے ذکر سے کتاب کو طول نہیں دینا چاہتا کیونکہ ان میں سے کچھ تو موضوع ہیں جن کو بعض زندیقوں نے وضع کیا ہے اور ممکن ہے کہ ان میں سے بعض صحیح بھی ہوں لیکن ہم ان سے بحمد اللہ بے نیاز ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اپنی کتاب میں جو بیان فرما دیا ہے، وہ کافی ہے اس کی موجودگی میں ہمیں سابقہ کتابوں کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہمیں ان کا محتاج ہی نہیں رہنے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے جب سرکشی وبغاوت کی روش اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن کو ان پر مسلط کر دیا۔ جس نے انھیں تباہ وبرباد کر دیا، وہ ان کے گھروں میں گھس گیا اور اس نے ان کی بغاوت وسرکشی کی سزا کے طور پر انھیں ذلیل ورسوا کر کے رکھ دیا اور یہ ان کی بداعمالیوں کی سزا تھی ورنہ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں فرماتے بلکہ ان ظالم یہودیوں نے ظلم و استبداد کا بازار گرم کیا اور بہت سے انبیاء وعلماء کو شہید کر دیا تھا۔

بخت نصر نے کشتوں کے پشتے لگا دیے: ابن جریر نے یحییٰ بن سعید کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے سعید بن مسیّب کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ بخت نصر جب شام پر غالب آیا تو اس نے بیت المقدس کو ویران کر دیا اور یہاں کے لوگوں کو قتل کر دیا، پھر دمشق آیا تو اس نے دیکھا کہ جھاگ پر خون جوش مار رہا ہے، اس نے ان سے پوچھا کہ یہ خون کیا ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو اسی طرح پایا ہے کہ جب جھاگ غالب آتی ہے اور خون ڈالا جاتا ہے تو پھر وہ جھاگ پر غالب آ جاتا ہے، پھر اس نے ستر ہزار مسلمانوں اور غیر مسلموں کو اس خون پر قتل کیا تو یہ خون پرسکون ہو گیا۔ سعید بن مسیّب تک اس روایت کی سند صحیح ہے اور مشہور بات بھی یہی ہے کہ بخت نصر نے اس قدر اشراف اور علماء کو قتل کیا کہ تورات کا ایک عالم بھی باقی نہ بچا اور اس نے نبیوں وغیرہ کی اولاد میں سے بہت سے لوگوں کو قیدی بنا لیا اور بہت سے ایسے واقعات رونما ہوئے جن کا ذکر موجب طوالت ہوگا اور اگر یہ واقعات صحیح یا تقریباً صحیح ہوتے تو ان کو لکھنا اور بیان کرنا جائز ہوتا۔ وَاللّٰهُ أَعۡلَمُ.

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ‌ وَاِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَهَا‌ ﴾ ''اگر تم نیکوکاری کرو گے تو اپنی جانوں کے لیے کرو گے اور اگر اعمال بد کرو گے تو (ان کا) وبال بھی تمھاری جانوں پر ہوگا'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَنۡ عَمِلَ صَالِحًـا فَلِنَفۡسِهٖ‌ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا‌ ﴾ (حٰمٓ السجدۃ 41:46) ''جو نیک کام کرے گا تو اپنے لیے اور جو برے کرے گا تو ان کا ضرر اسی کو ہوگا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَهۡدِیۡ لِلَّتِیۡ هِیَ اَقۡوَمُ وَ یُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ

بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور مومنوں کو بشارت دیتا ہے جو نیک کام کرتے ہیں کہ یقیناً ان کے لیے بہت

لَهُمۡ اَجۡرًا کَبِیۡرًا ﴿9﴾ وَّ اَنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿10﴾ ع 1/10/1

بڑا اجر ہے ⑨ اور یہ کہ بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لیے ہم نے نہایت دردناک عذاب تیار کیا ہے ⑩

دوسرا فساد: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ ﴾ ''پھر جب دوسرا وعدہ (اس کا وقت) آیا۔''یعنی جب تم نے دوسری مرتبہ فساد مچایا اور تمھارے دشمن آ گئے ﴿ لِیَسُوۡٓءٗا وُجُوۡهَکُمۡ ﴾ ''تاکہ وہ تمھارے چہروں کو بگاڑ دیں۔''یعنی تمھیں ذلیل ورسوا اور مغلوب کر دیں۔ ﴿ وَ لِیَدۡخُلُوا الۡمَسۡجِدَ کَمَا دَخَلُوۡهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ ''اور جس طرح پہلی دفعہ مسجد (بیت المقدس) میں داخل ہو گئے تھے، اسی طرح پھر اس میں داخل ہو جائیں۔''یعنی اس پہلی مرتبہ کی طرح جب وہ تمھارے شہروں کے اندر پھیل گئے تھے: ﴿ وَّ لِیُتَبِّرُوۡا مَا عَلَوۡا تَتۡبِیۡرًا ﴿7﴾ عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یَّرۡحَمَکُمۡ ﴾ ''اور جس چیز پر غلبہ پائیں، اسے تباہ کر دیں۔ ہوسکتا ہے کہ تمھارا پروردگار تم پر رحم کرے۔''اور تمھارے دشمنوں کو تم سے دور ہٹا دے ﴿ وَ اِنۡ عُدۡتُّمۡ عُدۡنَا ﴾ ''اور اگر تم لوٹے تو ہم بھی لوٹیں گے۔''یعنی تم جب فساد کرو گے تو ہم تمھیں دنیا ہی میں ذلیل ورسوا کر دیں گے، پھر آخرت کا عذاب اور سزا اس پر مستزاد ہوگی، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَ جَعَلۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ حَصِیۡرًا ﴿8﴾ ﴾ ''اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا رکھا ہے۔''حصیر کے معنی مستقر، مقام، ٹھکانا اور ایسے قید خانے کے ہیں جس سے وہ رہائی حاصل نہ کر سکیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حصیر کے معنی قید خانے کے ہیں۔[1] مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ایسی جگہ کے ہیں جس میں انھیں بند کر دیا جائے گا۔[2] دیگر ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے جبکہ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی بستر اور بچھونے کے ہیں۔[3] قتادہ فرماتے ہیں کہ اسرائیل نے پھر فساد مچایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مسلط فرما دیا جنھوں نے انھیں ذلیل ورسوا کر کے ان سے جزیہ وصول کیا۔[4]

تفسیر آیات:10،9

قرآن مجید کی تعریف: اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب عزیز قرآن مجید کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے جسے اس نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا کہ یہ سیدھے اور نہایت واضح رستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے: ﴿ وَ یُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں بشارت دیتا ہے۔''یعنی ان مومنوں کو بشارت دیتا ہے جو اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ ﴿ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا کَبِیۡرًا ﴿9﴾ ﴾ ''بے شک ان کے لیے اجر عظیم ہے۔''یعنی قیامت کے دن ﴿ وَّ اَنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿10﴾ ﴾ ''اور یہ بھی (بتاتا ہے) کہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یقیناً ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''یعنی جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے قرآن انھیں یہ بشارت دیتا ہے کہ روز قیامت ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہوگا جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ○ ﴾ (اٰل عمرٰن 21:3)

① تفسیر الطبری:59/15. ② تفسیر الطبری:59/15. ③ تفسیر الطبری:59/15. ④ تفسیر الطبری:58/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ یَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالۡخَیۡرِ ؕ وَ كَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلًا ⑪

اور انسان برائی کی دعا (ایسے) مانگتا ہے جیسے اس کی بھلائی کی دعا ہو۔ اور انسان بہت عجلت والا ہے ⑪

''تو ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنادیں۔''

تفسیر آیت:11

انسان کی جلد بازی اور اپنے لیے بددعا: اللہ تعالیٰ نے انسان کی جلد بازی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ جلد بازی کی وجہ سے بسا اوقات اپنے یا اپنی اولاد یا اپنے مال کے لیے ﴿ بِالشَّرِّ ﴾ یعنی موت، ہلاکت، تباہی و بربادی یا لعنت کی بددعا کرنے لگتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس کی بددعا کو قبول فرمالے تو یہ اپنی ہی بددعا کی وجہ سے ہلاک ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوۡ یُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسۡتِعۡجَالَهُمۡ بِالۡخَیۡرِ لَقُضِیَ اِلَیۡهِمۡ اَجَلُهُمۡ ؕ ﴾ (یونس 11:10) ''اور اگر اللہ لوگوں کی برائی میں جلدی کرتا، جس طرح وہ طلب خیر میں جلدی کرتے ہیں تو ان کی (عمر کی) میعاد پوری ہو چکی ہوتی۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور قتادہ نے اس آیت کریمہ کی یہی تفسیر بیان کی ہے[1] اور یہ حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے کہ [لَا تَدْعُوا عَلٰی أَنْفُسِكُمْ،......وَلَا تَدْعُوا عَلٰی أَمْوَالِكُمْ، لَا تُوَافِقُوا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً يُّسْأَلُ فِيهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيبُ لَكُمْ] ''تم اپنے لیے......اور اپنے مال کے لیے بددعا نہ کرو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ قبولیت دعا کی گھڑی ہو اور اللہ تعالیٰ تمھاری بددعا کو قبول فرمالے۔''[2]

جلد بازی اور انسان: انسان کا قلق و اضطراب اور اس کی جلد بازی اسے بددعا پر مجبور کرتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلًا ⑪ ﴾ ''اور انسان جلد باز (پیدا ہوا) ہے۔'' سلمان فارسی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے یہاں حضرت آدم علیہ السلام کا وہ قصہ بیان کیا ہے کہ انھوں نے پاؤں تک روح کے پہنچنے سے پہلے ہی اٹھ کر کھڑے ہو جانے کا ارادہ کر لیا تھا، ان میں روح سر کی طرف سے پھونکی گئی تھی، روح جب دماغ میں پہنچی تو انھیں چھینک آئی اور انھوں نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَرْحَمُكَ رَبُّكَ يَا آدَمُ ''اے آدم! تیرا رب تجھ پر رحم فرمائے۔'' روح جب آنکھوں تک پہنچی تو انھوں نے اپنی آنکھیں کھول دیں، روح جب ان کے اعضاء اور جسم کے دیگر حصوں تک پہنچی تو انھوں نے اپنے جسم کو دیکھنا اور اس پر تعجب کا اظہار شروع کر دیا اور روح پاؤں تک پہنچنے سے پہلے ہی انھوں نے اٹھ کر کھڑے ہو جانے کا ارادہ کر لیا مگر اٹھ نہ سکے اور عرض کرنے لگے: اے میرے رب! رات سے پہلے پہلے جلد روح کو میرے پاؤں تک پہنچا دے۔[3]

---

① تفسیر الطبری:62/15. ② صحیح مسلم، الزهد، باب حديث جابر الطويل......، حديث:3009 مفصلاً. وسنن أبي داود، الوتر، باب النهي أن يدعو الإنسان على أهله وماله، حديث:1532 عن جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہ اور دیکھیے یونس، آیت: 11 کے ذیل میں عنوان: ''اللہ تعالیٰ بددعا کو بھلائی کی دعا کی طرح جلد قبول نہیں فرماتا'' ③ تفسیر الطبری:63/15 جبکہ [الحمدللہ] اور [يرحمك ربك يا آدم] صحيح ابن حبان، التاريخ، ذكر خبر أوهم عالما ......:40/14، حديث: 6167 میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ اور دیکھیے حدیث:6164، 6165.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا، پھر ہم نے رات کی نشانی تو محو (بے نور) کر دی اور دن کی نشانی روشن بنائی تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ⑫

کرو، اور تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جان لو۔ اور ہم نے ہر چیز خوب تفصیل سے بیان کر دی ہے ⑫

تفسیر آیت: 12

رات دن اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں: اللہ تعالیٰ اپنی عظیم الشان نشانیوں کا ذکر کر کے اپنی مخلوق پر اپنے احسانات کا اظہار فرما رہا ہے، ان عظیم الشان نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے دن رات کو ایک دوسرے کے مخالف بنا دیا ہے تاکہ لوگ رات کو سکون کر سکیں اور دن کو اپنے کام کاج اور سفر کر سکیں اور وہ دنوں، ہفتوں، مہینوں اور سالوں کے اعداد و شمار کو معلوم کر سکیں اور اپنے قرضوں کی ادائیگی، عبادات، معاملات اور محنت مزدوری کے اوقات کو پہچان سکیں، اسی لیے فرمایا: ﴿لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ”تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرو۔“ یعنی روزی تلاش کرو اور اس کی خاطر سفر کر سکو ﴿وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ﴾ ”اور تاکہ تم برسوں کا شمار اور حساب جانو۔“ اگر زمانے کا صرف ایک ہی لگا بندھا اسلوب اور انداز ہوتا تو ان مذکورہ بالا چیزوں میں سے کسی کو بھی معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ○ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○﴾ (القصص 28:71-73) ”(اے پیغمبر!) کہہ دیں بھلا دیکھو تو اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک رات (کی تاریکی) کیے رہے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تم کو روشنی لا دے تو کیا تم سنتے نہیں؟ کہہ دیں بھلا دیکھو تو اگر تم پر ہمیشہ قیامت تک دن کیے رہے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تم کو رات لا دے جس میں تم آرام کرو، تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ اور اس نے اپنی رحمت سے تمھارے لیے رات کو اور دن کو بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور (اس میں) اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ شکر کرو۔“

اور فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ○ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ○﴾ (الفرقان 25:61,62) ”اور بہت بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمانوں میں سیارے بنائے اور ان میں (آفتاب کا نہایت روشن) چراغ اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔ اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے (جانے) والا بنایا (یہ باتیں) اس شخص کے لیے جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے (سوچنے اور سمجھنے کی ہیں۔)“ اور فرمایا: ﴿وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ﴾ (المؤمنون 23:80) ”اور رات اور دن کا بدلتے رہنا اسی کے لیے (تصرف) ہے“ اور فرمایا: ﴿يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ○﴾ (الزمر 39:5) ”(اور) وہی رات کو دن پر لپیٹتا اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اسی نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورج اور چاند کو بس میں کر رکھا ہے سب ایک وقتِ مقرر تک چلتے رہیں گے، خبردار! وہی غالب (اور) بخشنے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّیۡلَ سَکَنًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ حُسۡبَانًا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ۝ ﴾ (الأنعام6:96) ’’(وہی رات کے اندھیرے سے) صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے اور اسی نے رات کو (موجب) آرام (ٹھہرایا) اور سورج اور چاند کو (ذرائع) شمار بنایا ہے، یہ اللہ کے (مقرر کیے ہوئے) اندازے ہیں جو نہایت غالب، بڑا علم والا ہے۔‘‘ ﴿ وَاٰیَۃٌ لَّہُمُ الَّیۡلُ ۚۖ نَسۡلَخُ مِنۡہُ النَّہَارَ فَاِذَا ہُمۡ مُّظۡلِمُوۡنَ ۝ۙ وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّہَا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ۝ؕ ﴾ (یٰسٓ 36:37,38) ’’اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو اس وقت ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور سورج اپنے مقرر رستے پر چلتا رہتا ہے یہ (اللہ) غالب (اور) دانا کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے رات کے لیے ایک ایسی نشانی بنادی ہے جس کے ساتھ یہ پہچانی جاتی ہے اور یہ ہے اندھیرا اور چاند کا اس میں نمودار ہونا اور دن کے لیے بھی ایک نشانی بنادی ہے اور یہ روشنی اور سورج کا اس میں طلوع ہونا اور پھر اس نے چاند کی روشنی اور سورج کی ضیاء میں نمایاں فرق کر دیا تاکہ دونوں میں تمیز ہو سکے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ہُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً وَّالۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّقَدَّرَہٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَالۡحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰہُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالۡحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ۝ اِنَّ فِی اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّہَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَّقُوۡنَ ۝ ﴾ (یونس10:5,6) ’’وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور (کاموں کا) حساب معلوم کرو۔ یہ (سب کچھ) اللہ نے تدبیر سے پیدا کیا ہے سمجھنے والوں کے لیے وہ (اپنی) آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ رات اور دن کے (ایک دوسرے کے پیچھے) آنے جانے میں اور جو چیزیں اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں (سب میں) پرہیزگاروں کے لیے نشانیاں ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَہِلَّۃِ ؕ قُلۡ ہِیَ مَوَاقِیۡتُ لِلنَّاسِ وَالۡحَجِّ ؕ ﴾ (البقرة2:189) ’’(اے محمد!) لوگ آپ سے (نئے) چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے) کہہ دیجیے کہ وہ لوگوں کے (کاموں کی میعاد) اور حج کے وقت معلوم ہونے کا ذریعہ ہے۔‘‘

ابن جریج نے عبداللہ بن کثیر سے روایت کیا ہے کہ ﴿ فَمَحَوۡنَاۤ اٰیَۃَ الَّیۡلِ وَجَعَلۡنَاۤ اٰیَۃَ النَّہَارِ مُبۡصِرَۃً ﴾ ’’پس رات کی نشانی کو ہم نے مٹا دیا (تاریک بنایا) اور دن کی نشانی کو روشن بنایا‘‘ میں نشانی سے مراد رات کی تاریکی اور دن کا اجالا ہے۔ [1]

اور ابن جریج نے مجاہد سے یہ روایت کیا ہے کہ سورج دن کی نشانی اور چاند رات کی نشانی ہے۔ [2] ﴿ فَمَحَوۡنَاۤ اٰیَۃَ الَّیۡلِ ﴾ ’’پس ہم نے رات کی نشانی کو مٹا دیا (تاریک بنایا۔)‘‘

اس سے مراد وہ تاریکی ہے جو چاند میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اسی طرح پیدا فرمایا ہے۔ [3] اور ابن ابونجیح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رات اور دن دو نشانیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اسی طرح پیدا فرمایا ہے۔ [4]

[1] تفسیر الطبری:65/15. [2] تفسیر الطبری: 65/15. [3] تفسیر الطبری:65/15. [4] تفسیر الطبری:65/15 عن مجاهد.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَكُلَّ اِنۡسَانٍ اَلۡزَمۡنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِىۡ عُنُقِهٖ‌ؕ وَنُخۡرِجُ لَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلۡقٰهُ مَنۡشُوۡرًا ⑬

اور ہم نے ہر انسان کا عمل (نامہ) اس کی گردن سے لگا دیا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے جس سے وہ ملے گا جبکہ وہ

اِقۡرَاۡ كِتٰبَكَ‌ؕ كَفٰى بِنَفۡسِكَ الۡيَوۡمَ عَلَيۡكَ حَسِيۡبًا ؕ⑭

کھلی ہوگی ⑬ (کہا جائے گا:) اپنا (اعمال) نامہ پڑھ، آج تیرا نفس ہی تیرا حساب لینے والا کافی ہے ⑭

تفسیر آیات: 14,13

ہر انسان کے ساتھ اس کا نامۂ اعمال ہوگا: اللہ تعالیٰ نے زمانے اور اس میں وقوع پذیر ہونے والے بنی آدم کے اعمال کے ذکر کے بعد فرمایا ہے۔ ﴿ وَكُلَّ اِنۡسَانٍ اَلۡزَمۡنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِىۡ عُنُقِهٖ‌ؕ ﴾ ''اور ہم نے ہر انسان کے اعمال کو (بصورت کتاب) اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔'' طائر سے مراد انسان سے سرزد ہونے والے اعمال ہیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد وغیرہ مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد انسان کے وہ اچھے یا برے اعمال ہیں جو انسان کے ساتھ لازم ہیں اور جن کا اسے اچھا یا برا بدلہ دیا جائے گا۔[1] ﴿ فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ؕ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ ﴾ (الزلزال 99:7,8) ''تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی، وہ اسے دیکھ لے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ عَنِ الۡيَمِيۡنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيۡدٌ ۝ مَا يَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيۡبٌ عَتِيۡدٌ ۝ ﴾ (ق 50:17,18) ''جو دائیں بائیں بیٹھے ہیں (لکھ لیتے ہیں)، کوئی بات (اس کی زبان سے) نہیں نکلتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّ عَلَيۡكُمۡ لَحٰفِظِيۡنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيۡنَ ۝ يَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ۝ ﴾ (الانفطار 82:10-12) ''حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ عالی قدر (تمھاری باتوں کے) لکھنے والے۔ جو تم کرتے ہو، وہ اسے جانتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝ ﴾ (الطور 52:16) ''بس جو کام تم کیا کرتے تھے (یہ) انھی کا تم کو بدلہ مل رہا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا يُّجۡزَ بِهٖ ۙ ﴾ (النسآء 4:123) ''جو شخص برے عمل کرے گا، اسے اسی (طرح) کا بدلہ دیا جائے گا۔'' مقصود یہ ہے کہ ابن آدم کے چھوٹے بڑے تمام اعمال کو رات دن، صبح شام لکھ کر محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ ارشاد الٰہی: ﴿ وَنُخۡرِجُ لَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلۡقٰهُ مَنۡشُوۡرًا ⑬ ﴾ ''اور قیامت کے روز (وہ) کتاب ہم اس کے لیے نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔'' یعنی اس کے تمام اعمال کو ایک کتاب میں لکھ لیا جاتا ہے، پھر روز قیامت وہ کتاب اسے دے دی جائے گی، اگر سعادت مند ہوا تو کتاب دائیں ہاتھ اور اگر بد بخت ہوا تو کتاب بائیں ہاتھ میں دے دی جائے گی۔ ﴿ مَنۡشُوۡرًا ⑬ ﴾ کے معنی ہیں کھلا ہوا، یعنی وہ اپنی کتاب اعمال کو کھلا ہوا دیکھے گا، اسے وہ خود بھی اور ہر دوسرا شخص بھی پڑھ سکے گا، اس میں اس کی زندگی کے اوّل سے لے کر آخر تک تمام اعمال درج ہوں گے۔ ﴿ يُنَبَّؤُا الۡاِنۡسَانُ يَوۡمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ؕ بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰى نَفۡسِهٖ بَصِيۡرَةٌ ۙ وَّلَوۡ اَلۡقٰى مَعَاذِيۡرَهٗ ؕ ﴾ (القيمة 75:13-15) ''اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے، بتا دیے جائیں گے بلکہ انسان اپنے آپ پر دلیل و حجت ہے۔ اگر چہ عذر و معذرت کرتا رہے۔''

---

[1] تفسیر الطبری: 15/66,67.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَنِ اهۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَهۡتَدِیۡ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَ مَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡهَا ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ

جس نے ہدایت پائی تو بس وہ اپنے نفس کے لیے ہدایت پاتا ہے، اور جو گمراہ ہوا تو بس وہ اپنے نفس ہی پر گمراہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی

وِّزۡرَ اُخۡرٰی ؕ وَ مَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا ﴿15﴾

دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہم اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم کوئی رسول بھیج دیں ﴿15﴾

اسی لیے فرمایا: ﴿ اِقۡرَاۡ کِتٰبَکَ ؕ کَفٰی بِنَفۡسِکَ الۡیَوۡمَ عَلَیۡکَ حَسِیۡبًا ﴿14﴾ ﴾ ''(کہا جائے گا) اپنی کتاب پڑھ لے، تو آج اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔'' یعنی تو خود جانتا ہے کہ تجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا گیا، تیرے نامۂ اعمال میں صرف وہی کچھ لکھا گیا ہے جو تو نے کیا، تجھے یاد ہے کہ تو نے کیا کیا عمل کیا تھا، اس وقت کوئی شخص بھی اپنے کسی عمل کو نہیں بھولے گا اور ہر شخص، خواہ وہ پڑھا ہو یا ان پڑھ اپنے نامۂ اعمال کو پڑھ سکے گا۔ ﴿ اَلۡزَمۡنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیۡ عُنُقِهٖ ؕ ﴾ ''ہم نے اس کے اعمال کو (بصورت کتاب) اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔'' گردن میں اس لیے کہ یہ انسانی اعضاء میں سے ایک ایسا عضو ہے کہ جس کی جسم انسانی میں دوسری کوئی نظیر نہیں اور جس کی گردن میں کوئی چیز لٹکا دی جائے تو وہ اس سے خلاصی نہیں پا سکتا۔ معمر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں طائر سے مراد انسان کا عمل ہے۔ ﴿ وَ نُخۡرِجُ لَهٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ﴾ ''اور قیامت کے روز ہم (وہ) کتاب اس کے لیے نکالیں گے۔'' یعنی اس کا عمل اسے دکھا دیں گے۔ ﴿ کِتٰبًا یَّلۡقٰهُ مَنۡشُوۡرًا ﴿13﴾ ﴾ ''کتاب جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔''

معمر کہتے ہیں کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی ﴿ عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِیۡدٌ ﴿﴾ ﴾ (ق 17:50) ''جو دائیں بائیں بیٹھے ہیں۔'' اور کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے ابن آدم! میں نے تیرے نامۂ اعمال کو کھول دیا ہے، دو معزز فرشتوں کو تیرے ساتھ مقرر کر دیا ہے جن میں سے ایک تیرے دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف ہے، دائیں طرف والا فرشتہ تیری نیکیوں کو لکھتا ہے اور بائیں طرف والا تیری برائیوں کو لکھتا جاتا ہے، لہٰذا تو جو چاہے عمل کر، تھوڑا کر یا زیادہ کر تو جب فوت ہو گا تو تیرے اس نامۂ اعمال کو بند کر کے تیرے گلے میں ڈال کر اسے تیرے ساتھ قبر میں داخل کر دیا جائے گا حتی کہ جب تو قیامت کے روز اپنی قبر سے نکلے گا تو اسے کھلا ہوا دیکھے گا اور تجھ سے کہا جائے گا: ﴿ اِقۡرَاۡ کِتٰبَکَ ؕ ﴾ ''اپنی کتاب پڑھ لے۔'' تیرے ساتھ پورا پورا عدل کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تجھے خود تیرا محاسب بنا دیا ہے۔[1] امام حسن بصری رحمہ اللہ نے یہ بہت عمدہ بات فرمائی ہے۔

تفسیر آیت: 15

کوئی کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہدایت اختیار کرے، حق کی اتباع کرے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے تو اس کا انجام اچھا ہو گا اور اس کا فائدہ خود اسے ہی ہو گا۔ ﴿ وَ مَنۡ ضَلَّ ﴾ ''اور جو گمراہ ہو۔'' راہ حق سے بھٹک جائے اور رشد و بھلائی کو چھوڑ دے تو وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے اور اس کا وبال اس کی اپنی ہی جان پر ہو گا،

[1] تفسیر الطبری: 69,68/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر فرمایا: ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ﴾ ''اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' یعنی کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور جو شخص بھی گناہ کرے، اس کا وبال اس کی اپنی ہی جان پر ہوگا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَةٌ اِلٰی حِمۡلِهَا لَا یُحۡمَلۡ مِنۡهُ شَیۡءٌ ﴾ (فاطر 18:35) ''اور اگر کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنا بوجھ بٹانے کو کسی کو بلائے گا تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا۔'' اس میں اور درج ذیل ارشاداتِ باری تعالیٰ میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ﴿ وَلَیَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَهُمۡ وَاَثۡقَالًا مَّعَ اَثۡقَالِهِمۡ ﴾ (العنکبوت 13:29) ''اور یہ اپنا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور (لوگوں کے) بوجھ بھی۔'' ﴿ وَمِنۡ اَوۡزَارِ الَّذِیۡنَ یُضِلُّوۡنَهُمۡ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ﴾ (النحل 25:16) ''اور جن کو یہ بلاتحقیق گمراہ کرتے ہیں، ان کے بوجھ بھی (اٹھائیں گے۔)''

کیونکہ جو گمراہی کے داعی ہوں، انھیں گمراہی کا بھی گناہ ہوگا اور ان لوگوں کی گمراہی کا بھی جن کی گمراہی کا یہ سبب بنے تھے اور ان گمراہ ہونے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ کی جائے گی اور نہ یہ ان کے بوجھ کے اٹھانے میں ہاتھ ہی بٹائیں گے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ پورا پورا عدل وانصاف اور اس کی رحمت ہے۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا ⑮ ﴾ ''اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں، عذاب نہیں دیا کرتے۔''

عذاب رسول کی بعثت کے بعد ہی ہوتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل وانصاف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ جب تک پیغمبر کو بھیج کر اتمام حجت نہ کر دے، کسی کو عذاب نہیں دیتا جیسا کہ فرمایا: ﴿ کُلَّمَاۤ اُلۡقِیَ فِیۡهَا فَوۡجٌ سَاَلَهُمۡ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَذِیۡرٌ ○ قَالُوۡا بَلٰی قَدۡ جَآءَنَا نَذِیۡرٌ ۬ۙ فَکَذَّبۡنَا وَقُلۡنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنۡ شَیۡءٍ ۚۖ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ کَبِیۡرٍ ○ ﴾ (الملک 9,8:67) ''جب اس میں ان کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغے ان سے پوچھیں گے: کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! بلاشبہ ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل نہیں کی، تم تو بڑی غلطی میں (پڑے ہوئے) ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَسِیۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوۡهَا فُتِحَتۡ اَبۡوَابُهَا وَقَالَ لَهُمۡ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَتۡلُوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِ رَبِّکُمۡ وَیُنۡذِرُوۡنَکُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِکُمۡ هٰذَا ؕ قَالُوۡا بَلٰی وَلٰکِنۡ حَقَّتۡ کَلِمَةُ الۡعَذَابِ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ○ ﴾ (الزمر 71:39) ''کافروں کو گروہ گروہ بنا کر جہنم کی طرف لے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے تو اس کے داروغے ان سے کہیں گے کہ کیا تمھارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم پر تمھارے پروردگار کی آیتیں تلاوت کرتے اور تمھیں تمھاری اس دن کی ملاقات سے ڈراتے؟ کہیں گے: کیوں نہیں! اور لیکن کافروں کے حق میں عذاب کا حکم ثابت ہو چکا تھا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهُمۡ یَصۡطَرِخُوۡنَ فِیۡهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا غَیۡرَ الَّذِیۡ کُنَّا نَعۡمَلُ ؕ اَوَلَمۡ نُعَمِّرۡکُمۡ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیۡهِ مَنۡ تَذَکَّرَ وَجَآءَکُمُ النَّذِیۡرُ ؕ فَذُوۡقُوۡا فَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ نَّصِیۡرٍ ○ ﴾ (فاطر 37:35) ''وہ اس میں چلائیں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم کو نکال لے (اب) ہم نیک عمل کیا کریں گے نہ وہ جو (پہلے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔ کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو سوچنا چاہتا سوچ لیتا اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا، تو (اب مزے) چکھو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔‘‘

ان کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب تک پیغمبر کو بھیج کر اتمام حجت نہ کر دے، کسی کو جہنم میں داخل نہیں کرتا۔

فوت ہو جانے والے چھوٹے بچوں کا مسئلہ: اس مسئلے میں قدیم وجدید ہر دور کے ائمۂ کرام رحمہم اللہ میں اختلاف رہا ہے کہ فوت ہو جانے والے ان چھوٹے بچوں کے بارے میں کیا حکم ہے جن کے باپ کافر ہوں۔ نیز مجنون، بہرے، شیخ فانی اور اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو دور فترت میں فوت ہو جائے اور اس تک دین کی دعوت نہ پہنچی ہو؟ ان لوگوں کے بارے میں کچھ احادیث بھی موجود ہیں جنھیں میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔

پہلی حدیث: امام احمد رحمہ اللہ نے اَسود بن سَرِیع کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[أَرْبَعَةٌ (يَّحْتَجُّونَ) يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَصَمُّ لَا يَسْمَعُ شَيْئًا وَّرَجُلٌ أَحْمَقُ وَرَجُلٌ هَرَمٌ وَّرَجُلٌ مَّاتَ فِي فَتْرَةٍ، فَأَمَّا الْأَصَمُّ فَيَقُولُ: رَبِّ! لَقَدْ جَاءَ الْإِسْلَامُ وَمَا أَسْمَعُ شَيْئًا وَّأَمَّا الْأَحْمَقُ فَيَقُولُ: رَبِّ لَقَدْ جَاءَ الْإِسْلَامُ وَالصِّبْيَانُ يَحْذِفُونِي بِالْبَعْرِ وَأَمَّا الْهَرَمُ فَيَقُولُ: رَبِّي! لَقَدْ جَاءَ الْإِسْلَامُ وَمَا أَعْقِلُ شَيْئًا وَّأَمَّا الَّذِي مَاتَ فِي الْفَتْرَةِ فَيَقُولُ: رَبِّ! مَا أَتَانِي لَكَ رَسُولٌ فَيَأْخُذُ مَوَاثِيقَهُمْ لَيُطِيعُنَّهُ فَيُرْسِلُ إِلَيْهِمْ أَنِ ادْخُلُوا النَّارَ، قَالَ: فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَوْ دَخَلُوهَا لَكَانَتْ عَلَيْهِمْ بَرْدًا وَّسَلَامًا]

’’یہ چار شخص قیامت کے روز حجت پیش کریں گے: (1) بہرہ شخص جو کچھ نہیں سنتا تھا (2) احمق شخص (3) بے حد بوڑھا شخص اور (4) وہ شخص جو دور فترت میں فوت ہو گیا۔ بہرا شخص کہے گا کہ اے اللہ! اسلام آیا تھا مگر میں تو کچھ بھی سن نہیں سکتا تھا، احمق کہے گا کہ اے اللہ! اسلام آیا تھا مگر مجھے تو بچے مینگنیاں مارتے تھے۔ بوڑھا کہے گا کہ اے اللہ! اسلام آیا مگر میں تو کچھ بھی سمجھتا نہیں تھا اور دور فترت میں فوت ہونے والا کہے گا کہ اے اللہ! میرے پاس تو تیرا کوئی پیغمبر ہی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے عہد و پیمان لے گا کہ تم ضرور میری اطاعت کرو گے، پھر ان کی طرف پیغام بھیجے گا کہ تم جہنم میں داخل ہو جاؤ، اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر وہ جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو وہ ان کے لیے سرد اور موجب سلامتی بن جائے گا۔‘‘[1] یہ حدیث از قتادہ از حسن از ابورافع از ابوہریرہ اسی طرح مروی ہے، البتہ اس کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں: [فَمَنْ دَخَلَهَا كَانَتْ عَلَيْهِ بَرْدًا وَّ سَلَامًا، وَّمَنْ لَّمْ يَدْخُلْهَا يُسْحَبُ إِلَيْهَا] ’’ان میں سے جو شخص جہنم میں داخل ہو جائے گا، وہ اس کے لیے سرد اور موجب سلامتی بن جائے گا اور جو داخل نہ ہوگا تو اسے گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔‘‘[2]

[1] مسند أحمد: 24/4 جبکہ قوسین والا لفظ صحیح ابن حبان، مناقب الصحابة، ذكر الإخبار عن وصف الأقوام الذين يحتجون......: 356/16، حديث: 7357 میں ہے۔ [2] مسند أحمد: 24/4 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسحاق بن راہویہ نے معاذ بن ہشام سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔① امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے اپنی کتاب ''الاعتقاد'' میں روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔②

ابن جریر رحمہ اللہ نے اسے از معمر از ہمام از ابوہریرہ مرفوعاً بیان کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اس کی تائید میں یہ آیت کریمہ پڑھ لو: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ⑮﴾ ''اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔''③ اسی طرح معمر نے عبداللہ بن طاؤس سے، انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے موقوفاً بھی روایت کیا ہے۔④

دوسری حدیث: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(كُلُّ) مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ؟] ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسا کہ جانور پورا صحیح سلامت پیدا ہوتا ہے، کیا تم ان میں کوئی کان کٹا ہوا دیکھتے ہو؟''⑤ ایک روایت میں ہے کہ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ فرمائیں کہ جو چھوٹی عمر میں فوت ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: [اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ] ''اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے۔''⑥ امام احمد نے حضرت ابوہریرہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ، جو اس کے بارے میں زیادہ جانتے ہیں، نے فرمایا:- موسیٰ بن داود کو شک ہے-[ذَرَارِيُّ الْمُسْلِمِينَ فِي الْجَنَّةِ يَكْفُلُهُمْ إِبْرَاهِيمُ عليه السلام] ''مسلمانوں کے چھوٹے بچے جنت میں ہوں گے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی کفالت کریں گے۔''⑦ صحیح مسلم میں عیاض بن حمار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: [إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ] ''بے شک میں نے اپنے بندوں کو یکسو ہو کر عبادت کرنے والے بنایا ہے۔''⑧ اور مسلم کے علاوہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ [مُسْلِمِينَ] ''(میں نے انھیں) مسلمان (پیدا کیا ہے۔)''⑨

تیسری حدیث: حافظ ابوبکر بَرْقانی نے اپنی کتاب ''المستخرج علی البخاری'' میں عوف اعرابی کی ابورجاء عُطارِدی سے اور ان کی سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ] ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا

① مسند إسحاق بن راهويه:123/1، حديث:42. ② الاعتقاد للبيهقى:CD,169/1. ③ تفسير الطبرى:71,70/15. ④ تفسير القرطبى:232/10. ⑤ صحيح البخارى، الجنائز، باب: إذا أسلم الصبى فمات ......، حديث:1359 وصحيح مسلم، القدر، باب معنى كل مولود يولد......، حديث:2658 جبکہ قوسین والا لفظ صحیح البخاری، الجنائز، باب ماقيل فى أولاد المشركين، حديث:1385 میں ہے۔ ⑥ صحيح البخارى، القدر، باب: [اللّٰه أعلم بما كانوا عاملين]، حديث:6600 وصحيح مسلم، القدر، باب معنىٰ كل مولود......، حديث:(23)-2658. ⑦ مسند أحمد: 326/2. ⑧ صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الصفات التى يعرف بها......، حديث:2865 . ⑨ المعجم الكبير للطبرانى:363/17، حديث:997 اس کا سیاق مختلف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے متکبر امراء کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں نافرمانی کرنے لگتے ہیں، چنانچہ اس بستی پر (عذاب

فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ⑯

کی) بات ثابت ہو جاتی ہے، تب ہم اسے مکمل طور پر تباہ کر ڈالتے ہیں ⑯

ہے۔'' لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مشرکوں کے بچے بھی؟ آپ نے فرمایا: [وَأَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ] ''مشرکوں کے بچے بھی۔''[1] اور امام طبرانی نے سَمُرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بیان کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے مشرکوں کے بچوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: [هُمْ خَدَمُ أَهْلِ الْجَنَّةِ] ''وہ اہل جنت کے خادم ہوں گے۔''[2]

چوتھی حدیث: امام احمد رحمہ اللہ نے حسناء بنت معاویہ۔ جن کا تعلق بنی صُرَیم سے ہے۔ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ مجھ سے میرے چچا نے یہ بیان کیا کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جنت میں کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: [اَلنَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ ، وَالشَّهِيدُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْمَوْلُودُ فِي الْجَنَّةِ ، وَالْوَئِيدُ فِي الْجَنَّةِ] ''نبی جنت میں ہوگا، شہید جنت میں ہوگا، نومولود بچہ جنت میں ہوگا اور زندہ درگور جنت میں ہوگا۔''[3]

اس مسئلے میں گفتگو کرنا مکروہ ہے: اس مسئلے میں گفتگو کے لیے صحیح اور جید دلائل کی ضرورت ہے مگر کچھ ایسے لوگ بھی اس کے بارے میں گفتگو کرنے لگتے ہیں جن کے پاس شریعت کا علم نہیں ہوتا، لہٰذا علماء کی ایک جماعت نے اس موضوع پر گفتگو کو مکروہ قرار دیا ہے، مثلاً: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق اور محمد بن حنفیہ وغیرہ سے اسی طرح مروی ہے۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں جریر بن حازم کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے ابورَجاء عُطارِدی سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَزَالُ أَمْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ (مُوَاتِيًا) ، أَوْمُقَارِبًا، مَّالَمْ يَتَكَلَّمُوا فِي الْوِلْدَانِ وَالْقَدَرِ] ''اس امت کا معاملہ اس وقت تک صحیح رہے گا جب تک وہ چھوٹے بچوں اور تقدیر کے بارے میں گفتگو نہیں کریں گے۔''[4] ابن حبان نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں چھوٹے بچوں سے مشرکوں کے چھوٹے بچے مراد ہیں۔

ابوبکر بزار نے بطریق جریر بن حازم بھی اسی طرح روایت کیا ہے، نیز انھوں نے کہا ہے کہ ایک جماعت نے ابورَجاء سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسے موقوفاً روایت کیا ہے۔[5]

تفسیر آیت: 16

① التمهيد لابن عبدالبر:68/18 وصحيح ابن حبان، الرقائق، ذكر ما يجب على المرء......:431/2، حديث:655 اس کی اصل بخاری میں دیکھیے صحيح البخاري، التعبير، باب تعبير الرؤيا بعد صلاة الصبح، حديث:7047. ② المعجم الكبير للطبراني:244/7، حديث:6993 . ③ مسند أحمد:58/5 اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ ④ صحيح ابن حبان، التاريخ، ذكر الإخبار عن الإمارة......:119,118/15، حديث:6724 قوسین والے لفظ کے بجائے بعض نسخوں میں موائمًا ''موافق'' ہے۔ ⑤ مختصر زوائد مسند البزار:154/2، حديث:1606.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡۢ بَعۡدِ نُوۡحٍ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوۡبِ عِبَادِهٖ خَبِيۡرًۢا بَصِيۡرًا ⑰

اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں اور آپ کا رب کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں کی خوب خبر رکھنے والا، (انھیں) خوب دیکھنے والا ⑰

﴿ اَمَرۡنَا مُتۡرَفِيۡهَا ﴾ **کا مفہوم:** مفسرین کا اس لفظ کے معنی میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہاں کے متکبر امراء کو (فواحش پر) مامور کر دیا تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے، مامور کرنے سے مراد قدری طور پر مامور کرنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اَتٰىهَاۤ اَمۡرُنَا لَيۡلًا اَوۡ نَهَارًا ﴾ (یونس 24:10) ''اسے (ناگہاں) رات کو یا دن کو ہمارا حکم آ پہنچا۔'' میں حکم سے مراد حکم قدری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بری باتوں کا حکم نہیں دیتا، انھوں نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں برے کاموں کے لیے مسخر کر دیا جس کی وجہ سے یہ عذاب کے مستحق ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے تو انھیں نیکیوں کا حکم دیا تھا مگر وہ برائیاں کرنے لگ گئے جس کی وجہ سے یہ سزا کے مستحق ٹھہرے۔ یہ قول ابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔[1] سعید بن جبیر کا بھی یہی قول ہے۔[2] اور علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ ہم نے وہاں کے شریر لوگوں کو مسلط کر دیا، انھوں نے نافرمانیاں کیں تو اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل فرما کر ان سب کو ہلاک کر دیا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلۡنَا فِيۡ كُلِّ قَرۡيَةٍ اَكٰبِرَ مُجۡرِمِيۡهَا ﴾ (الأنعام 123:6) ''اور اس طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرم بنا دیے۔''[3] ابوالعالیہ، مجاہد اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔[4] اور عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ ہم ان کی تعداد کو زیادہ کر دیتے ہیں۔ عکرمہ، حسن، ضحاک اور قتادہ کا بھی یہ قول ہے۔[5] مالک نے بھی زہری سے یہی روایت کیا ہے کہ ﴿ اَمَرۡنَا مُتۡرَفِيۡهَا ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آسودہ حال لوگوں کی تعداد کو زیادہ کر دیا۔

تفسیر آیت:17

قریش کو سرزنش: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کی تکذیب کرنے کی وجہ سے کفار قریش کو ڈراتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے نوح علیہ السلام کے بعد رسولوں کی تکذیب کرنے والی کئی امتوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی قول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان کا عرصہ دس صدیوں پر محیط ہے اور ان صدیوں کے تمام لوگ مسلمان تھے۔[6] تو اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اے تکذیب کرنے والے لوگو! تم ان سابقہ لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ معزز نہیں ہو، تم تو اس رسول کی تکذیب کر رہے ہو جو تمام رسولوں سے اشرف اور تمام مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ معزز ہیں، لہٰذا تم اس بات کے مستحق ہو کہ رسول اللہ کی تکذیب کرنے کی وجہ سے تمھیں سزا دی جائے گی۔ ارشاد الٰہی: ﴿ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوۡبِ عِبَادِهٖ خَبِيۡرًۢا بَصِيۡرًا ⑰ ﴾ ''اور آپ کا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے، دیکھنے والا کافی ہے۔'' یعنی وہ اپنے بندوں کے اچھے اور برے تمام اعمال کو جانتا ہے اور اس سبحانہٗ و تعالیٰ کی ذات گرامی سے کوئی بات بھی مخفی نہیں۔

[1] تفسیر الطبری :71/15. [2] تفسیر الطبری :71/15. [3] تفسیر الطبری :72/15. [4] تفسیر الطبری:72/15.
[5] تفسیر الطبری:73,72/15. [6] المستدرك للحاكم، تواريخ المتقدمين:546/2، حديث:4009 ومجمع الزوائد، التفسير، باب كيف يفسر القرآن؟ 318/6 ، حديث:10858.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ

جو کوئی جلدی والی (دنیا) چاہے تو ہم اسی (دنیا) میں جس کے لیے چاہیں جس قدر چاہیں جلد عطا کرتے ہیں، پھر اس کے لیے ہم جہنم ٹھہرا دیتے ہیں،

يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ⑱ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ

وہ اس میں مذموم دھتکارا ہوا داخل ہوگا ⑱ اور جو آخرت چاہے اور اس کے لیے پوری پوری سعی کرے، جبکہ وہ مومن ہو، تو یہی لوگ ہیں جن

فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ⑲

کی سعی قابل قدر ہے ⑲

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ⑳ اُنْظُرْ كَيْفَ

ہم ہر ایک کو آپ کے رب کی عطا سے نوازتے ہیں، اُن کو بھی اور ان کو بھی، اور تیرے رب کی عطا (کسی سے) روکی ہوئی نہیں ⑳ دیکھیے! کس طرح

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ㉑

ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی؟ اور یقیناً آخرت درجوں میں بڑھ کر ہے اور فضیلت دینے میں (بھی) بڑھ کر ہے ㉑

تفسیر آیات: 19,18

دنیا و آخرت کے طلب گاروں کا بدلہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا اور اس کی نعمتوں کا طلب گار ہو تو ضروری نہیں کہ اسے یہ سب کچھ مل جائے بلکہ دنیا تو اسے ہی حاصل ہوتی ہے جس کے لیے اللہ چاہے اور اتنی ہی حاصل ہوتی ہے جتنی اللہ تعالیٰ چاہے۔ ﴿عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ﴾ ''تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں، پھر اس کے لیے جہنم کو (ٹھکانا) مقرر کر رکھا ہے۔'' یعنی آخرت میں اس کے لیے جہنم تیار ہے: ﴿يَصْلٰىهَا﴾ ''جس میں وہ داخل ہوگا'' اور اس طرح داخل ہوگا کہ جہنم کی آگ اسے ہر طرف سے ڈھانپ لے گی: ﴿مَذْمُوْمًا﴾ یعنی وہ جہنم میں اپنی برائیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے مذموم داخل ہوگا کہ اس نے دنیا فانی کو ابدی اور سرمدی آخرت کے مقابلے میں ترجیح دی تھی۔ ﴿مَّدْحُوْرًا ⑱﴾ ''(اللہ کی درگاہ سے) راندہ ہو کر۔'' یعنی اسے ذلیل و رسوا کر کے اللہ تعالیٰ کے دربار سے دفع کر دیا اور دور ہٹا دیا گیا ہوگا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ﴾ ''اور جو شخص آخرت کا خواست گار ہو۔'' یعنی دار آخرت اور اس کی نعمتوں اور مسرتوں کا طلب گار ہو۔ ﴿وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا﴾ ''اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اسے لائق ہے۔'' یعنی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہوئے حصول آخرت کے لیے کوشش کرے۔ ﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ ''اور وہ مومن بھی ہو۔'' اس کا دل ایمان سے لبریز اور ثواب اور سزا کی تصدیق کرنے والا ہو۔ ﴿فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ⑲﴾ ''تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش کی قدر دانی ہوتی ہے۔''

تفسیر آیات: 21,20

اللہ کی عطا رکی ہوئی نہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿كُلًّا﴾ یعنی ان دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کو جو دنیا کے طلب گار

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ع 2/12/2

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿22﴾ ع

آپ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھہرائیں، (ورنہ) پھر آپ مذمت کیے ہوئے بے کس ہو کر بیٹھے رہیں گے ﴿22﴾

ہیں اور جو آخرت کے خواست گار ہیں، مدد دیتے ہیں: ﴿مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ﴾ ''آپ کے پروردگار کی بخشش سے۔'' یعنی ساری کائنات میں صرف اسی کا تصرف ہے اور وہ ایسا حاکم ہے جو ظلم نہیں کرتا اور ہر ایک کو وہ سعادت یا شقاوت عطا فرما دیتا ہے جس کا وہ مستحق ہوتا ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ وہ جو عطا فرمائے، اس سے کوئی روک نہیں سکتا، اس کے فیصلے کو کوئی بدل نہیں سکتا، اس لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿20﴾﴾ ''اور آپ کے پروردگار کی بخشش (کسی سے) روکی ہوئی نہیں۔'' یعنی اسے کوئی روک سکتا ہے اور نہ کوئی ٹالنے والا اسے ٹال سکتا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے پروردگار کی بخشش میں کوئی کمی نہیں ہے۔[1] حسن وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمھارے پروردگار کی بخشش کو کوئی روک نہیں سکتا[2] اور پھر فرمایا: ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ﴾ ''دیکھو ہم نے کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔'' یعنی دنیا میں کہ ان میں سے کوئی امیر ہے اور کوئی فقیر اور کوئی متوسط، کوئی اچھا ہے اور کوئی برا اور کوئی درمیانے درجے کا اور کوئی چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو جاتا ہے اور کوئی بہت بڑی عمر پا کر بہت بوڑھا ہو جاتا ہے اور کوئی بچپن اور بڑھاپے کے درمیان فوت ہو جاتا ہے۔

جنت کے درجات اور جہنم کے طبقات: ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿21﴾﴾ ''اور آخرت درجوں میں (دنیا سے) بہت برتر اور برتری میں کہیں بڑھ کر ہے۔'' یعنی آخرت میں ان کے درجات کا فرق دنیا کی نسبت بہت زیادہ ہوگا کہ ان میں سے کوئی تو جہنم کے نچلے طبقوں میں جہنم کی زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوگا اور کوئی جنت کے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ درجات میں جنت کی نعمتوں اور مسرتوں سے شادکام ہوگا۔

پھر جہنم اور جنت میں جانے والوں کے بھی اپنے اپنے مقام پر مختلف درجات ہوں گے۔ جنت کے سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ صحیحین میں ہے [إِنَّ أَهْلَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى لَيَرَوْنَ أَهْلَ عِلِّيِّينَ كَمَا تَرَوْنَ الْكَوْكَبَ (الْغَابِرَ) فِي أُفُقِ السَّمَآءِ] ''بلند و بالا درجات والے اہل علیین کو اس طرح دیکھیں گے جیسا کہ تم آسمان کے افق پر باقی رہ جانے والے ستارے کو دیکھتے ہو۔''[3] اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿21﴾﴾ ''اور آخرت درجوں میں بہت برتر اور برتری میں کہیں بڑھ کر ہے۔''

---

[1] تفسير الطبري: 78/15. [2] تفسير الطبري: 78/15 و تفسير ابن أبي حاتم: 2322/7 عن ابن زيد. [3] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة ......، حديث: 3256 و صحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب ترائي أهل الجنة أهل الغرف ......، حديث: 2831 و مسند أحمد: 61/3 و اللفظ له جبکہ پہلی قوسین والے الفاظ جامع الترمذي، المناقب، باب مناقب أبي بكر......، حديث: 3658 اور دوسری قوسین والا لفظ صحیح بخاری کے مذکورہ حوالے عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَكَ الۡكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ

اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین سے اچھا سلوک کرو، اگر ان دونوں میں سے ایک یا دونوں تیرے

اَوۡ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡهَرۡهُمَا وَقُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِیۡمًا ﴿23﴾ وَاخۡفِضۡ لَهُمَا

ہاں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو تو ان سے ''اف'' تک نہ کہہ اور انھیں مت جھڑک، اور ان سے نرم (لہجے میں ادب واحترام سے) بات کر ﴿23﴾ اور ان کے لیے

جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَقُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا ﴿24﴾ؕ

رحم دلی سے عاجزی کے ساتھ اپنا بازو (پہلو) جھکائے رکھ اور کہہ: میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی ﴿24﴾

تفسیر آیت: 22

کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بناؤ: اللہ تعالیٰ نے امت میں سے ہر ہر مکلّف کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اے مکلّف! تو اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو بھی اس کا شریک نہ بنا: ﴿فَتَقۡعُدَ مَذۡمُوۡمًا مَّخۡذُوۡلًا ﴿22﴾﴾ ''پھر تم ملامت زدہ بے کس ہو کر بیٹھے رہ جاؤ گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کی وجہ سے کیونکہ اس طرح رب تعالیٰ تیری مدد نہیں کرے گا بلکہ تجھے اس کے سپرد کرے گا جس کی تو نے عبادت کی ہوگی اور وہ تیرے کسی بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے کیونکہ نفع ونقصان کا مالک تو صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنۡ أَصَابَتۡهُ فَاقَةٌ ، فَأَنۡزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمۡ تُسَدَّ فَاقَتُهُ ، وَمَنۡ أَنۡزَلَهَا بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ أَوۡشَكَ اللّٰهُ لَهُ بِالۡغِنٰی ، إِمَّا أَجَلٍ عَاجِلٍ أَوۡ غِنًی عَاجِلٍ] ''جس شخص کو فاقہ پہنچے اور وہ اسے لوگوں پر ڈال دے تو اس کا فاقہ دور نہ ہوگا اور جو اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے یا تو جلد موت دے کر یا جلد دولت عطا فرما کر۔'' اسے ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا جبکہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح غریب قرار دیا ہے۔[1]

تفسیر آیات: 24,23

توحید اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم: اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک نے اپنی عبادت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے، ﴿وَقَضٰی﴾ یہاں حکم کے معنی میں ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿وَقَضٰی﴾ کے معنی ہیں کہ اللہ نے وصیت فرمائی ہے۔[2] ابی بن

---

① مسند أحمد:407/1 وسنن أبي داود، الزكاة، باب في الاستعفاف، حديث:1645 و جامع الترمذي، الزهد، باب ماجاء في الهم في الدنيا وحبها ، حديث: 2326. ملحوظہ: سنن ابو داود کے مذکورہ حوالے میں [بِمَوۡتٍ عَاجِلٍ] جبکہ مسند أحمد:442/1 اور مسند أبي يعلى الموصلي:218/9، حديث: 5317 میں [مَوۡتٌ آجِلٌ] ہے اور [بِمَوۡتٍ عَاجِلٍ] ''جلد موت'' کا مطلب تو یہ ہے کہ فاقے میں مبتلا شخص جب اللہ سے دعا کرے تو اسے جلد موت دے کر دنیا کی آزمائشوں سے نجات عطا فرما کر جنت کی نعمتوں سے سرفراز فرما دے۔ یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے کسی قریبی مالدار کی موت سے اسے غنی کر دے اس کا وارث بننے کی صورت میں جیسا کہ عون المعبود اور تحفة الأحوذي میں یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے اور [بموت آجل] ''دیر سے موت'' دینے کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ وہ فاقے کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہے اور اللہ تعالیٰ اس دعا کو ذخیرہ کرتا رہے اور بالآخر جنت کی صورت میں اسے بدلہ عطا فرمائے، واللّٰه أعلم. ② تفسير الطبري:81/15 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کعب، ابن مسعود اور ضحاک بن مزاحم نے بھی اسی طرح پڑھا ہے: [وَوَصّٰی رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ] [1] اسی لیے اپنی عبادت کے ساتھ والدین سے حسن سلوک کے حکم کو ملا کر فرمایا: ﴿ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ﴾ ''اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔'' یعنی اس نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴾ (لقمٰن 14:31) ''میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

فرمان الٰہی ہے: ﴿ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ ﴾ ''اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمھارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہنا۔'' یعنی ان سے کوئی بری بات نہ کرنا حتی کہ اف تک بھی نہ کہنا جو بری بات کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے: ﴿ وَلَا تَنْهَرْهُمَا ﴾ ''اور نہ انھیں جھڑکنا'' یعنی ان کے لیے تمھاری طرف سے کوئی برا فعل بھی صادر نہ ہو جیسا کہ عطاء بن ابو رباح نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ان پر ہاتھ بھی نہ اٹھاؤ، [2] بری بات اور برے فعل سے منع کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اچھی بات اور اچھے فعل کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴾ ''اور ان دونوں سے بات ادب کے ساتھ کرنا۔'' یعنی ان سے نرم، پاکیزہ اور شائستہ گفتگو کرنا اور بہت ادب اور تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آنا ﴿ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ﴾ ''اور دونوں کے لیے عجز و نیاز کا پہلو جھکائے رہو۔'' یعنی ان کے سامنے بہت ہی تواضع اور انکساری کا اظہار کرو۔ ﴿ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴾ ''اور کہہ اے میرے پروردگار! جیسا انھوں نے بچپن میں میری (شفقت سے) پرورش کی ہے تو تو بھی ان (کے حال) پر رحمت فرما۔'' ان کے بڑھاپے میں بھی اور ان کی وفات کے وقت بھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴾ (التوبۃ 113:9) ''پیغمبر اور مسلمانوں کو شایاں نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ مشرک اہل دوزخ ہیں تو ان کے لیے بخشش مانگیں، گو وہ ان کے قرابت دار ہی ہوں۔'' [3]

والدین کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں بہت سی احادیث بھی ہیں، مثلاً: وہ حدیث جو کئی سندوں کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی صحابہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ نے فرمایا: [آمِينَ! آمِينَ! آمِينَ! فَلَمَّا نَزَلَ قِيلَ لَهُ: (عَلَامَ أَمَّنْتَ؟) فَقَالَ: أَتَانِي جِبْرِيلُ فَقَالَ: (يَا مُحَمَّدُ!) رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ (شَهْرَ) رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْلَهُ...... قُلْ: آمِينَ! فَقُلْتُ: آمِينَ! وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ (أَوْ أَحَدَهُمَا) فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ...... قُلْ: آمِينَ! قُلْتُ: آمِينَ! وَرَجُلٌ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ......قُلْ: آمِينَ! فَقُلْتُ: آمِينَ!] ''آمین! آمین! آمین! جب آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے تو عرض کی گئی! آپ نے آمین کس بات پر کہی؟ آپ نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے اور انھوں نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم!) اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جائے جس نے ماہ رمضان کو پایا تو وہ اپنے گناہ نہ

[1] تفسیر الطبری:81,80/15. [2] تفسیر الطبری:84/15. [3] تفسیر الطبری:87/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاف کرا سکا۔ آپ آمین کہیں! تو میں نے آمین کہی (پھر انھوں نے کہا:) اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جائے جس نے اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی کو پایا، پھر وہ اسے جنت میں داخل نہ کرا سکے (ان کی خدمت کر کے یہ جنت میں داخل نہ ہو سکا) آپ آمین کہیں! تو میں نے آمین کہی، (اور پھر انھوں نے کہا:) اس شخص کی ناک بھی خاک آلود ہو جائے جس کے پاس آپ کا نام لیا جائے تو وہ آپ پر درود نہ بھیجے آپ آمین کہیں! تو میں نے آمین کہی۔''[1]

دوسری حدیث: امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [رَغِمَ أَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا (عِنْدَهُ الْكِبَرُ) لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ] ''ناک خاک آلود ہو، پھر ناک خاک آلود ہو اور پھر ناک خاک آلود ہو اس شخص کی جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔''[2] اس طریق سے یہ حدیث صحیح ہے اور امام مسلم کے سوا دوسرے محدثین نے اسے روایت نہیں کیا۔''[3]

تیسری حدیث: امام احمد نے معاویہ بن جاہمہ سُلَمی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جاہمہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے جہاد کا ارادہ کیا ہے اور اس سلسلے میں مشورے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ نے فرمایا: [هَلْ لَّكَ مِنْ أُمٍّ؟] ''تمھاری ماں ہے؟'' اس نے عرض کی: جی ہاں، آپ نے فرمایا: [اِلْزَمْهَا، فَإِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا] ''بس ان کی خدمت میں لگ جاؤ، جنت ان کے قدموں کے پاس ہے۔'' پھر آپ نے دوسری اور تیسری بار مختلف مجلسوں میں بس یہی بات بیان فرمائی۔[4] اسے امام نسائی اور ابن ماجہ نے بھی بیان کیا ہے۔[5]

چوتھی حدیث: امام احمد نے مقدام بن مَعدِی کَرِب کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ يُوصِيكُمْ بِأُمَّهَاتِكُمْ ، إِنَّ اللّٰهَ يُوصِيكُمْ بِأُمَّهَاتِكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ يُوصِيكُمْ بِآبَائِكُمْ ، إِنَّ اللّٰهَ يُوصِيكُمْ بِالْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ] ''بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں تمھاری ماؤں کے بارے میں وصیت فرماتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں تمھاری ماؤں کے بارے

[1] پہلی قوسین والا جملہ الأمالي والقراءة لمحمد بن إسحاق، ص: 44 (C.D) عن أنس رضی اللہ عنہ، دوسری اور تیسری قوسین والے الفاظ المعجم الكبير للطبراني، ترجمة قيس بن الربيع الأسدي عن سماك: 244,243/2، حدیث: 2022 عن جابر رضی اللہ عنہ، چوتھی قوسین والا جملہ مسند أبي يعلى الموصلي: 328/10، حدیث: 5922 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ جبکہ باقی حدیث مسند البزار، مماروی محمد بن عمار عن أبيه: 241,240/4، حدیث: 1405 عن عمار بن ياسر رضی اللہ عنہ میں ہے اس حدیث کی سند حسن ہے مزید دیکھیے جامع الترمذي، الدعوات، باب رغم أنف رجل......، حدیث: 3545 و مسند أحمد: 254/2 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ۔ [2] مسند أحمد: 346/2. [3] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب رغم من أدرك أبويه......، حدیث: 2551 مسند احمد کے کئی نسخوں میں عنده الكبر کے بجائے عِنْدَ الْكِبَرِ ہے۔ [4] مسند أحمد: 429/3. [5] سنن النسائي، الجهاد، باب الرخصة في التخلف لمن له والدة، حدیث: 3106 و سنن ابن ماجه، الجهاد، باب الرجل يغزو وله أبوان ، حدیث: 2781 یہ حدیث حسن ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿25﴾

تمھارا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تمھارے نفسوں میں ہے، اگر تم صالح ہو گے تو بلاشبہ وہ (اپنی طرف) رجوع کرنے والوں کو بہت بخشنے والا ہے ﴿25﴾

میں وصیت فرماتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں تمھارے باپوں کے متعلق وصیت فرماتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں تمھارے قریبی رشتے داروں کے بارے میں وصیت فرماتا ہے۔‘‘[1] ابن ماجہ میں یہ روایت اسماعیل بن عیاش سے مروی ہے۔[2]

پانچویں حدیث: امام احمد ہی نے بنو یربوع کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے فرما رہے تھے: [يَدُ الْمُعْطِي الْعُلْيَا أُمَّكَ وَ أَبَاكَ وَ أُخْتَكَ وَ أَخَاكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ فَأَدْنَاكَ] ’’دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے پہلے اپنی ماں اور باپ کو دو، بہن بھائیوں کو دو، پھر جو شخص تم سے زیادہ قریب ہے، اسے دو۔‘‘[3]

تفسیر آیت:25

والدین کے حق میں کوتاہی کی معافی: والدین کے حق میں کوتاہی کی معافی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اولاد اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ بسا اوقات انسان سے جلد بازی میں اپنے والدین کے بارے میں کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے کہ اس کے دل میں ہوتا ہے کہ اس سے اس کا مؤاخذہ نہیں ہوگا۔[4] اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ اس کا ارادہ تو خیر و بھلائی ہی کا ہوتا ہے۔[5] اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿25﴾﴾ ’’جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے، تمھارا پروردگار اس سے بخوبی واقف ہے، اگر تم نیک ہو گے تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخش دینے والا ہے۔‘‘ قتادہ کہتے ہیں کہ أوّابین کے معنی اطاعت کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے ہیں۔[6] شعبہ نے یحییٰ بن سعید سے اور انھوں نے سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جن سے گناہ ہو جاتا ہے اور وہ توبہ کر لیتے ہیں، پھر گناہ ہو جاتا ہے تو پھر توبہ کر لیتے ہیں۔[7] عطا بن یسار، سعید بن جبیر اور مجاہد کا قول ہے کہ ان سے مراد نیکی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔[8] مجاہد نے عبید بن عمیر سے اس آیت کریمہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو خلوت میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے لگ جاتا ہے، اس سلسلے میں مجاہد کا اپنا قول بھی یہی ہے۔[9] امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے گناہ سے توبہ کرنے والا ہو، معصیت کو چھوڑ کر اطاعت کو اختیار کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے کاموں کو چھوڑ کر اس کی خوشنودی کے کاموں کو اختیار کرنے والا ہو۔[10]

---

[1] مسند أحمد: 132/4. [2] سنن ابن ماجه، الأدب، باب بر الوالدين، حديث: 3661 میں ہے کہ آپ نے تین مرتبہ إِنَّ اللّٰهَ يُوصِيكُمْ بِأُمَّهَاتِكُمْ فرمایا۔ [3] مسند أحمد: 65,64/4. [4] تفسير الطبري: 88/15. [5] تفسير الطبري: 88/15. [6] تفسير الطبري: 89/15. [7] تفسير الطبري: 89/15. [8] تفسير الطبري: 91,90/15. [9] تفسير الطبري: 91,90/15. [10] تفسير الطبري: 91/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰی حَقَّهٗ وَالۡمِسۡكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا ﴿26﴾ اِنَّ الۡمُبَذِّرِيۡنَ كَانُوۡۤا

اور قرابت دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو بھی، اور فضول خرچی نہ کر ﴿26﴾ بے شک فضول خرچ شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب

اِخۡوَانَ الشَّيٰطِيۡنِ ؕ وَكَانَ الشَّيۡطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوۡرًا ﴿27﴾ وَاِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ

کا بڑا ناشکرا ہے ﴿27﴾ اور اگر تو اپنے رب کی رحمت کی تلاش میں، جس کی تو امید رکھتا ہے، ان (عزیز و اقارب) سے اعراض ہی کرے تو تو ان سے ایسی

تَرۡجُوۡهَا فَقُلۡ لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّيۡسُوۡرًا ﴿28﴾

بات کہہ جس میں آسانی ہو ﴿28﴾

امام ابن جریر رحمہ اللہ کی بات بہت صحیح ہے کیونکہ أوّاب کا لفظ أَوْب سے مشتق ہے، أوب کے معنی رجوع کرنے کے ہیں، جب کوئی شخص واپس آئے تو اس کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ آبَ فُلَانٌ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ اِلَيۡنَاۤ اِيَابَهُمۡ ۙ﴾ (الغاشیة 25:98) ''بے شک ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے۔'' صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو یہ پڑھا کرتے تھے: [آيِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ] ''ہم سفر سے لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں اور ہم اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔''[1]

تفسیر آیات: 26-28

صلہ رحمی کا حکم: اللہ تعالیٰ نے والدین سے حسن سلوک کے حکم کے بعد قریبی رشتے داروں سے حسن سلوک اور صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔ حدیث میں ہے: [أُمَّكَ، ثُمَّ أَبَاكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ] ''اپنی ماں سے حسن سلوک کرو، پھر اپنے باپ سے اور پھر جو شخص جس قدر زیادہ قرابت دار ہو اس سے اس قدر زیادہ اچھا سلوک کرو۔''[2] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: [ثُمَّ الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ] ''پھر اس کے بعد قریبی، پھر اس کے بعد قریبی۔''[3] حدیث میں ہے کہ [مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَيُنْسَأَ لَهُ فِي (أَجَلِهِ)، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ] ''جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ اس کے رزق میں کشادگی اور اس کی عمر میں اضافہ ہو تو اسے صلہ رحمی سے کام لینا چاہیے۔''[4]

فضول خرچی کی ممانعت: ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا ﴿26﴾﴾ ''اور فضول خرچی نہ کر۔'' جب اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے

---

[1] صحیح البخاری، الدعوات، باب الدعاء إذا أراد سفرا أو رجع ، حدیث:6385 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ. [2] صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب بر الوالدين......، حدیث:(2)-2548 و مسند أبي يعلى الموصلي:482/10، حدیث: 6094 واللفظ له عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ و جامع الترمذي، البر والصلة......، باب ماجاء في بر الوالدين، حدیث:1897 و مسند أحمد:3/5 عن معاوية بن حَيدة القشيري، یہ حدیث صحیح ہے۔ [3] سنن أبي داود، الأدب ، باب في بر الوالدين، حدیث:5139. [4] صحیح البخاری، الأدب، باب من بسط له في رزقه......، حدیث:5986 و صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب صلة الرحم......، حدیث:(21)-2557، البتہ قوسین والا لفظ صحیح ابن حبان، البر والإحسان، ذكر إثبات طيب العيش......: 181,180/2، حدیث:438 عن أنس رضی اللہ عنہ میں ہے۔ صحیحین میں اس کے بجائے (أثره) ہے، تاہم معنی دونوں کا ایک ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا حکم دیا تو ساتھ ہی اس میں اسراف اور فضول خرچی سے منع فرما دیا۔ بلکہ اعتدال اور میانہ روی کا مظاہرہ ہونا چاہیے جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ یُسۡرِفُوۡا وَلَمۡ یَقۡتُرُوۡا ﴾ (الفرقان25:67) ''اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فضول خرچی اور اسراف سے نفرت دلاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الۡمُبَذِّرِیۡنَ کَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّیٰطِیۡنِ ؕ ﴾ ''بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے تو شیاطین کے بھائی ہیں۔'' یعنی فضول خرچی میں وہ شیطانوں کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تبذیر یہ ہے کہ مال ایسی جگہ خرچ کیا جائے جہاں خرچ کرنا جائز نہ ہو۔① ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔② مجاہد فرماتے ہیں کہ انسان راہ حق میں اگر اپنا سارا مال بھی خرچ کر دے تو وہ فضول خرچ نہیں ہوگا اور اگر غیر حق میں ایک مد بھی خرچ کرے تو وہ فضول خرچ ہوگا۔③ امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں فضول خرچی یہ ہے کہ مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں غیر حق میں اور فتنہ وفساد میں خرچ کیا جائے۔④

امام احمد نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ بنوتمیم کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں بہت سرمایہ دار ہوں، میرے پاس اہل وعیال بھی ہیں اور سرمایہ بھی تو آپ یہ فرمائیں کہ میں کیسے خرچ کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تُخۡرِجُ الزَّکَاۃَ مِنۡ مَّالِكَ فَإِنَّهَا طُهۡرَةٌ تُطَهِّرُكَ ، وَتَصِلُ أَقۡرِبَاءَكَ، وَتَعۡرِفُ حَقَّ السَّائِلِ، وَالۡجَارِ، وَالۡمِسۡكِينِ] ''اگر تمھارے پاس مال ہو تو اس میں سے زکاۃ ادا کرو، اس سے تم اپنے مال کو پاک کرلو گے، اپنے قرابت داروں سے صلہ رحمی کرو اور سائل، پڑوسی اور مسکین کے حق کو پہچانو'' اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے کم بات بتاؤ تو آپ نے فرمایا: [فَآتِ ذَا الۡقُرۡبٰی حَقَّهٗ وَ الۡمِسۡكِينَ وَ ابۡنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيرًا] ''اور رشتے داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دو اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ۔'' اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ بات مجھے کافی ہے، جب آپ کا قاصد میرے پاس آئے اور میں اسے زکاۃ ادا کردوں تو کیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ہاں بری ہو جاؤں گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [نَعَمۡ، إِذَا أَدَّيۡتَهَا إِلٰی رَسُولِي فَقَدۡ بَرِئۡتَ مِنۡهَا ، فَلَكَ أَجۡرُهَا ، وَإِثۡمُهَا عَلٰی مَنۡ بَدَّلَهَا] ''ہاں، جب تم میرے قاصد کو زکاۃ ادا کردو تو تم اس سے بری ہو جاؤ گے، تمھیں اس کا اجر وثواب ملے گا اور گناہ اس کو ہوگا جو اسے بدلے گا۔''⑤

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ الۡمُبَذِّرِیۡنَ کَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّیٰطِیۡنِ ؕ ﴾ ''بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطانوں کے بھائی ہیں۔'' یعنی وہ فضول خرچی، بے وقوفی، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ترک کرنے اور اس کی نافرمانی کے ارتکاب کرنے کے اعتبار سے شیطان کے بھائی ہیں۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَکَانَ الشَّیۡطٰنُ لِرَبِّهٖ کَفُوۡرًا ﴿۲۷﴾ ﴾ ''اور شیطان اپنے پروردگار (کی نعمتوں) کا انکار

---

① تفسير الطبرى:94/15. ② تفسير الطبرى:95/15. ③ تفسير الطبرى:95/15. ④ تفسير الطبرى:95/15. ⑤ مسند أحمد:136/3. ملحوظہ: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ ابن حجر رحمہ اللہ تہذیب التہذیب میں سعید بن ابو ہلال لیثی کے ترجمے میں لکھتے ہیں کہ سعید حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مرسل روایت کرتے ہیں۔ مزید دیکھیے المستدرك للحاكم، التفسير، باب ومن تفسير سورة بنى إسرائيل:361,360/2، حديث:3374.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿29﴾

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ بندھا نہ رکھ اور نہ اسے پوری طرح کھول دے کہ پھر ملامت زدہ، تھکا ہارا ہو کر بیٹھ رہے ﴿29﴾ بلاشبہ آپ کا رب جس

3 اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿30﴾ ع 8 3

کے لیے چاہے رزق کھول دیتا ہے اور تنگ (بھی) کر دیتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں کی خوب خبر رکھنے والا، خوب دیکھنے والا ہے ﴿30﴾

کرنے والا (ناشکرا) ہے۔" ﴿كَفُوْرًا﴾ ﴿27﴾ کے معنی ہیں انکار کرنے والا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا انکار کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے نوازا تھا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کی بلکہ اس کی نافرمانی اور مخالفت کی۔ ارشاد الٰہی: ﴿وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ﴾ "اگر تو اپنے پروردگار کی رحمت (فراخ دستی) کی تلاش میں ان (مستحقین) سے اعراض کرے۔" یعنی جب تمھارے قرابت دار تم سے سوال کریں اور وہ جن کو دینے کا ہم نے حکم دیا ہے اور تمھارے پاس دینے کو کچھ نہ ہو اور تم ان سے اعراض کر لو تو اس صورت میں: ﴿فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا﴾ ﴿28﴾ "تو ان سے آسان بات کہہ دیا کرو۔" نرمی سے بات کرتے ہوئے ان سے یہ وعدہ کر لیا کرو کہ جب ہمارے پاس مال آئے گا تو ہم ان شاء اللہ تمھیں بھی دیں گے، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن، قتادہ اور دیگر کئی ایک ائمۂ تفسیر نے اس کی یہی تفسیر کی ہے کہ اس صورت میں نرمی سے بات کرتے ہوئے مستحقین سے وعدہ کر لیا کرو۔[1]

تفسیر آیات: 30,29

خرچ میں میانہ روی: اللہ تعالیٰ نے خرچ میں میانہ روی کا حکم دیتے ہوئے، بخل کی مذمت کرتے ہوئے اور فضول خرچی سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ﴾ "اور اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے بندھا ہوا (بہت تنگ) کر لو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں۔)" یعنی بے حد بخیل اور کنجوس نہ بن جاؤ کہ کسی کو کچھ بھی نہ دو جیسا کہ یہود ملعون کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا: ﴿يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ﴾ (المآئدۃ5:64) "اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔" یعنی ان ملعونوں نے اللہ تعالیٰ کو بخیل قرار دیا، حالانکہ بے حد و حساب کرم کرنے اور عطا فرمانے والے اس آقا اور مولا کی ذات گرامی اس سے پاک ہے۔ فرمان الٰہی: ﴿وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾ "اور نہ بالکل کھول ہی دو (کہ سبھی کچھ دے ڈالو۔)" یعنی خرچ میں اس طرح اسراف سے کام نہ لو کہ اپنی طاقت سے بڑھ کر دے دو، اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کر دو اور پھر اس کا انجام یہ ہو کہ ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔ یہ از باب لف ونشر ہے، یعنی اگر تم نے بخل سے کام لیا تو ملامت زدہ ہو کر بیٹھ جاؤ گے لوگ تمھیں ملامت کریں گے تمھاری مذمت کریں گے اور تم سے بے نیاز ہو جائیں گے اور اگر تم نے اپنی طاقت سے بڑھ کر اپنے ہاتھ کو پھیلا دیا تو تم خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ جاؤ گے اور آئندہ خرچ کرنے کے لیے تمھارے پاس کچھ نہیں ہو گا تو تمھاری مثال اس جانور کی سی ہو گی جو چلنے پھرنے سے عاجز و درماندہ ہو گیا ہو اور ضعف و ناتوانی کی وجہ سے بیٹھ گیا ہو، ایسے جانور کو

[1] تفسیر الطبری: 97,96/15 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2326/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی میں حسیر کہتے ہیں جس کے معنی تھکے ہوئے کے ہیں جیسا کہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ میں بھی یہ لفظ انھی معنوں میں استعمال ہوا ہے: ﴿ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ۙ هَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ ۝ ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ کَرَّتَیۡنِ یَنۡقَلِبۡ اِلَیۡکَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیۡرٌ ۝ ﴾ (الملك 4,3:67) ”تو نگاہ دوڑا بھلا تجھ کو (آسمان میں) کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کر تو نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام و نامراد ہو کر لوٹ آئے گی جبکہ وہ تھکی ماندی ہوگی۔“ یعنی وہ تھک جائے گی مگر آسمان میں کوئی عیب نہ دیکھ سکے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، قتادہ، ابن جریج، ابن زید اور دیگر کئی ائمہ رحمہم اللہ نے اس آیت کریمہ کی یہی تفسیر فرمائی ہے کہ اس سے بخل اور اسراف مراد ہے۔ (1)

صحیحین میں ابوزِناد (عبداللہ بن ذکوان) کی اعرج سے اور ان کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت میں ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: [مَثَلُ الۡبَخِیلِ وَالۡمُنۡفِقِ کَمَثَلِ رَجُلَیۡنِ عَلَیۡهِمَا جُبَّتَانِ مِنۡ حَدِیدٍ مِّنۡ ثُدِیِّهِمَا إِلٰی تَرَاقِیهِمَا فَأَمَّا الۡمُنۡفِقُ فَلَا یُنۡفِقُ إِلَّا سَبَغَتۡ أَوۡ وَفَرَتۡ عَلٰی جِلۡدِهٖ حَتّٰی تُخۡفِیَ بَنَانَهٗ وَتَعۡفُوَ أَثَرَهٗ وَأَمَّا الۡبَخِیلُ فَلَا یُرِیدُ أَنۡ یُّنۡفِقَ شَیۡئًا إِلَّا لَزِقَتۡ کُلُّ حَلۡقَةٍ مَّکَانَهَا فَهُوَ یُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ] ”بخیل اور خرچ کرنے والوں کی مثال ان دو آدمیوں کی طرح ہے جنھوں نے لوہے کے دو ایسے جبّے (2) پہن رکھے ہوں جو سینے سے لے کر گلے تک ہوں، خرچ کرنے والا جب بھی خرچ کرتا ہے تو جبّہ کشادہ ہو جاتا ہے حتی کہ وہ اس کے پاؤں کی انگلیوں کو چھپا لیتا ہے اور اس کے قدموں کے نشانات کو مٹا دیتا ہے۔ اور بخیل کچھ بھی خرچ کرنا نہیں چاہتا اسی لیے جبّے کا ہر حلقہ اپنی جگہ چمٹ جاتا ہے، وہ اسے ڈھیلا کرنا چاہتا ہے مگر وہ ڈھیلا نہیں ہوتا۔“ (3) یہ الفاظ اس حدیث کے ہیں جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الزکاۃ میں بیان فرمایا ہے۔

بخاری و مسلم میں بطریق معاویہ بن ابو مُزَرِّد از سعید بن یسار از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا مِنۡ یَّوۡمٍ یُّصۡبِحُ الۡعِبَادُ فِیهِ إِلَّا مَلَکَانِ یَنۡزِلَانِ فَیَقُولُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ أَعۡطِ مُنۡفِقًا خَلَفًا، وَّیَقُولُ الۡآخَرُ، اَللّٰهُمَّ أَعۡطِ مُمۡسِکًا تَلَفًا] ”ہر دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں، دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں: ان میں سے ایک یہ کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! روک رکھنے والے کو ہلاکت و بربادی دے۔“ (4)

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایت بیان کی ہے کہ [مَا نَقَصَتۡ صَدَقَةٌ مِّنۡ مَّالٍ، وَّمَازَادَ

(1) تفسير الطبري:99,98/15. (2) صحیح بخاری کی اس روایت میں یہ لفظ جبتان ہے جس کے معنی ہیں دو جبے اور جبہ ایک مخصوص لباس کو کہتے ہیں، بعض روایات میں یہ لفظ جُنَّتَان ہے، یعنی با کے بجائے ”ن“ کے ساتھ جس کے معنی دو ڈھالوں یا دو زرہوں کے ہیں مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے تصحیف قرار دیا ہے۔ اس لیے ہم نے اس لفظ کا ترجمہ دو جبّے کیا ہے جو صحیح روایت کے مطابق ہے (مترجم۔) (3) صحيح البخاري، الزكاة، باب مثل البخيل والمتصدق، حديث: 1443 و صحيح مسلم، الزكاة، باب مثل المنفق والبخيل، حديث: 1021. (4) صحيح البخاري، الزكاة ، باب قول الله تعالى: ﴿ فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَاتَّقٰی ۝ ...... ﴾ (الليل 5:92-10) ......، حديث: 1442 و صحيح مسلم ، الزكاة ، باب في المنفق والممسك، حديث: 1010.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَکُمۡ خَشۡیَۃَ اِمۡلَاقٍ ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُہُمۡ وَاِیَّاکُمۡ ؕ اِنَّ قَتۡلَہُمۡ کَانَ خِطۡاً کَبِیۡرًا ﴿31﴾

اور تم اپنی اولاد کو غریبی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم انھیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی، بے شک ان کا قتل کبیرہ گناہ ہے ﴿31﴾

اللّٰہُ عَبۡدًا بِعَفۡوٍ إِلَّا عِزًّا، وَّمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰہِ إِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ] ''صدقے سے مال کم نہیں ہوتا، معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ ہی فرماتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سربلندی عطا فرما دیتا ہے۔''① ابو کثیر کی عبداللہ بن عمرو سے مروی مرفوع روایت میں ہے: [إِیَّاکُمۡ وَالشُّحَّ ، فَإِنَّہٗ أَھۡلَکَ مَنۡ کَانَ قَبۡلَکُمۡ ، أَمَرَھُمۡ بِالۡقَطِیعَۃِ فَقَطَعُوا، وَأَمَرَھُمۡ بِالۡبُخۡلِ فَبَخِلُوا ، وَأَمَرَھُمۡ بِالۡفُجُورِ فَفَجَرُوا] ''اپنے آپ کو حرص سے بچاؤ کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا، انھیں قطع رحمی کا حکم دیا تو انھوں نے قطع رحمی کر لی، اس نے انھیں بخل کا حکم دیا تو انھوں نے بخل کیا اور اس نے انھیں بدی کا حکم دیا تو انھوں نے بدی شروع کر دی۔''②

ارشاد الٰہی: ﴿اِنَّ رَبَّکَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ ؕ﴾ ''بے شک آپ کا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور (جس کی روزی چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صرف وہی رزاق ہے، وہی رزق کو تنگ کرنے والا اور وہی اسے کشادہ کرنے والا ہے، وہ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، اپنی حکمت و مصلحت کے پیش نظر جسے چاہے غنی کر دیتا ہے اور جسے چاہے فقیر بنا دیتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیۡرًۢا بَصِیۡرًا ﴿30﴾﴾ ''وہ اپنے بندوں سے بڑا خبردار ہے اور (ان کو) خوب دیکھ رہا ہے۔'' وہ اس بات سے خوب باخبر اور اچھی طرح دیکھنے والا ہے کہ دولت کا مستحق کون ہے اور فقر کا مستحق کون۔ بعض لوگوں کو دولت محض مہلت کے طور پر دی جاتی ہے اور فقر بطور سزا، ہم ان دونوں باتوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

تفسیر آیت: 31

قتل اولاد کی ممانعت: یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ والد جس قدر اپنی اولاد سے شفقت و رحمت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بڑھ کر اپنے بندوں کے لیے رحیم و شفیق ہے۔ اسی لیے اس نے قتل اولاد سے منع فرمایا اور باپوں کو اولاد کے لیے وراثت کی تقسیم کے سلسلے میں احکام ارشاد فرمائے۔ زمانۂ جاہلیت کے لوگ بچیوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیا کرتے تھے

① صحیح مسلم، البر والصلۃ والأدب، باب استحباب العفو والتواضع، حدیث:2588، البتہ مسند البزار، وممارووی أبو سَلَمۃ بن عبدالرحمن عن أبیہ:243/3 میں عن عبدالرحمن بن عوف سے المعجم الأوسط للطبرانی:619,618/1، حدیث:2270 میں عن أم سلمۃ ؓ سے ضعیف سند کے ساتھ اسی طرح یہ ...... [مَا نَقَصَ مَالٌ مِّنۡ صَدَقَۃٍ، وَّلَا عَفَارَجُلٌ عَنۡ مَّظۡلِمَۃٍ إِلَّا زَادَہُ اللّٰہُ بِھَا......] الفاظ ہیں۔ ہاں، جامع الترمذی، الزھد، باب ماجاء مثل الدنیا......، حدیث:2325 عن أبی کَبۡشَۃ الأنصاری ؓ میں ثَلَاثٌ أُقۡسِمُ ...... [مَا نَقَصَ مَالُ عَبۡدٍ مِّنۡ صَدَقَۃٍ] صحیح سند کے ساتھ ہے۔ ② سنن أبی داود، الزکاۃ، باب فی الشح، حدیث:1698 و مسند أحمد:191/2 والسنن الکبرٰی للبیھقی، الزکاۃ، باب کراھیۃ البخل ......:187/4 واللفظ لہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَقۡرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِیۡلًا ﴿32﴾

اور تم زنا کے قریب مت جاؤ، یقیناً وہ بے حیائی اور بری راہ ہے ﴿32﴾

بلکہ بعض تو کثرت اولاد کے ڈر سے بچیوں کو قتل کر دیا کرتے تھے، اس سے اللہ تعالیٰ نے منع کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ خَشۡیَةَ اِمۡلَاقٍ ؕ ﴾ ''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا۔'' یعنی اس خوف سے اولاد کو قتل نہ کرنا کہ ان کی وجہ سے تم فقیر ہو جاؤ گے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ اہتمام کیا کہ پہلے انھیں رزق دینے کا ذکر فرمایا: ﴿ نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ وَاِیَّاكُمۡ ؕ ﴾ ''کیونکہ ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔'' سورۂ انعام میں الفاظ یہ تھے: ﴿ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ مِّنۡ اِمۡلَاقٍ ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُكُمۡ وَاِیَّاهُمۡ ۚ ﴾ (الأنعام 151:6) اور ناداری (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا کیونکہ تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔''

ارشاد الٰہی: ﴿ اِنَّ قَتۡلَهُمۡ كَانَ خِطۡاً كَبِیۡرًا ﴿31﴾ ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ ان کا مار ڈالنا بڑا سخت گناہ ہے۔'' بعض نے ان الفاظ کو اس طرح بھی پڑھا ہے۔ [كَانَ خَطأً كَبِيرًا][1] اور ان دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! سب سے بڑا کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا: [أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ] ''یہ کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ، حالانکہ اسی نے تجھے پیدا فرمایا'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ [ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ] ''یہ کہ تم اپنے بچے کو اس خوف سے قتل کرو کہ وہ بھی تمھارے ساتھ کھائے گا'' میں نے عرض کی کہ پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: [أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ] ''یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔''[2]

تفسیر آیت:32

زنا اور اس کے اسباب سے اجتناب کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نہ صرف زنا سے منع کیا ہے بلکہ اس کے قریب جانے اور اس کے اسباب و دواعی کے اختیار کرنے سے بھی منع کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَا تَقۡرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ ﴾ ''اور زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی ہے۔'' یعنی بہت بڑا گناہ ہے۔ ﴿ وَسَآءَ سَبِیۡلًا ﴿32﴾ ﴾ ''اور بری راہ ہے۔'' یعنی یہ بہت ہی برا طریقہ اور رستہ ہے۔

امام احمد نے ابوامامہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک نوجوان نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے زنا کی اجازت فرما دیجیے، لوگ اس کی یہ بات سن کر اسے ڈانٹنے اور برا بھلا کہنے لگے مگر آپ نے اس سے فرمایا: [اُدْنُهْ] ''قریب آ جاؤ'' تو وہ آپ کے قریب آ گیا آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ تو جب وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: [أَتُحِبُّهُ لِأُمِّكَ؟] ''کیا تم اپنی ماں کے لیے اسے پسند کرتے ہو؟'' اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان

[1] تفسير الطبري: 101/15. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَالَّذِیۡنَ لَا یَدۡعُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ ...... ﴾ (الفرقان 68:25) ......، حديث: 4761 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب ......، حديث: 86.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ

اور تم اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے، سوائے حق کے۔ اور جو ظلم سے قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو غلبہ دیا ہے، چنانچہ وہ قتل

سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿33﴾

(قصاص) میں زیادتی نہ کرے، بے شک وہ مدد کیا ہوا ہے ﴿33﴾

کردے۔ آپ نے فرمایا: [وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَهٗ لِأُمَّهَاتِهِمْ] ''اور لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے۔'' آپ نے فرمایا: [أَفَتُحِبُّهٗ لِابْنَتِكَ] ''کیا تم اپنی بیٹی کے لیے اسے پسند کرتے ہو؟'' اس نے جواب دیا: نہیں، اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، اے اللہ کے رسول! میں آپ پر قربان۔ آپ نے فرمایا: [وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَهٗ لِبَنَاتِهِمْ] ''لوگ بھی اسے اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کرتے'' آپ نے فرمایا: [أَفَتُحِبُّهٗ لِأُخْتِكَ؟] ''کیا تم اپنی بہن کے لیے اسے پسند کرتے ہو؟'' اس نے جواب دیا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، میں آپ پر قربان، آپ نے فرمایا: [وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَهٗ لِأَخَوَاتِهِمْ] ''اور لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے'' آپ نے فرمایا: [أَفَتُحِبُّهٗ لِعَمَّتِكَ] ''کیا تم اپنی پھوپھی کے لیے اسے پسند کرتے ہو؟'' اس نے عرض کی: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، اے اللہ کے رسول! میں آپ پر قربان۔ آپ نے فرمایا: [وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَهٗ لِعَمَّاتِهِمْ] ''اور لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے'' آپ نے فرمایا: [أَفَتُحِبُّهٗ لِخَالَتِكَ] ''کیا تم اپنی خالہ کے لیے اسے پسند کرتے ہو؟'' اس نے عرض کی: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، اے اللہ کے رسول! میں آپ پر قربان، آپ نے فرمایا: [وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَهٗ لِخَالَاتِهِمْ] ''اور لوگ بھی اسے اپنی خالاؤں کے لیے پسند نہیں کرتے'' پھر آپ نے اپنے دست مبارک کو اس پر رکھا اور یہ دعا فرمائی: [اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهٗ، وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ ، وَحَصِّنْ فَرْجَهٗ] ''اے اللہ! اس کے گناہ کو صاف فرما دے، اس کے دل کو پاک کر دے اور اس کی شرم گاہ کو محفوظ کر دے'' پھر اس کے بعد اس نوجوان نے کبھی کسی چیز کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔[1]

تفسیر آیت:33

قتل ناحق کی ممانعت: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں حق شرعی کے بغیر کسی کو قتل کرنے سے منع فرمایا جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ یَّشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَّا بِإِحْدٰی ثَلَاثٍ: اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّیِّبُ الزَّانِی ، وَالْمُفَارِقُ لِدِیْنِهِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ] ''کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں ہے جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں، البتہ تین میں سے کوئی ایک صورت ہو تو پھر حلال ہے: (1) جان کے بدلے جان (2) شادی شدہ ہو کر زنا کرے (3) دین کو ترک کرتے ہوئے

[1] مسند أحمد: 257,256/5، مزید دیکھیے المعجم الكبير للطبراني، ترجمة حَرِيز بن عثمان عن سُلَيم بن عامر: 163,162/8، حديث: 7679.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ

اور تم یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ ، سوائے اس کے جو احسن طریقہ ہو، حتی کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور تم عہد پورا کرو،

اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿34﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ

بے شک عہد کی بابت سوال کیا جائے گا ﴿34﴾ اور جب ماپ کر دو تو تم ماپ پورا کرو اور سیدھی ترازو سے تولو، یہ بہترین اور

ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿35﴾

انجام کار کے لحاظ سے بہت اچھا ہے ﴿35﴾

مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑنے والا ہو۔''[1] سنن کی روایت میں ہے: [لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ] ''ایک مسلمان کے قتل کی نسبت ساری دنیا کا ختم ہو جانا اللہ تعالیٰ کے ہاں کم تر ہے۔''[2]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا﴾ ''اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے (کہ ظالم قاتل سے بدلہ لے۔)'' یعنی قاتل پر اسے اختیار دے دیا ہے، چاہے تو اسے قصاص میں قتل کر دے، چاہے تو دیت لے کر معاف کر دے اور اگر چاہے تو دیت لیے بغیر معاف کر دے جیسا کہ سنت سے اس کی تفصیل ثابت ہے۔[3]

امام عالی مقام حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کے عموم سے یہ استدلال کیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت اور سلطنت ملے گی کیونکہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وارث تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ظلم سے شہید کیے گئے تھے۔ اور پھر واقعی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت ملی اور اقتدار ان کے قبضے میں آیا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ سے استنباط کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ واقعی یہ ایک بہت عمدہ استنباط اور استدلال تھا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ﴾ ''تو اس کو چاہیے کہ قتل (کے قصاص) میں زیادتی نہ کرے۔'' یعنی وارث کو چاہیے کہ وہ قاتل کے قتل میں زیادتی نہ کرے کہ اس کا مثلہ کر دے یا قصاص اس سے لے جو قاتل نہ ہو۔ ﴿اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿33﴾﴾ ''بے شک وہ مدد کیا ہوا ہے۔'' یعنی مقتول کا وارث، قاتل پر شریعت، دستور اور قانون کے مطابق منصور اور فتح یاب ہے۔

تفسیر آیات: 35,34

مال یتیم میں بہتر تصرف اور پورا ماپ تول: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى

[1] صحیح البخاری، الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ﴾ (المآئدۃ 45:5)، حدیث: 6878 و صحیح مسلم، القسامۃ والمحاربین......، باب ما یباح بہ دم المسلم، حدیث: 1676 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ. [2] جامع الترمذی، الدیات، باب ماجاء فی تشدید قتل المؤمن، حدیث: 1395 و سنن النسائی، المحاربۃ (تحریم الدم)، باب تعظیم الدم، حدیث: 3992 عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ و سنن ابن ماجہ، الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلما، حدیث: 2619 عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ. [3] صحیح البخاری، الصلح، باب الصلح فی الدیۃ، حدیث: 2703 و صحیح مسلم، القسامۃ والمحاربین......، باب إثبات القصاص فی الأسنان......، حدیث: 1675 و مسند أحمد: 128/3، مزید دیکھیے المآئدۃ، آیت: 45 کے ذیل میں عنوان: ''مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کرنا''

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ

اور جس بات کا آپ کو علم ہی نہیں اس کے پیچھے نہ لگیں، بے شک کان، آنکھ اوردل ، ان میں سے ہر ایک کی بابت

عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿36﴾

سوال کیا جائے گا ﴿36﴾

﴿ يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ﴾ ''اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ پھٹکنا مگر ایسے طریق سے کہ بہت بہتر ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔'' یعنی مالِ یتیم میں اس طرح تصرف کرو جو بہت ہی قابل رشک ہو جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ﴾ (النسآء6:4) ''اور اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے بڑے ہو کر تم سے اپنا مال واپس لے لیں گے اس کو فضول خرچی اور جلدی میں نہ اڑا دینا، جو شخص آسودہ حال ہو اس کو (ایسے مال سے قطعی طور پر) پرہیز رکھنا چاہیے اور جو غریب ہو وہ مناسب طور پر (بقدر خدمت کچھ) کھا لے۔''

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: [يَا أَبَا ذَرٍّ! إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا، وَّإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي، لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ ، وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ] ''اے ابوذر! میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور ہو، میں تمھارے لیے بھی وہ پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، لہٰذا تم دو آدمیوں پر ہرگز نہ حاکم نہ بننا اور نہ مال یتیم کا وارث بننا۔''[1]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ ﴾ ''اور عہد کو پورا کرو۔'' یعنی لوگوں سے تم نے جو عہد و پیمان کیے ہوں انھیں پورا کرو کیونکہ ﴿ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿34﴾ ﴾ ''عہد کے بارے میں ضرور پرسش ہوگی۔''

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ ﴾ ''اور جب (کوئی چیز) ماپنے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو۔'' یعنی اس میں کمی نہ کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو: ﴿ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ﴾ ''اور (جب تول کر دو تو) ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔''

﴿ بِالْقِسْطَاسِ ﴾ قرطاس کے وزن پر ہے، اس کے معنی میزان کے ہیں، اسے قاف کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور ﴿ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ﴾ کے معنی ہیں ایسا سیدھا جس میں کوئی کجی، کوئی انحراف اور کوئی اضطراب نہ ہو بلکہ بالکل سیدھا ہو۔ ﴿ ذٰلِكَ خَيْرٌ ﴾ ''یہ بہت اچھا (کام) ہے۔'' دنیا کے اعتبار سے بھی اور آخرت کے اعتبار سے بھی، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿35﴾ ﴾ ''اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے۔'' یعنی آخرت کے نتیجے اور انجام کے لحاظ سے بھی یہ بہت بہتر ہے۔ سعید نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ یہ طریقہ ثواب کے اعتبار سے بہت بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: لوگو! دو باتیں تمھارے اختیار میں ہیں جن کی وجہ سے پہلے لوگ ہلاک کر دیے گئے تھے، میرا اشارہ ماپ اور تول کی طرف ہے۔[3]

---

① صحیح مسلم، الإمارة، باب کراهة الإمارة بغیر ضرورة، حدیث:1826. ② تفسیر الطبری:109/15. ③ تفسیر الطبری:109/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیت :36

علم کے بغیر بات کرنے والے کی سرزنش: علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَلَا تَقۡفُ ﴾ کے معنی ہیں: ''نہ کہو۔''[1] اورعوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے بارے میں ایسی بات نہ کہو جس کا تمھیں علم نہ ہو۔[2] محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جھوٹی گواہی نہ دو۔[3] قتادہ کہتے ہیں کہ یہ نہ کہو کہ میں نے دیکھا ہے، حالانکہ تم نے دیکھا نہ ہو، میں نے سنا ہے، حالانکہ تم نے سنا نہ ہو، میں جانتا ہوں، حالانکہ تم جانتے نہ ہو کیونکہ ان سب باتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ پرسش فرمائے گا۔[4] ائمۂ تفسیر نے اس ارشاد باری تعالیٰ کی جو تفسیر کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ علم کے بغیر بات محض ظن، توہّم اور خیال کی بنیاد پر کی جائے جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿ اجۡتَنِبُوۡا كَثِيۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ ﴾ (الحجرات 12:49) ''بہت گمان کرنے سے احتراز کرو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں۔'' اور حدیث میں ہے کہ [إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ] ''بدگمانی سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ بدگمانی بہت جھوٹی بات ہے۔''[5] اور سنن ابوداود میں ہے کہ [بِئْسَ مَطِيَّةُ الرَّجُلِ: زَعَمُوا] ''انھوں نے ایسا خیال کیا، یہ آدمی کی بہت بری سواری ہے۔''[6] ایک اور حدیث میں ہے کہ [إِنَّ مِنْ أَفْرَى الْفِرٰى أَنْ يُّرِيَ عَيْنَيْهِ فِي الْمَنَامِ مَالَمْ تَرَيَا] ''سب سے بڑی افترا پردازی یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کو خواب دکھائے جو انھوں نے دیکھا نہ ہو۔''[7] صحیح حدیث میں ہے کہ [مَنْ تَحَلَّمَ (حُلُمًا) كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَّعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ (وَلَيْسَ بِفَاعِلٍ)] ''جس شخص نے کوئی جھوٹا خواب بیان کیا تو اسے قیامت کے دن یہ حکم دیا جائے گا کہ وہ جو کے دانوں کی گرہ لگائے لیکن وہ ایسا کر نہیں سکے گا۔''[8] ارشاد الٰہی ہے: ﴿ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا ۝۳۶ ﴾ ''ان سب (جوارح) سے ضرور باز پرس ہوگی۔'' یعنی کان، آنکھ اور دل کے بارے میں قیامت کے دن انسان سے پوچھا جائے گا اور ان سے انسان کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس نے ان کا کس طرح استعمال کیا۔ یہاں تلك ہونا چاہیے تھا لیکن تلك کے بجائے أولئك کا استعمال بھی صحیح ہے۔

---

[1] تفسیر الطبری: 109/15. [2] تفسیر الطبری: 110/15. [3] تفسیر الطبری: 110/15. [4] تفسیر الطبری: 109/15.

[5] صحیح البخاری، الأدب، باب: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا ...... ﴾ (الحجرات 12:49)، حدیث: 6066 و صحیح مسلم، البروالصلة والأدب، باب تحریم الظن......، حدیث: 2563 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ. [6] سنن أبی داود، الأدب، باب فی قول الرجل: زعموا، حدیث: 4972 و مسند أحمد: 119/4 عن أبی مسعود الأنصاری (عُقبة بن عمرو) رضی اللہ عنہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ [7] صحیح البخاری، التعبیر، باب من کذب فی حلمه، حدیث: 7043 و مسند أحمد: 96/2 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما واللفظ له. [8] صحیح البخاری، التعبیر، باب من کذب فی حلمه، حدیث: 7042 و جامع الترمذی، الرؤیا، باب ماجاء فی الذی یکذب فی حلمه، حدیث: 2283 واللفظ له جبکہ پہلی قوسین والا لفظ سنن ابن ماجه، تعبیر الرؤیا، باب من تحلم حلما کاذباً، حدیث: 3916 میں اور دوسری قوسین والا جملہ صحیح ابن حبان، الحظر والإباحة، ذکر وصف عقوبة من استمع......: 498/12، حدیث: 5685 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿37﴾

اور زمین پر اکڑ کر مت چل، بلاشبہ تُو نہ تو کبھی زمین پھاڑ سکتا ہے اور نہ کبھی لمبائی میں پہاڑوں تک پہنچ سکتا ہے ﴿37﴾ یہ سارے (مذکورہ) کام،

كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿38﴾

ان کی برائی آپ کے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے ﴿38﴾

تفسیر آیات: 38,37

اکڑ کر چلنے کی مذمت: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو فخر وغرور کی چال سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ ﴾ ''اور زمین پر اکڑ کر (اور تن کر) مت چل۔'' یعنی جابر و سرکش لوگوں کی طرح فخر وغرور اور تکبر کے ساتھ نہ چلو ﴿ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ ﴾ ''بے شک تو زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالے گا۔'' یعنی اپنی اس متکبرانہ چال کے ساتھ تم زمین کو ہرگز پھاڑ نہیں سکو گے۔ ابن جریر نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں اور انھوں نے رُوبہ بن عَجّاج کے اس قول سے استشہاد کیا ہے:

وَقَاتِمِ الْأَعْمَاقِ خَاوِي الْمُخْتَرَقِ

''اور گرد وغبار سے اٹی ہوئی تاریک کناروں والی وادی اکثر ویران ہوا کرتی ہے۔''

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿37﴾ ﴾ ''اور نہ تو لمبا ہو کر پہاڑوں (کی چوٹی) تک پہنچ جائے گا۔'' یعنی اپنے اس فخر وغرور اور اپنی اس خود پسندی کی وجہ سے لمبے ہو کر پہاڑوں کی بلندی تک نہیں پہنچ جاؤ گے بلکہ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والے کے قصد وارادہ کے خلاف اسے دنیا میں سزا دے دی جاتی ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے: [بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي (مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ عَلَيْهِ بُرْدَانِ لَهُ يَتَبَخْتَرُ فِيهِمَا) فَخَسَفَ اللّٰهُ بِهِ الْأَرْضَ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ''تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص چل رہا تھا، اس نے دو چادریں اوڑھ رکھی تھیں اور وہ ان کی وجہ سے متکبرانہ چال چل رہا تھا کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔''[1] اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قارون کے بارے میں بھی ذکر فرمایا ہے کہ ایک دن وہ بڑی آرائش وزیبائش کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تھا۔[2]

﴿ سَيِّئُهُ ﴾ کی قراءتیں اور مفہوم: ارشاد الٰہی ہے: ﴿ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿38﴾ ﴾ ''ان سب (عادتوں) کی برائی آپ کے پروردگار کے نزدیک بہت ناپسند ہے۔'' بعض نے اسے [سَيِّئَةً] پڑھا ہے۔[3] جس کے معنی برائی کے ہیں تو اس صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ یہ سب کام جن سے ہم نے منع کیا ہے اور جن کا آیت: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ ﴾

① صحیح البخاری، اللباس، باب من جر ثوبه من الخیلاء، حدیث:5789 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ و5790 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، قوسین والے الفاظ شعب الإیمان للبیهقی، فصل فی طلاقة الوجه......: 252/6، حدیث: 8050 جبکہ باقی حدیث صحیح مسلم، اللباس والزینة، باب فی تحریم التبختر......، حدیث:(50)-2088 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔ اور [يَمْشِي] مسلم کے مذکورہ حوالے میں حدیث:(49)-2088 کے تحت ہے۔ ② دیکھیے القصص، آیات :76-82 . ③ تفسیر الطبری :113/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوۡحٰۤى اِلَيۡكَ رَبُّكَ مِنَ الۡحِكۡمَةِ ؕ وَلَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلۡقٰى فِىۡ جَهَنَّمَ

یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کی ہیں۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ ٹھہراؤ، ورنہ جہنم میں ملامت زدہ،

مَلُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا ﴿39﴾

دھتکارے ہوئے ڈالے جاؤ گے ﴿39﴾

اَفَاَصۡفٰٮكُمۡ رَبُّكُمۡ بِالۡبَنِيۡنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الۡمَلٰۤـئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمۡ لَتَقُوۡلُوۡنَ قَوۡلًا

کیا پھر تمھارے رب نے تمھیں بیٹوں کے لیے چن لیا اور (اپنے لیے) فرشتوں میں سے بیٹیاں بنالیں؟ بلاشبہ تم بہت بڑی (نازیبا اور خطرناک)

عَظِيۡمًا ﴿40﴾ ع

ع 4 10 4

بات کہتے ہو ﴿40﴾

سے لے کر یہاں تک ذکر ہوا ہے، یہ سب برائی کے کام ہیں اور ان کی وجہ سے مؤاخذہ ہوگا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہیں اور جس نے اسے اضافت کے ساتھ ﴿سَيِّئُهٗ﴾ پڑھا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ یہ سب کچھ جس کا آیت: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ﴾ سے لے کر یہاں تک ہم نے ذکر کیا ہے تو ان سب کاموں کی برائی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ناپسند ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ان دونوں صورتوں میں اس کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے۔ [1]

تفسیر آیت: 39

وحی و حکمت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ سب اخلاق جمیلہ جن کا ہم نے حکم دیا اور یہ صفات رذیلہ جن سے ہم نے منع کیا ہے، ان کا تعلق اس وحی سے ہے جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے تاکہ آپ لوگوں کو اس کا حکم دیں۔ ﴿وَلَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلۡقٰى فِىۡ جَهَنَّمَ مَلُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا ﴿39﴾﴾ ''اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنانا کہ (ایسا کرنے سے) ملامت زدہ (اور اللہ کی درگاہ سے) راندہ بنا کر جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے۔'' یعنی تم خود بھی اپنے آپ کو ملامت کرو گے اور اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق بھی تمھیں ملامت کرے گی اور تمھیں ہر خیر و بھلائی سے دور کر دیا جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مدحور کے معنی مردود (راندۂ درگاہ) کے ہیں۔ [2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے یہ خطاب امت سے ہے کیونکہ آپ تو معصوم ہیں۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيۡهِ.

تفسیر آیت: 40

فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان جھوٹے اور ملعون مشرکوں کی تردید فرمائی ہے جنھوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا تھا۔ ان ملعونوں نے فرشتوں کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں پہلے تو یہ گمان کیا کہ یہ مؤنث ہیں، پھر یہ دعویٰ کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور پھر ان کی عبادت بھی شروع کر دی تو ان تینوں باتوں میں انھوں نے زبردست غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اَفَاَصۡفٰٮكُمۡ

[1] تفسیر الطبری: 113/15. [2] تفسیر الطبری: 114/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿41﴾

اور ہم نے اس قرآن میں پھیر پھیر کر (حقائق کو) بیان کیا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں، لیکن (یہ چیز) ان کو نفرت ہی میں زیادہ کرتی ہے ﴿41﴾

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿42﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿43﴾

کہہ دیجیے: اگر اس کے ساتھ اور معبود ہوتے، جیسا کہ وہ (مشرک) کہتے ہیں، تو وہ صاحب عرش (اللہ) تک (پہنچنے کے لیے) ضرور کوئی راہ تلاش کرتے ﴿42﴾ وہ پاک ہے اور وہ (مشرک) جو کچھ کہتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ و بلند تر ہے ﴿43﴾

﴿اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ﴾ ''(مشرکو!) کیا تمھارے پروردگار نے تم کو تو لڑکے دیے اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنایا؟'' یعنی تمھارے گمان کے مطابق اپنے لیے اس نے بیٹوں کو پسند کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی سختی سے تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿40﴾﴾ ''کچھ شک نہیں کہ (یہ) تم بڑی (نامعقول) بات کہتے ہو۔'' یعنی یہ گمان کرتے ہوئے کہ اللہ کی اولاد ہے اور پھر تم نے اس کی اولاد بھی ان بیٹیوں کو قرار دیا جن سے تم نفرت کرتے ہو بلکہ کبھی انھیں زندہ درگور بھی کر دیتے ہو تو یہ تقسیم تو بہت ہی ناانصافی کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ؕ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ۙ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۙ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۚ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ؕ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ؕ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ؕ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا﴾ (مریم 19:88-95) ''اور کہتے ہیں اللہ بیٹا رکھتا ہے۔ (ایسا کہنے والو یہ تو) تم بری بات (زبان پر) لاتے ہو۔ قریب ہے کہ اس (افترا) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں کہ انھوں نے اللہ کے لیے اولاد تجویز کی۔ اور اللہ کو شایاں نہیں کہ کوئی اولاد بنائے، آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہیں، سب اللہ کے روبرو بندے ہو کر آئیں گے، اس نے ان (سب) کو (اپنے علم سے) گھیر رکھا ہے اور (ایک ایک کو) شمار کر رکھا ہے۔ اور سب قیامت کے دن اس کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے۔''

تفسیر آیت: 41

قرآن میں ایک بات کا مختلف طریقوں سے بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے اس قرآن میں پھیر پھیر کر (نشانیوں کو) بیان کیا ہے۔'' یعنی ہم نے اس قرآن میں وعید سے متعلق بہت سی باتوں کو مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے تاکہ لوگ اس کے دلائل و براہین اور مواعظ سے نصیحت حاصل کریں اور شرک، ظلم اور افترا پردازی سے باز آ جائیں۔ ﴿وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿41﴾﴾ ''اور وہ ان میں نفرت کے سوا اور کچھ زیادہ نہیں کرتا۔'' یعنی حق سے نفرت اور اس سے دور ہونے میں (اضافہ کرتا ہے۔)

تفسیر آیات: 43,42

قربت الٰہی کے لیے کسی پیر فقیر کے وسیلے کی ضرورت نہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) ان مشرکوں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ

ساتوں آسمان اور زمین اور جو (مخلوق) ان میں ہے اس (اللہ) کی تسبیح کرتے ہیں، اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو، اور لیکن

وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿44﴾

تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے، بے شک وہ نہایت حوصلے والا، بہت بخشنے والا ہے ﴿44﴾

کہہ دیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس کا کوئی شریک بھی ہے جس کی یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کرتے ہیں تاکہ وہ انھیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے، چنانچہ اگر بات اسی طرح ہے جیسے تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہیں اور ان کی عبادت اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں اور اس کے پاس ان کی شفاعت کریں تو ان سے کہہ دیں کہ وہ تمام معبود تو خود اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے اور اس کا وسیلہ و قرب تلاش کرتے ہیں، لہٰذا تم بھی اسی وحدہ لا شریک کی عبادت کرو جس طرح کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ تمھیں کسی ایسے معبود کی ضرورت ہی نہیں جو تمھارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے کا کام دے۔ اللہ تعالیٰ تو اس بات کو قطعی طور پر پسند ہی نہیں فرماتا ہے بلکہ وہ اسے ناپسند فرماتا اور اسے اس سے بہت نفرت ہے، اس نے اپنے تمام نبیوں اور رسولوں کی زبانی اس سے منع فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات گرامی کی تنزیہ اور تقدیس بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿43﴾﴾ ”وہ پاک ہے اور جو کچھ یہ بکواس کرتے ہیں، اس سے (اس کا رتبہ) بہت عالی ہے۔“ یعنی یہ مشرک، سرکش اور ظالم جو یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہیں تو اس کی ذات پاک اس سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے وہ اللہ احد و صمد ہے۔ وہ معبود برحق بے نیاز ہے نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

تفسیر آیت:44

ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ساتوں آسمان، زمین اور جو مخلوقات ان میں ہیں، وہ سب اس کی تقدیس، تنزیہ، تعظیم اور تکبیر بیان کرتی ہیں اور اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ وہ اپنی ربوبیت والوہیت میں واحد ہے۔

فَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهُ آيَةٌ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدُ

”ہر چیز میں اس کے لیے نشانی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی ذات پاک واحد ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿90﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿91﴾﴾ ”قریب ہے کہ اس (افترا) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں کہ انھوں نے اللہ کے لیے بیٹے تجویز کیے۔“ (مریم 91,90:19)

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ﴾ ”اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔“ یعنی مخلوقات میں سے ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے لیکن لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو کیونکہ ان کی زبان تمھاری زبان سے مختلف ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بات عام ہے جو تمام حیوانات، جمادات اور نباتات سے متعلق ہے اس سلسلے میں مشہور قول یہی ہے۔ صحیح بخاری میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ ہم کھانے کی تسبیح سن رہے تھے جبکہ اسے کھایا جا رہا تھا۔[1] امام احمد نے معاذ بن انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کے پاس گئے جو اپنے جانوروں اور سواریوں پر تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا: [اِرْكَبُوهَا سَالِمَةً ، وَدَعُوهَا سَالِمَةً، وَلَا تَتَّخِذُوهَا كَرَاسِيَّ لِأَحَادِيثِكُمْ فِي الطُّرُقِ وَالْأَسْوَاقِ، فَرُبَّ مَرْكُوبَةٍ خَيْرٌ مِّنْ رَّاكِبِهَا وَأَكْثَرُ ذِكْرًا لِّلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مِنْهُ] ''ان پر سواری کرو جبکہ یہ صحیح سلامت ہوں اور صحت وسلامتی کی حالت میں انھیں چھوڑ دو، راستوں اور بازاروں میں اپنی باتوں کے لیے انھیں کرسیاں نہ بناؤ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سواری اپنے سوار سے بڑھ کر اور اس سے بہتر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والی ہو۔''[2] سنن نسائی میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مینڈک کو قتل کرنے سے منع فرمایا کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔[3]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''بے شک وہ بڑا بردبار (اور) نہایت بخشن ہار ہے۔'' یعنی اپنی نافرمانی کرنے والے کو وہ فوراً سزا نہیں دیتا بلکہ اسے مہلت اور ڈھیل دے دیتا ہے اور اگر وہ اپنے کفر وعناد پر بدستور قائم رہے تو وہ اسے اس طرح پکڑ لیتا ہے جس طرح قوی اور غالب پکڑ لیتا ہے۔ صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ [إِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ] ''اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیے رکھتا ہے حتی کہ جب اسے پکڑتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ﴾ (ھود 102:11) ''اور آپ کا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے۔''[4] اور فرمایا: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ﴾ (الحج 48:22) ''اور بہت سی بستیاں ہیں کہ میں ان کو مہلت دیتا رہا اور وہ نافرمان تھیں۔''

اور فرمایا: ﴿ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ﴾ (الحج 45:22) ''اور بہت سی بستیاں ہیں کہ ہم نے ان کو تباہ کر ڈالا کہ وہ نافرمان تھیں۔'' اور جو شخص کفر اور نافرمانی سے باز آ جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ

---

[1] صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث: 3579. [2] مسند أحمد: 439/3 [ولا تتخذوها كراسي] تک یہ حدیث صحیح ہے۔ دیکھیے السلسلة الصحيحة، حديث: 21 والموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 393,392/24. [3] سنن النسائي، الصيد، باب الضفدع، حديث: 4360، مزید دیکھیے سنن أبي داود، الطب، باب في الأدوية المكروهة، حديث: 3871 ومسند أحمد: 453/3 نوٹ: مینڈک کے تسبیح کرنے کے بارے میں حدیث کا حصہ ضعیف ہے۔ مکمل حدیث اس طرح ہے: نهى النبي عن قتل الضفدع وقال: [إِنَّ نَقِيقَهَا تَسْبِيحٌ] نبی اکرم ﷺ نے مینڈک کو قتل کرنے سے روکا اور فرمایا: ''بلاشبہ اس کا ٹرانا تسبیح ہے۔'' دیکھیے المعجم الأوسط للطبراني، ترجمة عثمان: 12/3، حديث: 3716 والسنن الكبرى للبيهقي، الضحايا، باب مايحرم من جهة......: 318/9 والسلسلة الضعيفة، حديث: 4788 عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہما. [4] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ ﴾......(هود 102:11) ......، حديث: 4686 وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث: 2583 عن أبي موسى الأشعري رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿45﴾ وَّجَعَلْنَا

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اوران لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک مخفی پردہ ڈال دیتے ہیں ﴿45﴾ اور ہم نے

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا

ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں، اوران کے کانوں میں گرانی (ڈال دیتے ہیں۔) اور جب آپ قرآن میں اپنے

عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿46﴾

اکیلے رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ نفرت سے اپنی پیٹھوں کے بل پھر جاتے ہیں ﴿46﴾

يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ (النسآء 4:110) ”اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کر لے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بڑا بخشنے والا (اور) نہایت مہربان پائے گا۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿44﴾ ﴾ ”بے شک وہ بڑا بردبار (اور) بہت بخشنے والا ہے۔“ جیسا کہ سورۂ فاطر کے آخر میں فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَىِٕنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ ﴾ (فاطر 35:41) ”اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے رکھتا ہے کہ ٹل (نہ) جائیں۔ اگر وہ ٹل جائیں تو اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں جو ان کو تھام سکے، بے شک وہ بڑا بردبار (اور) بہت بخشنے والا ہے۔“ اور پھر اس سورۂ مبارکہ کی آخری آیت میں فرمایا: ﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝ ﴾ (فاطر 35:45) ”اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑنے لگتا تو روئے زمین پر ایک چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا اور لیکن وہ ان کو ایک وقت مقرر تک مہلت دیے جاتا ہے، سو جب ان کا وقت آجائے گا تو (ان کے اعمال کا بدلہ دے گا) اللہ تو اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔“

تفسیر آیات: 46,45

مشرکوں کے دلوں پر پردہ ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) جب آپ ان مشرکوں کو قرآن پڑھ کر سناتے ہیں تو ہم آپ کے اوران کے درمیان حجاب پر حجاب کر دیتے ہیں۔ قتادہ اور ابن زیاد کہتے ہیں کہ اس سے مراد کہ ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں ایسے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ ﴾ (حٰمٓ السجدۃ 41:5) ”اور کہنے لگے کہ جس چیز کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ (بہرا پن) ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے۔“[1] یعنی ہمارے کانوں میں رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے آپ کی بات ہمارے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور ﴿ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿45﴾ ﴾ میں مستور بمعنی ساتر ہے جس طرح مَیمُون اور مَشؤُوم کے الفاظ یَامِنٌ اور شَائِمٌ کے معنی میں

[1] تفسیر الطبری: 118/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال ہوتے ہیں کیونکہ یہ الفاظ یَمۡنَھُمۡ اور شَأۡمَھُمۡ سے مشتق ہیں۔ اس کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ ان کے دل آنکھوں سے چھپے ہوئے ہیں، لہٰذا تم انھیں دیکھ نہیں سکتے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے اور ہدایت کے درمیان پردہ بھی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اس کو ترجیح دی ہے۔[1]

حافظ ابو یعلیٰ مُوصلی رحمہ اللہ نے اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب سورت ﴿ تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّتَبَّ ؕ﴾ (اللھب 111:1) نازل ہوئی تو بھینگی ام جمیل بڑے جوش وخروش سے آئی، اس نے ہاتھ میں پتھر پکڑا ہوا تھا اور کہہ رہی تھی: مُذَمَّمٌ أَبَیۡنَا أَوۡ أَتَیۡنَا۔ اَلشَّكُّ مِنۡ أَبِی مُوسٰی۔ وَدِیۡنُهٗ قَلَیۡنَا، وَأَمۡرُهٗ عَصَیۡنَا] ”ہم نے (ان کا) انکار کیا ہے یا یہ کہا کہ مذمم ہمارے پاس آئے، یہ ابو موسیٰ کو شک ہے کہ اس نے کیا کہا، اس کے دین سے ہم بیزار و متنفر ہیں اور اس کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ اس وقت جلوہ افروز تھے اور آپ کے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ آرہی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ آپ کو دیکھ نہ لے، آپ نے فرمایا: [إِنَّهَا لَنۡ تَرَانِی] ”یقیناً یہ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گی“ اور آپ نے اس وقت قرآن پڑھ کر اپنے آپ کو اس کے شر سے محفوظ کر لیا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ جَعَلۡنَا بَیۡنَکَ وَبَیۡنَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ حِجَابًا مَّسۡتُوۡرًا ﴿۴۵﴾﴾ ”اور جب آپ قرآن پڑھا کرتے ہیں تو ہم آپ میں اور ان لوگوں میں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے چھپایا ہوا پردہ کر دیتے ہیں۔“ راوی کا بیان ہے کہ یہ عورت آئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑی ہوگئی مگر نبی ﷺ کو نہ دیکھ سکی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی: اے ابوبکر! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تیرے ساتھی نے میری مذمت کی ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں اس گھر کے رب کی قسم! انھوں نے تیری مذمت نہیں کی۔ تو وہ یہ کہتی ہوئی واپس چلی گئی کہ قریش کو معلوم ہے کہ میں اس کے سردار کی بیٹی ہوں۔[2]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَّجَعَلۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ اَکِنَّۃً ﴾ ”اور ہم ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔“ أَکِنَّةٌ، کنان کی جمع ہے، کنان اس کو کہتے ہیں جو دل پر چھا جائے، ﴿ اَنۡ یَّفۡقَہُوۡہُ ﴾ ”کہ اسے سمجھ سکیں۔“ تاکہ وہ قرآن کو سمجھ نہ سکیں ﴿ وَفِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ وَقۡرًا ؕ﴾ ”اور ان کے کانوں میں ثقل (پیدا کر دیتے ہیں۔)“ یعنی وہ ثقل جو انھیں قرآن کے اس طرح سننے سے روکے جو ان کے لیے منفعت اور ہدایت کا سبب بنے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاِذَا ذَکَرۡتَ رَبَّکَ فِی الۡقُرۡاٰنِ وَحۡدَہٗ ﴾ ”اور جب آپ قرآن میں اپنے پروردگار یکتا کا ذکر کرتے ہیں۔“ یعنی تلاوت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر کرتے اور لا الہ الا اللہ کہتے ہیں تو ﴿ وَلَّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِہِمۡ نُفُوۡرًا ﴿۴۶﴾﴾ ”تو وہ

[1] تفسیر الطبری: 118/15. [2] مسند أبی یعلی الموصلی: 54,53/1، حدیث: 53 مزید دیکھیے المستدرک للحاکم، التفسیر: 361/2، حدیث: 3376 اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے اپنی کتاب صحیح السیرة النبویة، باب أمر الله رسوله بإبلاغ الرسالة......، ص: 138,137 میں ذکر کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ

ہم خوب جانتے ہیں جس (غرض) سے وہ اس (قرآن) کو غور سے سنتے ہیں، جب وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور جب وہ خفیہ مشورے کرتے

الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿47﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا

ہیں (تب بھی) جبکہ ظالم کہتے ہیں: تم جس کی اتباع کرتے ہو وہ تو جادو مارا شخص ہے ﴿47﴾ دیکھیے! انھوں نے آپ کے لیے کس طرح مثالیں بیان کیں؟

يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿48﴾

وہ گمراہ ہو گئے، لہٰذا وہ راستہ نہیں پا سکتے ﴿48﴾

بدک جاتے اور پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں۔'' نُفُور، نَافِر کی جمع ہے جس طرح قُعُود، قاعِد کی جمع ہے، یہ بھی جائز ہے کہ یہ کسی اور باب سے مصدر ہو، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ﴾ (الزمر 39:45) ''اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں۔''

امام قتادہ نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ﴾ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ مسلمان جب لا الہ الا اللہ کہتے تو مشرکین اس کا انکار کرتے یہ بات انھیں بہت گراں محسوس ہوتی اور ابلیس اور اس کے لشکروں کو تو اس سے بہت ہی تنگی ہوئی مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت یہی تھی کہ اس کلمے کو جاری کر دے، اسے بلند کر دے، اسے فتح و نصرت سے نوازے اور مخالفت کرنے والوں پر اسے غالب کر دے، یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو اس کے لیے جھگڑے گا، وہ کامیاب ہوگا جو اس کے ساتھ لڑے گا، فتح یاب ہوگا، اس جزیرے کے مسلمان اسے پہچانتے ہیں جسے اونٹ سوار چند راتوں میں طے کر سکتا ہے اور اگر وہ زمانہ بھر لوگوں کے گروہوں میں گھومتا رہے تو نہ وہ اس کلمے کو پہچانیں گے اور نہ اس کا اقرار ہی کریں گے۔[1]

تفسیر آیات: 48,47

قرآن سننے کے بعد قریش کی سرگوشیاں: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو سرداران قریش کی ان سرگوشیوں سے مطلع فرمایا ہے جو انھوں نے اس وقت کی تھیں جب اپنی قوم سے چھپ کر نبیٔ اکرم ﷺ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا اور کہا تھا کہ آپ تو سحر زدہ ہیں مشہور قول کے مطابق سِحر سے ہے جس کے معنی جادو کے ہیں یا سَحر سے ہے جس کے معنی پھیپھڑے ہیں، یعنی انھوں نے کہا کہ تم تو ایسے آدمی کی اتباع کرتے ہو جو کھاتا پیتا ہے لیکن یہ معنی محل نظر ہے کیونکہ یہاں ان کی مراد ہے کہ آپ نعوذ باللہ، آسیب زدہ ہیں، آپ کے پاس وہ کلام آتا ہے جسے انھوں نے آپ سے تلاوت کرتے ہوئے سن رکھا ہے۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ آپ شاعر ہیں کسی نے کہا کہ کاہن ہیں کسی نے کہا کہ مجنون ہیں اور کسی نے کہا کہ ساحر ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿48﴾﴾ ''دیکھو انھوں نے کس کس طرح آپ کے بارے میں باتیں بنائی ہیں، سو یہ گمراہ ہو رہے ہیں اور رستہ نہیں پا سکے۔'' یعنی یہ نہ راہ حق کو

[1] تفسیر الطبری: 119/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پا سکیں گے اور نہ اس تک پہنچ ہی سکیں گے۔

امام محمد بن اسحاق نے ''سیرت'' میں بیان کیا ہے کہ مجھ سے محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے بیان کیا کہ ابوسفیان بن حرب، ابوجہل بن ہشام اور اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب ثقفی، جو بنی زہرہ کا حلیف تھا، ایک رات نکلے تا کہ رسول اللہ ﷺ سے قرآن سنیں، آپ اس وقت کا شانۂ نبوت میں رات کو نماز میں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے، ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر آ کر قرآن سننے کے لیے بیٹھ گیا اور ان میں سے کسی کو دوسرے کے بارے میں کوئی علم نہ تھا، یہ لوگ ساری رات طلوع فجر تک بیٹھے قرآن سنتے رہے اور جب صبح ہوئی تو اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چل پڑے اور جب رستے میں ایک جگہ جمع ہوئے تو ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے کہ آئندہ ایسا نہ کرنا، اگر بعض بے وقوفوں نے تمھیں دیکھ لیا تو ان کے دلوں میں طرح طرح کے خیالات آنے لگیں گے۔ یہ عہد و پیمان کرنے کے بعد وہ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اسی طرح جب دوسری رات ہوئی تو پھر اٹھ کر اپنی اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان اقدس سے قرآن سننے لگے اور طلوع فجر تک سنتے رہے، جب صبح ہوئی تو اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چل پڑے اور پھر رستے میں ایک جگہ جمع ہو گئے تو پھر ایک دوسرے نے باہم وہی کہا جو پہلی مرتبہ کہا تھا، پھر چل دیے۔ جب تیسری رات ہوئی تو پھر ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا۔ ساری رات قرآن سننے کے بعد جب طلوع فجر کے وقت گھروں کو چل دیے تو راستے میں جمع ہو گئے، پھر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آج ہمیں یہ پختہ عہد و پیمان کر کے جانا ہے کہ آئندہ ہم ایسا نہ کریں گے، انھوں نے پختہ عہد کیا اور اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔ صبح ہوئی تو اخنس بن شریق نے اپنی لاٹھی پکڑی اور اپنے گھر سے باہر نکلا، پھر ابوسفیان بن حرب کے گھر آیا اور کہنے لگا:

ابوحنظلہ! محمد سے جو تم نے سنا ہے اس کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا: ابوثعلبہ! اللہ کی قسم! میں نے کچھ باتیں ایسی بھی سنی ہیں جن کو میں نہیں جانتا اور نہیں جانتا کہ ان سے کیا مراد ہے، اخنس نے جواب دیا کہ اس ذات کی قسم جس کی تم نے قسم کھائی ہے! میرا بھی یہی حال ہے، پھر اخنس ابوجہل کے گھر گیا اور اس سے کہنے لگا: ابوالحکم! محمد سے رات کو تم نے جو کچھ سنا ہے اس کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے کیا سننا تھا۔ بات یہ ہے کہ ہمارا اور عبد مناف کا شرف و برتری کے حصول میں ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا۔ وہ لوگوں کو کھانا کھلاتے تو ہم بھی کھلا دیتے، وہ مسافروں کو سواریاں دیتے تو ہم بھی دے دیتے۔ وہ مال و دولت خرچ کرتے تو ہم ان سے بھی زیادہ خرچ کر دیتے حتی کہ گھڑ دوڑ کے دونوں گھوڑوں کی طرح ہم ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا تھے تو عبد مَناف کے لوگوں نے کہا کہ ہم میں اللہ کے ایک نبی ہیں جن پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے تو ہم اس شرف کو بھلا کس طرح حاصل کر سکتے ہیں! لہٰذا ہم تو ان پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان کی تصدیق کریں گے۔ اخنس ابوجہل کا یہ جواب سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے گھر سے نکل گیا۔[1]

[1] السيرة النبوية لابن إسحاق، قصة استماع قريش إلى قراءة النبيﷺ:226/1 والسيرة النبوية لابن هشام، قصة استماع قريش إلى قراءة النبيﷺ:316,315/1 ودلائل النبوة للبيهقي، باب اعتراف مشركي قريش بما في كتاب الله......:207,206/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقَالُوۡۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِيۡدًا ﴿49﴾ قُلۡ كُوۡنُوۡا

اور انھوں نے کہا: کیا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو کیا ہم (دوبارہ) از سرِ نو پیدا کر کے اُٹھائے جانے والے ہیں؟ ﴿49﴾ کہیے: تم پتھر یا لوہا ہو

حِجَارَةً اَوۡ حَدِيۡدًا ۙ﴿50﴾ اَوۡ خَلۡقًا مِّمَّا يَكۡبُرُ فِىۡ صُدُوۡرِكُمۡ‌ۚ فَسَيَقُوۡلُوۡنَ مَنۡ يُّعِيۡدُنَا‌ ؕ قُلِ

جاؤ ﴿50﴾ یا کوئی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی معلوم ہوتی ہو۔ پھر وہ کہیں گے: کون ہمیں (دوبارہ) لوٹائے (پیدا کرے) گا؟ کہیے: وہی جس نے

الَّذِىۡ فَطَرَكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ‌ ۚ فَسَيُنۡغِضُوۡنَ اِلَيۡكَ رُءُوۡسَهُمۡ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هُوَ‌ ؕ قُلۡ عَسٰٓى

تمھیں پہلی بار پیدا کیا، پھر وہ آپ کی طرف (تعجب سے) اپنے سر ہلائیں گے اور کہیں گے: وہ کب ہوگا؟ کہہ دیجیے: امید ہے کہ وہ قریب ہو ﴿51﴾

اَنۡ يَّكُوۡنَ قَرِيۡبًا ﴿51﴾ يَوۡمَ يَدۡعُوۡكُمۡ فَتَسۡتَجِيۡبُوۡنَ بِحَمۡدِهٖ وَتَظُنُّوۡنَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿52﴾ ع 5/12/5

جس دن وہ (اللہ) تمھیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے تعمیل ارشاد کرو گے اور تم خیال کرو گے کہ بس تھوڑا عرصہ ٹھہرے ہو ﴿52﴾

تفسیر آیات: 49-52

حیات بعد الممات پر ایمان نہ لانے والوں کی تردید: اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے بارے میں فرمایا: آپ کہہ دیجیے: انھیں وہی (اللہ) زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کے پیدا کرنے کو خوب جانتا ہے جو آخرت کے وقوع کو بعید سمجھتے اور استفہام انکار کے طور پر کہتے ہیں: ﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا﴾ ''جب ہم (مر کر بوسیدہ) ہڈیاں اور چورا چورا ہو جائیں گے۔'' یعنی مٹی ہو جائیں گے، یہ مجاہد کا قول ہے۔[1]

اور علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ہم غبار ہو جائیں گے۔[2] ﴿ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِيۡدًا ﴿49﴾﴾ ''تو کیا ہم از سرِ نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے۔'' یعنی جب ہم بوسیدہ اور عدم ہو جائیں گے کہ جن کا کوئی ذکر مذکور نہ ہوگا تو کیا قیامت کے دن ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿يَقُوۡلُوۡنَ ءَاِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِى الۡحَافِرَةِ ؕ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ قَالُوۡا تِلۡكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ﴾ (النّٰزعٰت 79:10-12) ''(کافر) کہتے ہیں: کیا ہم الٹے پاؤں پھر لوٹیں گے؟ بھلا جب ہم کھوکھلی ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر زندہ کیے جائیں گے۔ کہتے ہیں کہ یہ لوٹانا تو (موجب) زیاں ہے۔''

اور فرمایا: ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِىَ خَلۡقَهٗ ؕ قَالَ مَنۡ يُّحۡىِ الۡعِظَامَ وَهِىَ رَمِيۡمٌ ۞ قُلۡ يُحۡيِيۡهَا الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلۡقٍ عَلِيۡمٌ ۙ﴾ (یٰسٓ 36:78,79) ''اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا کہ (جب) ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا۔ آپ کہہ دیجیے: انھیں وہی (اللہ) زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کے پیدا کرنے کو خوب جانتا ہے۔'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان کو جواب دیں، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلۡ كُوۡنُوۡا حِجَارَةً اَوۡ حَدِيۡدًا ﴿50﴾﴾ ''کہہ دیں کہ (خواہ تم) پتھر ہو جاؤ یا لوہا۔'' کیونکہ یہ چیزیں بوسیدہ ہڈیوں سے زیادہ سخت ہیں، ﴿اَوۡ خَلۡقًا مِّمَّا يَكۡبُرُ فِىۡ صُدُوۡرِكُمۡ﴾ ''یا کوئی اور چیز جو تمھارے سینوں (دلوں) میں

[1] تفسیر الطبری: 122/15. [2] تفسیر الطبری: 122/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(پتھر اور لوہے سے بھی) بڑی (سخت) ہو۔'' ابن اسحاق نے ابن ابو نَجیح سے اور انھوں نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد موت ہے۔① عَطِیّہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں فرمایا کہ اگر تم مردہ ہو گئے تو میں تمھیں زندہ کر دوں گا۔② سعید بن جبیر، ابوصالح، حسن، قتادہ اور ضحاک وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔③

بہرحال اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ فرض کرو کہ اگر تم موت سے دوچار ہو جاؤ جو کہ زندگی کی ضد ہے تو اللہ تعالیٰ جب چاہے گا تمھیں زندہ کر دے گا کہ وہ جب کسی چیز کے کرنے کا ارادہ فرما لے تو کوئی چیز اسے روک نہیں سکتی۔

مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ ﴾ ''یا کوئی اور چیز جو تمھارے سینوں (دلوں) میں (پتھر اور لوہے سے بھی) بڑی (سخت) ہو۔'' سے مراد آسمان و زمین اور پہاڑ ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ تم جو چاہو ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمھیں موت کے بعد ضرور دوبارہ زندہ کرے گا۔④

فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ ﴾ ''تو جھٹ کہیں گے: (بھلا) ہمیں کون لوٹائے گا؟'' یعنی اگر ہم پتھر یا لوہا یا کوئی اور سخت چیز بن جائیں تو ہمیں دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ ﴿ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ ﴾ ''کہہ دیں کہ وہی جس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا۔'' یعنی جس نے تمھیں اس وقت پیدا کیا جب تمھارا کوئی ذکر تک مذکور نہ تھا، پھر اس نے تمھیں پیدا فرمایا اور تم انسان بن کر زمین میں بسنے لگے، وہی اس بات پر قادر ہے کہ مرنے کے بعد تم، خواہ جس حالت میں بھی ہو گے وہ تمھیں زندہ کر دے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۭ ﴾ الآية (الروم 27:30) ''اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا۔ اور یہ اس کو بہت آسان ہے۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ ﴾ ''تو (تعجب سے) آپ کے آگے اپنے سر ہلائیں گے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ ازراہ مذاق سر ہلائیں گے۔⑤ کیونکہ اہل زبان، عربوں، کے نزدیک اِنغاض کے معنی نیچے سے اوپر یا اوپر سے نیچے حرکت دینے کے ہیں اور اسی وجہ سے شتر مرغ کے بچے کو نُغض کہتے ہیں کیونکہ وہ جب چلتا ہے تو تیز چلتا اور اپنے سر کو حرکت دیتا ہے، اسی طرح نَغَضَتْ سِنُّہٗ اس وقت کہا جاتا ہے جب دانت حرکت کرنے لگے اور اپنی جڑ سے اوپر اٹھ آئے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ ﴾ ''اور پوچھیں گے کہ ایسا کب ہوگا۔'' یعنی وہ اس کے وقوع کو بعید سمجھتے ہوئے یہ کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ ﴾ (الملك 25:67) ''اور کافر کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ ﴾ (الشورٰی 18:42) ''جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔'' فرمان الٰہی ہے: ﴿ قُلْ

① تفسیر الطبری: 123/15 و تفسیر القرطبی: 274/10. ② تفسیر الطبری: 123/15. ③ تفسیر الطبری: 124,123/15. ④ تفسیر عبد الرزاق: 301/2 رقم: 1575. ⑤ تفسیر الطبری: 126/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ قُلۡ لِّعِبَادِیۡ یَقُوۡلُوا الَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَنۡزَغُ بَیۡنَہُمۡ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ کَانَ

اور میرے بندوں سے کہہ دیجیے کہ وہ بات کہیں جو احسن ہو، بے شک شیطان ان کے درمیان فساد ڈالتا ہے، بلاشبہ شیطان انسان کا

لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا ﴿53﴾

کھلا دشمن ہے ﴿53﴾

﴿عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ قَرِیۡبًا ﴿51﴾﴾ ''کہہ دیجیے: ہوسکتا ہے کہ جلد ہو۔'' یعنی اس سے ڈر جاؤ، یہ بہت قریب ہے، یقینی طور پر یہ دن بہت جلد تمھارے پاس آنے والا ہے اور جو چیز آنے والی ہو وہ قریب ہی ہوتی ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿یَوۡمَ یَدۡعُوۡکُمۡ﴾ ''جس دن وہ تمھیں پکارے گا۔'' یعنی رب تبارک وتعالیٰ ﴿اِذَا دَعَاکُمۡ دَعۡوَۃً ٭ۖ مِّنَ الۡاَرۡضِ ٭ۖ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ تَخۡرُجُوۡنَ ○﴾ (الروم 25:30) ''جب وہ تم کو زمین میں سے (نکلنے کے لیے) آواز دے گا تو تم جھٹ نکل پڑو گے۔'' یعنی وہ جب تمھیں زمین سے نکلنے کا حکم دے گا تو اس کے حکم کی نہ مخالفت کی جاسکے گی اور نہ اسے ٹالا جاسکے گا بلکہ صورت حال اس طرح ہوگی جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَاۤ اَمۡرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَۃٌ کَلَمۡحٍۭ بِالۡبَصَرِ ○﴾ (القمر 50:54) ''اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿فَاِنَّمَا ہِیَ زَجۡرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ○ فَاِذَا ہُمۡ بِالسَّاہِرَۃِ ○ؕ﴾ (النّٰزعٰت 14,13:79) ''وہ تو صرف ڈانٹ ہوگی۔ اس وقت وہ (سب) میدان (حشر) میں (آ جمع) ہوں گے۔'' یعنی ڈانٹ کا ایک حکم ہوگا کہ لوگ زمین کے اندر سے نکل کر باہر آجائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿یَوۡمَ یَدۡعُوۡکُمۡ فَتَسۡتَجِیۡبُوۡنَ بِحَمۡدِہٖ﴾ ''جس دن وہ تمھیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول کرتے اور اس کے ارادے کی اطاعت بجالاتے ہوئے تم سب کے سب کھڑے ہو جاؤ گے۔ ﴿وَتَظُنُّوۡنَ﴾ ''اور خیال کرو گے'' جس دن قبروں سے اٹھو گے ﴿اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿52﴾﴾ ''(کہ) تم (دنیا میں) بہت کم (مدت) رہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿کَاَنَّہُمۡ یَوۡمَ یَرَوۡنَہَا لَمۡ یَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا عَشِیَّۃً اَوۡ ضُحٰہَا ○﴾ (النّٰزعٰت 46:79) ''جب وہ اس کو دیکھیں گے (تو ایسا خیال کریں گے) کہ گویا (دنیا میں صرف) ایک شام یا صبح رہے تھے۔''

اور فرمایا: ﴿یَّوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ وَنَحۡشُرُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ یَوۡمَئِذٍ زُرۡقًا ○ۚۖ یَّتَخَافَتُوۡنَ بَیۡنَہُمۡ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا عَشۡرًا ○ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ اِذۡ یَقُوۡلُ اَمۡثَلُہُمۡ طَرِیۡقَۃً اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا یَوۡمًا ○﴾ (طٰہٰ 104-102:20) ''جس روز صور میں پھونکا جائے گا اور ہم گناہ گاروں کو اکٹھا کریں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی نیلی ہوں گی۔ (تو) وہ آپس میں آہستہ آہستہ کہیں گے کہ تم (دنیا میں) صرف دس ہی دن رہے ہو۔ جو باتیں یہ کریں گے ہم خوب جانتے ہیں اس وقت ان میں سب سے اچھے طریقے والا (عاقل و ہوش مند) کہے گا کہ (نہیں بلکہ) صرف ایک ہی روز ٹھہرے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿وَیَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ یُقۡسِمُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۬ۙ مَا لَبِثُوۡا غَیۡرَ سَاعَۃٍ ؕ کَذٰلِکَ کَانُوۡا یُؤۡفَکُوۡنَ ○﴾ (الروم 55:30) ''اور جس روز قیامت برپا ہوگی گناہ گار قسمیں اٹھائیں گے کہ وہ (دنیا) ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے تھے۔ اسی طرح وہ (رستے سے) پھرے جاتے تھے۔'' اور فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِكُمۡ‌ؕ اِنۡ يَّشَاۡ يَرۡحَمۡكُمۡ اَوۡ اِنۡ يَّشَاۡ يُعَذِّبۡكُمۡ‌ؕ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا ﴿54﴾

تمھارا رب تمھیں بہتر جانتا ہے، اگر وہ چاہے تو تم پر رحم کرے اور اگر چاہے تو تمھیں عذاب دے اور ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر

وَرَبُّكَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ وَلَقَدۡ فَضَّلۡنَا بَعۡضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعۡضٍ‌ وَّاٰتَيۡنَا

نہیں بھیجا ﴿54﴾ اور آپ کا رب انھیں خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور یقیناً ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی اور ہم

دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ﴿55﴾

نے داود کو زبور دی ﴿55﴾

﴿ قٰلَ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ فِى الۡاَرۡضِ عَدَدَ سِنِيۡنَ ○ قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ فَسۡـَٔلِ الۡعَآدِّيۡنَ ○ قٰلَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا لَّوۡ اَنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ○ ﴾ (المؤمنون 23:112-114) ''(اللہ) پوچھے گا کہ تم زمین میں کتنے برس رہے؟ وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے تھے شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجیے۔ (اللہ) فرمائے گا کہ (وہاں) تم (بہت ہی) کم رہے، کاش! تم جانتے ہوتے۔''

تفسیر آیت: 53

حسنِ ادب کے ساتھ گفتگو: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے عبد ورسول ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کو یہ حکم دے دیں کہ جب وہ گفتگو کریں تو وہ بہت پاکیزہ، شائستہ اور احسن انداز میں گفتگو کریں ورنہ شیطان بری باتوں سے ان میں فساد اور لڑائی جھگڑا پیدا کر دے گا کیونکہ وہ تو اسی وقت سے آدم اور تمام اولادِ آدم کا دشمن ہے جب اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا، انسانوں سے اس کی عداوت بالکل ظاہر اور واضح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلم بھائی کی طرف چھری کے ساتھ اشارہ کرے، اس لیے کہ بسا اوقات شیطان اسے چھری لگوا دیتا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا (يُشِيرَنَّ) أَحَدُكُمْ إِلٰى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَحَدُكُمْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ أَنْ يَنْزِعَ فِي يَدِهِ، فَيَقَعَ فِي حُفْرَةٍ (مِّنَ النَّارِ)] ''تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے چلوا دے اور وہ جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔''[1] امام بخاری و مسلم نے اسے بروایت عبدالرزاق بیان کیا ہے۔[2]

تفسیر آیات: 55,54

اللہ ہی علیم و حکیم اور غفور و رحیم ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِكُمۡ‌ؕ ﴾ ''تمھارا پروردگار تم سے خوب واقف ہے۔'' لوگو! تمھارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کون ہدایت کا مستحق ہے اور کون ہدایت کا مستحق نہیں ہے، ﴿ اِنۡ يَّشَاۡ

[1] مسند أحمد:317/2، پہلی قوسین والا لفظ المصنف لعبد الرزاق، باب ذکر رفع السلام:160/10، حدیث:18679 میں ہے۔ جبکہ مسند احمد میں اس کے بجائے يُمْشِيَنَّ ہے اور دوسری قوسین والا جملہ بخاری و مسلم کے مطابق ہے۔ [2] صحيح البخاري، الفتن، باب قول النبي ﷺ: [من حمل علينا......]، حديث: 7072 و صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب النهي عن الإشارة......، حديث:2617.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ يَرْحَمْكُمْ ﴾ ''اگر چاہے تو تم پر رحم کرے۔'' یہ کہ تمھیں اطاعت وانابت کی توفیق عطا فرما دے، ﴿ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿54﴾ ﴾ ''یا اگر چاہے تو تمھیں عذاب دے اور ہم نے آپ کو ان پر کوئی ذمہ دار (بنا کر) نہیں بھیجا۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) ہم نے آپ کو نذیر بنا کر بھیجا ہے جس نے آپ کی اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے نافرمانی کی تو جہنم رسید ہوگا۔ ﴿ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ﴾ ''اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے آپ کا پروردگار اس سے خوب واقف ہے۔'' یعنی وہ طاعت اور معصیت کے اعتبار سے ان کے مراتب سے خوب آگاہ ہے۔

بعض انبیاء کی بعض پر فضیلت: ﴿ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت دی۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۘ مِنْھُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ ۭ ﴾ (البقرۃ 2:253) ''یہ پیغمبر (جو وقتاً فوقتاً ہم بھیجتے رہے) ہیں ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی، بعض ایسے ہیں جن سے اللہ نے گفتگو کی اور بعض کے (دوسرے امور میں) مرتبے بلند کیے۔'' یہ بخاری ومسلم کی اس روایت کے منافی نہیں ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تُفَضِّلُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ] ''انبیاء کے درمیان (مجھے) فضیلت نہ دو۔''[1] کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ دلیل کے بغیر محض اپنی خواہش اور عصبیت کی وجہ سے فضیلت دی جائے، البتہ اگر کوئی چیز دلیل سے ثابت ہو جائے تو پھر اس کی اتباع واجب ہے اور اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول انبیاء سے افضل ہیں اور رسولوں میں سے اولوالعزم پیغمبر افضل ہیں۔

اولوالعزم پیغمبر پانچ ہیں جن کا سورۂ احزاب اور سورۂ شوریٰ کی (حسب ذیل) آیتوں میں ذکر ہے۔ سورۂ احزاب میں ہے:

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ ﴾ (الأحزاب 33:7) ''اور جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے۔'' اور سورۂ شوریٰ میں ہے: ﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ ﴾ (الشوریٰ 42:13) ''اس نے تمھارے لیے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد!) ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔'' اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دیگر اولوالعزم پیغمبروں سے افضل ہیں، پھر ابراہیم، پھر موسیٰ، اور پھر عیسیٰ علیہم السلام ہیں جیسا کہ مشہور قول ہے، اس مسئلے کو بڑی تفصیل سے دلائل کے ساتھ ہم نے کسی اور جگہ بیان کیا ہے۔ اَللّٰهُ الْمُوَفِّقُ.

---

[1] صحیح البخاري، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی: ﴿ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:139) ......، حدیث: 3414 وصحیح مسلم، الفضائل، باب من فضائل موسٰی علیہ السلام، حدیث: 2373 عن أبي هریرة رضي الله عنه، البتہ مذکورہ حوالے میں [لَا تُفَضِّلُوا بَيْنَ أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ] ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ﴿56﴾ اُولٰٓىِٕكَ

کہہ دیجیے: انھیں پکارو جنھیں تم اس کے سوا (معبود) سمجھتے ہو، نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو ہٹانے کا کوئی اختیار رکھتے ہیں اور نہ (اسے) بدلنے ہی کا ﴿56﴾

الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ

جنھیں یہ (مشرک) لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب تک (پہنچنے کا) وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں سے کون (اللہ سے) قریب تر (ہوسکتا) ہے، اور

عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿57﴾

وہ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بلاشبہ آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے ﴿57﴾

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿55﴾ ﴾ ''اور ہم نے داود کو زبور عنایت کی۔'' یہ حضرت داود علیہ السلام کے فضل وشرف کی طرف اشارہ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [خُفِّفَ عَلٰی دَاوٗدَ الْقُرْآنُ، فَکَانَ یَأْمُرُ (بِدَوَابِّہٖ فَتُسْرَجُ) فَکَانَ یَقْرَأُ قَبْلَ أَنْ یَّفْرُغَ] ''داود پر (زبور کی) قراءت آسان کردی گئی تھی، چنانچہ وہ اپنے (سواری کے) جانوروں پر زین ڈالنے کا حکم دیتے تو اس کام سے فراغت سے پہلے اسے پڑھ لیا کرتے تھے۔''[1]

تفسیر آیات: 57,56

مشرکوں کے معبود نفع ونقصان کی قدرت نہیں رکھتے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلِ ﴾ ''کہیں (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!)'' ان مشرکوں سے جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں ﴿ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ﴾ ''جن لوگوں کی نسبت تمھیں اس کے علاوہ (معبود ہونے) کا گمان ہے ان کو بلا دیکھو۔'' یعنی اپنے بتوں اور معبودانِ باطلہ کو بلاؤ ﴿ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ﴿56﴾ ﴾ ''وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اس کے بدل دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔'' انھیں اس بات کا قطعاً کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ تکلیف کو تم سے کُلیتًا دور کر کے کسی اور کی طرف منتقل کرسکیں کیونکہ اس کی قدرت تو صرف اس اللہ وحدہ لاشریک ہی کو ہے جس نے اس کائنات کو پیدا فرمایا اور جس کا حکم چلتا ہے۔ عَوْفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ مشرکین کہا کرتے تھے کہ ہم فرشتوں، مسیح اور عزیر کی عبادت کرتے ہیں اور وہ انھی کو، یعنی فرشتوں، مسیح اور عزیر کو ہی پکارا کرتے تھے۔[2]

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ ﴾ ''یہ لوگ جن کو (اللہ کے سوا) پکارتے ہیں۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے سلیمان بن مہران اَعمش، از ابراہیم (نخعی)، از ابومعمر (عبداللہ ازدی) اس آیت کے بارے میں عبداللہ (بن مسعود) سے روایت کیا ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ کی پوجا کیا کرتے تھے وہ جن مسلمان ہوگئے۔[3] اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں

[1] صحیح البخاري، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴾ (بنيٓ إسرآء یل17:55)، حدیث: 4713 اور قوسین والے الفاظ صحیح البخاري، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللّٰہ تعالٰی: ﴿ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴾ (النسآء 4:163)...... حدیث: 3417 کے مطابق ہیں۔ [2] تفسیر الطبري: 15/130. [3] صحیح البخاري، التفسیر، باب قوله: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ ...... ﴾ (بنيٓ إسرآء یل17:57)، حدیث: 4715.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ

اور کوئی بستی ایسی نہیں جسے ہم یوم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا اسے شدید عذاب نہ دیں، یہ کتاب (لوح محفوظ) میں

ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿58﴾

لکھا ہوا ہے﴿58﴾

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً

اور ہمیں نشانیاں بھیجنے سے صرف اس چیز نے روکا ہے کہ پہلے لوگوں نے ان کو جھٹلایا تھا اور ہم نے ثمود کو ایک اونٹنی (بطور) واضح (نشانی) دی تھی،

فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿59﴾

پھر انھوں نے اس پر ظلم کیا، اور ہم تو صرف ڈرانے کے لیے نشانیاں بھیجتے ہیں﴿59﴾

کہ بعض انسان بعض جنوں کی عبادت کرتے تھے وہ جن تو مسلمان ہو گئے مگر وہ انسان اپنے اس دین کے ساتھ چمٹے رہے۔[1]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ ﴾ ”اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔“ کیونکہ عبادت تو خوف اور امید کے ساتھ ہی مکمل ہوتی ہے، خوف کی وجہ سے انسان برائیوں سے رکتا ہے اور امید کی وجہ سے کثرت سے طاعت بجالاتا ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿57﴾ ﴾ ”بے شک آپ کے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب واقعی ایسا ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس کے وقوع پذیر ہونے سے خوف کھایا جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ ہی سے اس کے عذاب سے پناہ چاہتے ہیں۔

تفسیر آیت:58

قیامت سے پہلے کافروں کی تمام بستیوں کو تباہ کر دیا جائے گا: اللہ عزوجل نے خبر دی ہے کہ اس نے اپنے ہاں لوح محفوظ میں یہ فیصلہ فرما رکھا ہے کہ وہ ہر ایک بستی کے رہنے والوں کو عنقریب تباہ و برباد کر دے گا یا انھیں سخت عذاب دے گا جو قتل یا اس کی مشیت کے مطابق کسی اور بہت بڑی آزمائش کی صورت میں ہوگا اور یہ ان کے گناہوں اور خطاؤں کے سبب ہوا جیسا کہ سابقہ امتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ﴾ (ھود 101:11) ”اور ہم نے ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ○ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ○ ﴾ (الطلاق 9,8:65) ”اور بہت سی بستیوں (کے رہنے والوں) نے اپنے پروردگار اور اس کے پیغمبروں کے احکام سے سرکشی کی تو ہم نے انھیں انتہائی سخت حساب میں پکڑ لیا اور انھیں انتہائی ہولناک عذاب دیا۔ سو انھوں نے اپنے کاموں کی سزا (کے مزے) کو چکھ لیا اور ان کا انجام نقصان ہی تو تھا۔“

[1] صحیح البخاري، التفسیر، باب: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ ﴾ ...... (بنیٓ إسرآءیل 56:17)، حدیث: 4714.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیت:59

نشانیاں نہ بھیجنے کا سبب: سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ مشرکین نے کہا: اے محمد (ﷺ!) آپ یہ کہتے ہیں کہ سابقہ انبیاء میں سے کسی کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا گیا تھا اور کوئی ان میں سے مردوں کو زندہ کر دیا کرتا تھا، لہٰذا اگر آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں اور آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کریں تو پھر آپ اپنے رب سے یہ دعا کریں کہ وہ اس کوہِ صفا کو ہمارے لیے سونے کا بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی فرمائی کہ میں نے ان کی بات کو سن لیا ہے، اگر آپ چاہیں تو ہم ان کے مطالبے کو پورا کر دیتے ہیں اور اگر یہ ایمان نہ لائے تو پھر ان پر عذاب نازل ہوگا کیونکہ نشانی کے نازل ہونے کے بعد پھر چون و چرا کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی اور اگر آپ چاہیں کہ آپ کی قوم کو مہلت دے دی جائے تو میں انھیں مہلت دیتا ہوں، آپ نے جواب دیا: [يَا رَبِّ! أَسْتَأْنِي] ''اے میرے پروردگار! میں مہلت مانگتا ہوں۔''[1] قتادہ اور ابن جریج وغیرہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[2]

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اہل مکہ نے نبی ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ کوہ صفا کو سونے کا بنا دیا جائے اور پہاڑوں کو دور کر کے زمین کو ہموار کر دیا جائے تاکہ وہ کھیتی باڑی کر سکیں۔ اس کے جواب میں آپ سے کہا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم انھیں مہلت دے دیتے ہیں اور اگر آپ چاہیں تو ان کے مطالبے کو پورا کر دیا جاتا ہے اور اگر پھر بھی یہ کفر پر رہے تو انھیں ہلاک کر دیا جائے گا جس طرح میں نے پہلی امتوں کو ہلاک کر دیا تھا، آپ نے جواب دیا: [لَا، بَلْ أَسْتَأْنِي بِهِمْ] ''نہیں، بلکہ میں ان کے لیے مہلت مانگتا ہوں۔'' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ط﴾ ''اور ہم نے نشانیاں بھیجنی اس لیے موقوف کر دیں کہ پہلے لوگوں نے ان کی تکذیب کی تھی۔''[3] امام نسائی نے اسے بروایت جریر بیان کیا ہے۔[4]

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ قریش نے نبی ﷺ سے یہ کہا: آپ اپنے رب سے دعا کریں کہ اگر وہ کوہ صفا کو ہمارے لیے سونے کا بنا دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے فرمایا: تم ایمان لے آؤ گے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، تو آپ نے دعا فرمائی تو جبریل آئے اور انھوں نے کہا کہ آپ کے رب نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لیے کوہ صفا کو سونے کا بنا دیتا ہوں اور اس کے بعد اگر ان میں سے کسی نے کفر کیا تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا کہ اہل عالم میں سے کسی کو اس طرح کا عذاب نہیں دیا ہوگا اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کے دروازوں کو کھلا رکھتا ہوں؟ آپ نے جواب دیا: [بَلْ بَابُ التَّوْبَةِ وَالرَّحْمَةِ] ''بلکہ توبہ اور رحمت کے دروازوں کو (کھلا رکھا جائے۔)''[5]

---

[1] تفسير الطبري: 135/15. [2] تفسير الطبري: 135/15. [3] مسند أحمد: 258/1. [4] السنن الكبرىٰ للنسائي، التفسير، باب قوله تعالىٰ: ﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ......﴾: 380/6، حديث: 11290 مزید دیکھیے صحيح السيرة النبوية للألباني، ص: 152. [5] مسند أحمد: 242/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً

اور (یاد کریں) جب ہم نے آپ سے کہا: بے شک آپ کے رب نے لوگوں کا احاطہ کر رکھا ہے، اور ہم نے آپ کو (معراج میں) جو مشاہدہ کرایا اسے

لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا

لوگوں کے لیے بس ایک آزمائش ہی بنا دیا اور اس درخت (زقوم) کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی اور ہم انھیں ڈراتے ہیں تو یہ (ڈرانا) ان کی

كَبِيْرًا ﴿60﴾ ع 6/8/6

بڑی سرکشی ہی کو زیادہ کرتا ہے ﴿60﴾

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿59﴾﴾ ’’اور ہم جو نشانیاں بھی بھیجتے ہیں تو ڈرانے ہی کے لیے (بھیجتے ہیں۔)‘‘ قتادہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنی جن نشانیوں کے ساتھ چاہتا ہے لوگوں کو ڈراتا ہے تاکہ وہ عبرت و نصیحت حاصل کر کے اپنے رب کی طرف رجوع کریں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک بار کوفے میں زلزلہ آیا تو انھوں نے فرمایا کہ لوگو! تمھارا رب یہ چاہتا ہے کہ تم توبہ کرو، لہٰذا تم توبہ کر کے اسے راضی کرو۔ [1] اسی طرح یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ میں کئی بار زلزلہ آیا تو انھوں نے فرمایا: لوگو! اللہ کی قسم! تم نے گناہ شروع کر دیے ہیں لہٰذا اگر دوبارہ زلزلہ آیا تو میں یہ کروں گا، یہ کروں گا۔ [2] اسی طرح متفق علیہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ (وَإِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ) لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ (وَلٰكِنْ يُّخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهُ) فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ (فَافْزَعُوا إِلٰى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ)۔ ثُمَّ قَالَ۔ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَّاللّٰهِ! مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ أَنْ يَّزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ ، يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَّاللّٰهِ! لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَّ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا] ’’بے شک شمس و قمر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، انھیں کسی کی موت و حیات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، جب تم یہ دیکھو تو اللہ تعالیٰ کے ذکر، دعا اور استغفار کو اختیار کر لو، پھر فرمایا: اے امت محمد! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی زیادہ غیرت والا نہیں ہے، اسے اس بات سے بڑی غیرت آتی ہے کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کرے، اے امت محمد! اللہ کی قسم! اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔‘‘ [3]

---

[1] تفسير الطبرى:136/15۔ [2] دیکھیے السنن الكبرى للبيهقى، صلاة الخسوف، باب لايصلى جماعة......:342/3 والمصنف لابن أبى شيبة، باب فى الصلاة فى الزلزلة:222/2، حديث:8335۔ [3] پہلی قوسین والے الفاظ صحيح مسلم، الكسوف ،باب ماعرض على النبى ﷺ فى صلاة الكسوف......، حديث:(10)-904 عن جابر بن عبدالله ؓ، دوسری قوسین والے الفاظ صحيح البخارى، الكسوف، باب قول النبى ﷺ:[يخوف الله عباده......]، حديث: 1059,1048 عن أبى موسى وعن أبى بكرة ؓ وصحيح مسلم ، الكسوف، باب ذكر النداء بصلاة الكسوف......، حديث: 911 عن أبى مسعود ؓ اور تیسری قوسین والے الفاظ صحيح البخارى ، الكسوف، باب الذكر فى الكسوف، حديث:1059 وصحيح مسلم ، الكسوف، باب ذكر النداء بصلاة الكسوف......، حديث: 912 عن أبى موسى ؓ کے مطابق ہیں جبکہ باقی حدیث صحيح البخارى ، الكسوف، باب الصدقة فى الكسوف، حديث:1044 وصحيح مسلم ، الكسوف، باب صلاة الكسوف، حديث:901 عن عائشة ؓ کے مطابق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیت :60

واقعۂ معراج لوگوں کے لیے آزمائش ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تبلیغ رسالت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا کیونکہ اسے تمام لوگوں پر قدرت حاصل ہے اور سب لوگ اس کے قبضے میں ہیں اور اسے ان پر غلبہ و تسلط حاصل ہے۔ مجاہد، عروہ بن زبیر، حسن اور قتادہ وغیرہ نے آیت کریمہ: ﴿ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ ﴾ ''اور جب ہم نے آپ سے کہا کہ آپ کا پروردگار لوگوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے'' کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان سے بچائے گا۔[1] اور ﴿ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ﴾ ''اور جو منظر ہم نے آپ کو دکھایا ہے اس کو لوگوں کے لیے آزمائش بنایا'' کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اس سے آنکھوں سے وہ دیکھنا مراد ہے جو رسول اللہ ﷺ کو شب معراج دکھایا گیا تھا۔ ﴿ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ ﴾ ''اسی طرح درخت کو (بھی فتنہ بنادیا) جس پر قرآن میں لعنت کی گئی'' سے مراد تھوہر کا درخت ہے۔[2] امام احمد اور عبدالرزاق وغیرہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[3] اور عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[4] مجاہد، سعید بن جبیر، حسن، مسروق، ابراہیم، قتادہ، عبدالرحمٰن بن یزید اور دیگر بہت سے ائمہ رحمہم اللہ نے بھی اس کی تفسیر میں یہی بیان کیا ہے کہ اس سے مراد شب معراج ہے۔[5] احادیث معراج تفصیل سے اس سورۂ مبارکہ کے آغاز میں بیان کی جا چکی ہیں۔[6] وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ. اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ کچھ لوگوں نے دین حق کو محض اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ واقعہ معراج ان کے دلوں اور عقلوں کی گرفت میں نہیں آ سکتا تھا، لہٰذا انھوں نے اس واقعے کا انکار کر دیا جبکہ دیگر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ثبات و یقین کی دولت سے سرفراز فرما دیا تھا، اسی لیے فرمایا کہ ﴿ اِلَّا فِتْنَةً ﴾ یعنی اس واقعے کو آزمائش اور امتحان بنا دیا۔ ملعون درخت سے مراد تھوہر کا درخت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب انھیں یہ خبر دی کہ آپ نے جنت، جہنم اور تھوہر کے درخت کو دیکھا ہے تو انھوں نے اس کی تکذیب کی حتی کہ ابوجہل ملعون کہنے لگا کہ میرے پاس کھجور اور پنیر لاؤ اور پھر وہ دونوں کو ملا کر کھانے لگا اور کہنے لگا: تَزَقَّمُوا فَلَا نَعْلَمُ الزَّقُّومَ غَيْرَ هٰذَا ''کھاؤ! کہ ہم اس کے سوا اور کسی زقوم کو نہیں جانتے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسروق، ابو مالک، حسن بصری اور کئی ایک ائمہ رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد شب معراج اور تھوہر کا درخت ہے۔[7] ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ ﴾ ''اور ہم انھیں ڈراتے ہیں۔'' یعنی کفار کو وعید اور عذاب کے ساتھ۔ ﴿ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴾ ''تو وہ ان کو (اس سے) بہت بڑی سرکشی کے سوا زیادہ نہیں کرتا۔'' اس سے ان کے کفر اور گمراہی میں اضافہ ہوتا ہے۔

---

[1] تفسير الطبرى: 137/15. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا ...... ﴾ (بنیٓ إسرآء يل 60:17)، حديث: 4716. [3] مسند أحمد: 221/1 و تفسير عبدالرزاق: 303,302/2، رقم: 1582-1587. [4] تفسير الطبرى: 142/15. [5] تفسير الطبرى: 15/ 138-140. [6] دیکھیے بنیٓ إسرآء يل، آیت: 1 کے تحت عنوان: ''معراج سے متعلق احادیث مبارکہ'' [7] تفسير الطبرى: 15/ 139-144.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ اِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ قَالَ ءَاَسۡجُدُ لِمَنۡ خَلَقۡتَ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس کے سوا ان سب نے سجدہ کیا، وہ بولا: کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا

طِیۡنًا ﴿61﴾ قَالَ اَرَءَیۡتَکَ ہٰذَا الَّذِیۡ کَرَّمۡتَ عَلَیَّ ۫ لَئِنۡ اَخَّرۡتَنِ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ

ہے؟ ﴿61﴾ کہنے لگا: بھلا دیکھ تو اسے جسے تو نے مجھ پر عزت دی ہے، اگر تو مجھے یوم قیامت تک ڈھیل دے، تو تھوڑے لوگوں کے سوا میں اس کی تمام

لَاَحۡتَنِکَنَّ ذُرِّیَّتَہٗۤ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿62﴾

نسل کی جڑ کاٹ دوں گا ﴿62﴾

قَالَ اذۡہَبۡ فَمَنۡ تَبِعَکَ مِنۡہُمۡ فَاِنَّ جَہَنَّمَ جَزَآؤُکُمۡ جَزَآءً مَّوۡفُوۡرًا ﴿63﴾ وَ اسۡتَفۡزِزۡ مَنِ

اللہ نے فرمایا: جا! پھر ان میں سے جو تیری اتباع کرے گا تو بلاشبہ تمھاری سزا جہنم ہے، پوری پوری سزا ﴿63﴾ اور ان میں سے جن پر بھی

اسۡتَطَعۡتَ مِنۡہُمۡ بِصَوۡتِکَ وَ اَجۡلِبۡ عَلَیۡہِمۡ بِخَیۡلِکَ وَ رَجِلِکَ وَ شَارِکۡہُمۡ فِی الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ

تیرا بس چل سکے انھیں اپنی آواز سے بہکالے، اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالا، اور مال اور اولاد میں ان کا شریک بن جا،

وَ عِدۡہُمۡ ؕ وَ مَا یَعِدُہُمُ الشَّیۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿64﴾ اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ ؕ

اور انھیں (جھوٹے) وعدے دے، اور شیطان تو انھیں بس فریب ہی کا وعدہ دیتا ہے ﴿64﴾ بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں،

وَ کَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیۡلًا ﴿65﴾

اور آپ کا رب کارساز کافی ہے ﴿65﴾

تفسیر آیات: 62،61

قصۂ آدم و ابلیس: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابلیس ملعون کی آدم اور اس کی اولاد سے عداوت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ قدیمی عداوت ہے جو آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت سے چلی آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تو ان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے از راہ فخر وتکبر اور آدم کو حقیر سمجھتے ہوئے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: ﴿ءَاَسۡجُدُ لِمَنۡ خَلَقۡتَ طِیۡنًا ﴿61﴾﴾ ”بھلا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟“ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ ؕ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ ﴿۷۶﴾﴾ (صٓ 76:38) ”میں اس سے افضل ہوں، مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔“ اور اس نے جرأت اور کفر کا اظہار کرتے ہوئے کہا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت دی اور حلم و بردباری سے کام لیا: ﴿قَالَ اَرَءَیۡتَکَ ہٰذَا الَّذِیۡ کَرَّمۡتَ عَلَیَّ ۫﴾ ...... ”اور (از راہ طنز) کہنے لگا کہ دیکھ تو یہی وہ ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے......“

علی بن ابو طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شیطان نے کہا کہ میں تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی اولاد پر غالب آجاؤں گا۔[1] مجاہد نے کہا: اس نے کہا کہ میں انھیں بہکادوں گا۔[2] ابن زید کہتے ہیں کہ اس نے کہا: میں ان سب کو گمراہ کر دوں

[1] تفسیر الطبری: 146/15 مختصراً۔ [2] تفسیر الطبری: 146/15۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا۔[1] بہر حال یہ سارے اقوال ہم معنی ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ابلیس نے کہا کہ بھلا دیکھو کہ یہ آدم جسے تو نے مجھ پر شرف وعظمت عطا کی ہے، اگر تو مجھے مہلت دے دے تو میں تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی ساری اولاد کو گمراہ کر دوں گا۔

تفسیر آیات: 63-65

ابلیس اور اس کے پیچھے چلنے والوں کا ٹھکانا: ابلیس نے جب اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ اسے مہلت دی جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اذْهَبْ ﴾ ''(یہاں سے) چلا جا۔'' میں نے تجھے مہلت دے دی ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: ﴿ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ ﴾ (الحجر 15:37,38) ''فرمایا کہ تجھے مہلت دی جاتی ہے وقت مقرر (قیامت) کے دن تک۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اور اولاد آدم میں سے اس کی پیروی کرنے والوں کو جہنم کی سزا سناتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝ ﴾ ''جو شخص ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو تم سب کی جزا جہنم ہے (اور وہ) پوری سزا (ہے۔)'' یعنی یہ تمھارے اعمال کی سزا ہے اور مجاہد کہتے ہیں کہ موفور کے معنی وافر کے ہیں۔[2] اور قتادہ کہتے ہیں کہ تمھیں پوری پوری سزا دی جائے گی اور اس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

شیطانی ہتھکنڈے اور لشکر: پھر فرمایا: ﴿ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ ﴾ ''اور ان میں سے جس کو بہکا سکے اپنی آواز سے بہکا لے۔'' کہا گیا ہے کہ شیطان کی آواز سے مراد موسیقی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد لہو ولعب اور موسیقی ہے۔[3] یعنی انھیں اپنی آواز کے ساتھ بے وقوف بنا لے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف بلائے، یہ امام قتادہ کا بھی قول ہے[4] اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[5] ﴿ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ ﴾ ''اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا کر لے آ۔'' یعنی تو اپنے پیادہ اور سوار لشکروں کے ساتھ ان پر چڑھائی کر لے، رَجِلٌ، رَاجِلٌ کی جمع ہے جس طرح رَكْبٌ، رَاكِبٌ کی اور صَحْبٌ، صَاحِبٌ کی جمع ہے۔ معنی یہ ہیں کہ تو جس چیز پر بھی قادر ہے اسے ان پر مسلط کر دے۔ اور یہ (اللہ کی) تقدیر ومشیت کا معاملہ ہے (کہ اس نے شیطان کو اختیار دے کر یہ حکم بھی صادر فرما دیا ہے۔) جیسا کہ حسب ذیل فرمان باری تعالیٰ میں ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ۝ ﴾ (مریم 19:83) ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو خوب برانگیختہ کرتے رہتے ہیں۔'' یعنی وہ انھیں گناہوں پر ابھارتے اور اکساتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد نے: ﴿ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی معصیت میں سوار یا پیادہ ہو کر سر گرم ہو۔[6]

قتادہ فرماتے ہیں کہ جنوں اور انسانوں میں سے سوار اور پیادہ لوگوں سے یہاں وہ مراد ہیں جو شیطان کی پیروی کرتے

---

[1] تفسیر الطبری:15/146. [2] تفسیر الطبری:15/147. [3] تفسیر الطبری:15/147. [4] تفسیر الطبری: 15/148. [5] تفسیر الطبری:15/148. [6] تفسیر الطبری:15/148.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔① اور عرب أَجْلَبَ فُلَانٌ عَلٰى فُلَانٍ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی کسی پر چیخے۔ مقابلہ بازی میں جَلَب وجَنَب② سے جو منع کیا گیا ہے وہ بھی اسی سے ہے اور جَلَبَةٌ سے مشتق ہے اور اس کے معنی آوازوں کو بلند کرنے کے ہیں۔

مال واولاد میں شیطان کی شراکت: ﴿وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ﴾ ''اور ان کے مالوں اور اولادوں میں شریک ہوتا رہ۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ ہے جو شیطان نے انھیں اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا تھا۔③ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک سے روایت کیا ہے کہ یہاں اولاد سے مراد اولاد زنا ہے۔④ اور علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ اولاد ہے جسے لوگوں نے نادانی اور جہالت سے قتل کر دیا تھا۔⑤

قتادہ نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ اللہ کی قسم! شیطان ان کے ساتھ مال واولاد میں شریک ہو گیا جس کی وجہ سے انھوں نے اپنی اولاد کو مجوسی، یہودی اور عیسائی بنا دیا اور انھیں اسلام کے رنگ کے سوا دوسرے رنگ میں رنگ دیا اور مالوں میں سے ایک حصہ شیطان کے لیے وقف کر دیا۔⑥ اور امام قتادہ کا اپنا قول بھی اسی طرح ہے۔⑦ انھوں نے ﴿وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ﴾ میں شرکت کے کسی ایک معنی کی تخصیص نہیں کی بلکہ ہر وہ کام جس میں یا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے یا جس کام میں یا جس کے ساتھ شیطان کی اطاعت کی جائے تو وہ شیطان کی طرف سے مشارکت ہے۔ صحیح مسلم میں عیاض بن حمار کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: [إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ، وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ ، وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَّا أَحْلَلْتُ لَهُمْ......] ''بے شک میں نے اپنے سب کے سب بندوں کو یکسو ہو کر عبادت کرنے والے پیدا کیا تھا مگر شیطانوں نے ان کے پاس آ کر انھیں ان کے دین سے بہکا دیا اور انھوں نے ان کے لیے ان چیزوں کو حرام قرار دے دیا جو میں نے ان کے لیے حلال قرار دی تھیں۔''⑧ بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَوْأَنَّ أَحَدَهُمْ، إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّأْتِيَ أَهْلَهُ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، فَإِنَّهُ إِنْ يُّقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِي ذٰلِكَ، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا] ''اگر کوئی ایک اس وقت، جب وہ اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرے، یہ دعا پڑھ لے۔ اللہ کے نام سے، اے اللہ! تو ہم کو شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہم کو عطا فرمائے اسے بھی شیطان سے بچا۔ اس صحبت کے نتیجے میں اگر دونوں کے مقدر میں اولاد لکھ دی گئی تو شیطان

① تفسیر الطبری:148/15. ② جلب: مقابلے میں شریک شخص اپنے کسی ساتھی کو کہے کہ راستے میں میرے گھوڑے کو آواز لگا دینا، جس سے یہ اور تیز دوڑے گا۔ جنب: مقابلے میں شریک شخص اپنے گھوڑے کے ساتھ دوسرا گھوڑا رکھے جو اسے دوڑانے پر ابھارے اور معاون بنے۔ مقابلہ بازی میں ان دونوں صورتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ③ تفسیر الطبری:149/15. ④ تفسیر الطبری:151/15. ⑤ تفسیر الطبری:151/15 مختصرًا. ⑥ تفسیر الطبری: 152,151/15. ⑦ تفسیر الطبری: 152/15. ⑧ صحیح مسلم، الجنة وصفة نعیمها وأهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، حدیث:2865.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿66﴾

تمھارا رب وہی تو ہے جو تمھارے لیے سمندر میں کشتی چلاتا ہے، تاکہ تم اس کے فضل میں سے تلاش کرو، بے شک وہ تم پر بڑا رحم کرنے والا ہے ﴿66﴾

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ

اور جب سمندر میں تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو وہ جنھیں تم اس (اللہ) کے سوا پکارتے ہو، گم جاتے ہیں پھر جب وہ (اللہ) تمھیں خشکی کی طرف نجات

وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿67﴾

دیتا ہے تو تم منہ موڑ لیتے ہو، اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے ﴿67﴾

اسے کبھی بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''[1]

شیطان کا وعدہ سراسر دھوکا ہے: ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿64﴾ ﴾ ''اور ان سے وعدے کرتا رہ اور شیطان جو وعدے ان سے کرتا ہے سب دھوکا ہیں۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب روز قیامت حق واضح ہو جائے گا تو وہ کہے گا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ ﴾ (إبراهيم 14:22) ''بے شک اللہ نے تم سے انتہائی سچا وعدہ کیا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا، چنانچہ میں نے تم سے (وعدے کی) خلاف ورزی کی۔'' فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ ﴾ ''بلاشبہ جو میرے (مخلص) بندے ہیں ان پر تیرا کچھ زور نہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کو اپنی تائید وحمایت سے سرفراز فرمائے گا اور وہ انھیں شیطان مردود کے بہکاوے سے محفوظ رکھے گا۔ ﴿ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿65﴾ ﴾ ''اور (اے پیغمبر!) آپ کا پروردگار کارساز کافی ہے۔'' وہ حفاظت کرنے، مدد کرنے اور نصرت وحمایت سے سرفراز فرمانے کے اعتبار سے کافی ہے۔

تفسیر آیت: 66

کشتیاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی علامات ہیں: اللہ تعالیٰ مخلوق کے ساتھ اپنے اس لطف وکرم کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لیے سمندر میں کشتیوں کو مسخر کر دیا ہے اور بندوں کے لیے اپنی مصلحتوں کی خاطر کام لینا آسان کر دیا ہے تاکہ ایک ملک والے دوسرے کے ساتھ تجارت کے ذریعے سے اس کے فضل کو تلاش کر سکیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿66﴾ ﴾ ''بے شک وہ تم پر بڑا مہربان ہے۔'' یعنی اس نے یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے تاکہ تمھیں اپنے فضل وکرم اور اپنی رحمت سے نواز سکے۔

تفسیر آیت: 67

کفار مصیبت کے وقت اللہ ہی کو یاد کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ لوگوں کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس کی طرف رجوع کرتے اور اس کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے اسے پکارتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، الدعوات، باب مايقول إذا أتى أهله؟ حديث:6388 و صحيح مسلم، النكاح، باب مايستحب أن يقوله عند الجماع، حديث:1434 عن ابن عباس ﷠.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ اَوۡ یُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ

کیا پھر تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمھیں خشکی کی جانب (زمین میں) دھنسا دے یا تم پر سنگریزوں والی سخت آندھی بھیج دے، پھر تم اپنے لیے

وَکِیۡلًا ﴿68﴾

کوئی کارساز نہ پاسکو﴿68﴾

﴿وَ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فِی الۡبَحۡرِ ضَلَّ مَنۡ تَدۡعُوۡنَ اِلَّاۤ اِیَّاہُ ۚ﴾ ”اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو پکارا کرتے ہو، سب اس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں۔“ یعنی وہ سب معبودان باطلہ تمھارے دلوں سے نکل جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿فَلَمَّا نَجّٰىکُمۡ اِلَی الۡبَرِّ اَعۡرَضۡتُمۡ ؕ﴾ ”پھر جب وہ تم کو (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم اعراض کر لیتے ہو۔“ اس کی اس توحید کو بھول جاتے ہو جس کو تم نے دریا میں پہچانا تھا اور پھر اس وحدہ لاشریک کے پکارنے سے منہ پھیر لیتے ہو۔ ﴿وَ کَانَ الۡاِنۡسَانُ کَفُوۡرًا ﴿67﴾﴾ ”اور انسان ہے ہی ناشکرا“ اس کی خصلت یہ ہے کہ نعمتوں کو بھول جاتا اور انکار کر دیتا ہے، سوائے اس شخص کے جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔

تفسیر آیت:68

کیا خشکی میں عذاب الٰہی نہیں آسکتا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دریاؤں اور سمندروں سے نکل کر خشکی پر آجانے کے بعد کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ اب اس کے عذاب اور انتقام سے تم بے خوف ہو گئے ہو۔ گویا وہ تمھیں خشکی میں زمین میں دھنسا نہیں سکتا اور تم پر سنگریزوں بھری آندھی نہیں چلا سکتا۔ حاصِبُ ایسی بارش کو کہتے ہیں جس میں پتھر برسیں۔ یہ امام مجاہد اور کئی ایک ائمہ تفسیر کا قول ہے۔[1]

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمۡ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوۡطٍ ؕ نَجَّیۡنٰہُمۡ بِسَحَرٍ ﴿ۙ﴾ نِّعۡمَۃً مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ﴾ (القمر 35,34:54) ”ہم نے ان پر کنکر بھری ہوا چلائی مگر لوط کے گھر والے کہ ہم نے ان کو پچھلی رات ہی اپنے فضل سے بچا لیا۔“ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡہَا حِجَارَۃً مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۬ۙ مَّنۡضُوۡدٍ ﴿ۙ﴾﴾ (ہود 82:11) ”اور ہم نے ان پر پتھر کی تہ بہ تہ (پے درپے) کنکریاں برسائیں۔“ اور فرمایا: ﴿ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا ہِیَ تَمُوۡرُ ﴿ۙ﴾ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یُّرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ کَیۡفَ نَذِیۡرِ ﴿﴾﴾ (الملک 17,16:67) ”کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے بے خوف ہو کہ تم کو زمین میں دھنسا دے اور وہ (زمین) اس وقت حرکت کرنے لگے؟ کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے نڈر ہو کہ تم پر کنکر بھری ہوا چھوڑ دے۔ سو تم عنقریب جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے!“ ﴿ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ وَکِیۡلًا ﴿68﴾﴾ ”پھر تم اپنا کوئی نگہبان نہ پاؤ۔“ یعنی تمھیں کوئی ایسا مددگار نہیں ملے گا جو تم سے اس عذاب کو دور کر کے تمھیں نجات دے سکے۔

---

[1] تفسیر الطبری: 154/15 عن قتادۃ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ

کیا تم بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمھیں دوسری مرتبہ اس (سمندر) میں لوٹا دے، پھر تم پر توڑ دینے والی طوفانی ہوا بھیجے، تو وہ تمھارے کفر کے سبب

بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿69﴾

تمھیں غرق کر دے، پھر تم اپنے لیے ہمارے خلاف اس پر کوئی ہمارا پیچھا کرنے والا بھی نہ پاؤ ﴿69﴾

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی آدم کو عزت دی ہے اور انھیں بر و بحر میں سوار کیا، اور انھیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا اور انھیں اپنی کثیر مخلوقات پر

7 ع 10 7 عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿70﴾ ع

جنھیں ہم نے پیدا کیا، فضیلت دی ﴿70﴾

تفسیر آیت: 69

وہ چاہے تو تمھیں دوبارہ دریا میں لے جائے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَمْ اَمِنْتُمْ ﴾ ''یا تم بے خوف ہو گئے ہو۔'' اے دریا میں ہماری توحید کا اقرار کرنے والو اور باہر آ کر ہم سے اعراض کرنے والو! ﴿ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ ﴾ ''کہ تم کو دوسری دفعہ اس (دریا) میں لوٹائے، پھر تم پر تیز ہوا چلائے۔'' جو سواروں کو ہلاک کر دے اور سواریوں کو غرق کر دے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی دیگر ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ قاصِف دریاؤں میں چلنے والی اس تند و تیز ہوا کو کہتے ہیں جو کشتیوں کو توڑ کر غرق کر دیتی ہے۔[1] فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ﴾ ''پھر وہ تمھارے کفر کے سبب تمھیں ڈبو دے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں کفر کرنے اور اس کی ذات پاک سے اعراض کرنے کی وجہ سے غرق کر دے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿69﴾ ﴾ ''پھر تم اس (غرق) کے سبب اپنے لیے کوئی پیچھا کرنے والا نہ پاؤ۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تبیعاً کے معنی مددگار کے ہیں۔[2] مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی ایسے مددگار کے ہیں جو بعد میں انتقام لینے والا ہو۔[3] قتادہ کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم کسی سے نہیں ڈرتے کہ وہ ان میں سے کسی چیز کی وجہ سے ہمارا پیچھا کر سکے گا۔[4]

تفسیر آیت: 70

انسان کے شرف و فضل کا بیان: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے بنی آدم کو یہ شرف عطا کیا اور یہ عزت بخشی ہے کہ انھیں احسن اور اکمل شکل وصورت میں پیدا فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ﴾ (التین 4:95) ''البتہ تحقیق ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔'' یعنی انسان اپنے دونوں پاؤں پر سیدھا چلتا ہے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے کھاتا ہے جبکہ دیگر حیوانات اپنے چار پاؤں پر چلتے اور اپنے منہ سے کھاتے ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے

---

① تفسیر الطبری: 156/15 مختصرًا۔ ② تفسیر الطبری: 156/15۔ ③ تفسیر الطبری: 156/15۔ ④ تفسیر الطبری: 156/15۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِہِمۡ ۚ فَمَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیۡنِہٖ فَاُولٰٓئِکَ یَقۡرَءُوۡنَ

جس دن ہم تمام انسانوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے، پھر جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ اپنا اعمال نامہ پڑھیں

کِتٰبَہُمۡ وَلَا یُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلًا ﴿71﴾ وَمَنۡ کَانَ فِیۡ ہٰذِہٖۤ اَعۡمٰی فَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ اَعۡمٰی

گے، اور ان پر (گٹھلی کے) دھاگے برابر (بھی) ظلم نہ کیا جائے گا ﴿71﴾ اور جو اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راہ سے بہت زیادہ

وَاَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴿72﴾

بھٹکا ہوا رہے گا ﴿72﴾

انسان کو کان، آنکھیں اور دل عطا فرمایا ہے کہ وہ سب سے سمجھتا اور فائدہ اٹھاتا ہے، چیزوں میں فرق کرتا ہے اور ان کے خواص اور دینی و دنیوی امور میں ان کے نفع و نقصان کو پہچانتا ہے۔ ﴿ وَحَمَلۡنٰہُمۡ فِی الۡبَرِّ ﴾ ''اور ہم نے ان کو خشکی میں سوار کیا'' گھوڑے، خچر اور سواری کے دیگر جانوروں پر ﴿ وَالۡبَحۡرِ ﴾ ''اور دریا میں'' مثلاً: چھوٹی اور بڑی کشتیوں پر۔ ﴿ وَرَزَقۡنٰہُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ﴾ ''اور ہم نے انھیں پاکیزہ روزی عطا کی۔'' یعنی فصلوں، پھلوں، گوشت، دودھ اور کھانے پینے کی دیگر تمام انواع و اقسام کی چیزوں کی صورت میں جن کے ذائقے، رنگ اور شکلیں بڑی خوب صورت اور دل آویز ہیں۔ اور پھر تمام انواع و اقسام کے لباس سے نوازا جن کی شکلیں اور رنگ مختلف ہیں اور ان میں سے بعض کو خود تیار کرتے اور بعض کو دیگر ممالک سے درآمد کرتے ہیں۔ ﴿ وَفَضَّلۡنٰہُمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا ﴿70﴾ ﴾ ''اور ہم نے انھیں اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔'' یعنی تمام حیوانات اور مختلف انواع و اقسام کی مخلوقات پر انسان کو فضیلت بخشی ہے۔

اس آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ جنس بشر، فرشتوں کی جنس سے افضل ہے۔

تفسیر آیات: 72,71

روز قیامت ہر شخص اپنے پیشوا کے ساتھ بلایا جائے گا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ روز قیامت ہر امت کا اس کے پیشوا کے ساتھ حساب لے گا۔ ائمۂ تفسیر کا اس میں اختلاف ہے کہ یہاں امام سے کیا مراد ہے۔ مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے ہر امت کا نبی مراد ہے۔[1] اسی وجہ سے بعض سلف نے کہا ہے کہ اہل حدیث کے لیے یہ بہت بڑے شرف کی بات ہے کیونکہ ان کے امام نبی ﷺ ہیں۔ ابن زید کا قول ہے کہ یہاں امام سے مراد ان کی وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی پر اتاری تھی۔[2] ابن جریر نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے۔[3] ابن ابو نجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد لوگوں کی طرف نازل ہونے والی کتابیں ہیں۔[4] اس بات کا احتمال ہے کہ اس سے ان کا یہی مقصود ہو اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ

---

① تفسیر الطبری: 158,157/15۔ ② تفسیر الطبری: 159/15 و تفسیر القرطبی: 297,296/10۔ ③ تفسیر الطبری: 159/15۔ لیکن ابن جریر نے ﴿ بِاِمَامِہِمۡ ﴾ کے معنی ''پیشوا'' کے کیے ہیں اور اسی کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ﴿ یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِہِمۡ ۚ ﴾ الذی کانوا یقتدون بہ و یأتمون فی الدنیا یعنی جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے جس کی وہ دنیا میں اقتدا اور پیروی کرتے ہوں گے۔ ④ تفسیر الطبری: 159/15۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے مراد ان کے اعمال کی کتاب ہو جیسا کہ یہ عوفی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔[1] ابو عالیہ، حسن اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔[2] اور یہی قول زیادہ راجح ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: ﴿ وَكُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَيۡنٰهُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِيۡنٍ ۝﴾ (یٰسٓ 36:12) ''اور ہر چیز کو ہم نے واضح کتاب (لوح محفوظ) میں شمار کر رکھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ فَتَرَى الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُشۡفِقِيۡنَ مِمَّا فِيۡهِ ﴾ (الکهف 18:49) ''اور (عملوں کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی تو آپ گناہ گاروں کو دیکھیں گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہوگا، اس سے ڈر رہے ہوں گے۔'' ﴿ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ اُمَّةٍ تُدۡعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلۡيَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنۡطِقُ عَلَيۡكُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝﴾ (الجاثية 45:28,29) ''اور آپ ہر ایک فرقے کو دیکھیں گے کہ گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوگا (اور) ہر ایک جماعت اپنی کتاب (اعمال) کی طرف بلائی جائے گی، جو کچھ تم کرتے رہے ہو آج تم کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ہماری کتاب تمھارے بارے میں سچ سچ بولے گی، جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے۔''

یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ اس وقت نبی کو بھی بلایا جائے۔ جب ان کی امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمانے لگے کیونکہ وہ اپنی امت کے اعمال کے یقینی طور پر شاہد ہوں گے۔ لیکن یہاں امام سے مراد بہر حال نامۂ اعمال ہی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوۡمَ نَدۡعُوۡا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمۡ ۚ فَمَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيۡنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقۡرَءُوۡنَ كِتٰبَهُمۡ ﴾ ''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے اعمال ناموں کے ساتھ بلائیں گے تو جن (کے اعمال) کی کتاب ان کے دائیں ہاتھ میں دی جائے گی وہ اپنی کتاب کو (خوش ہو کر) پڑھیں گے۔'' ان کی یہ خوشی اور مسرت ان اعمال صالحہ کی وجہ سے ہوگی جو اس میں لکھے ہوں گے، لہٰذا وہ اسے پڑھے گا اور اسے پڑھنا بہت پسند کرے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيۡنِهٖ ۙ فَيَقُوۡلُ هَآؤُمُ اقۡرَءُوۡا كِتٰبِيَهۡ ۝ اِنِّیۡ ظَنَنۡتُ اَنِّیۡ مُلٰقٍ حِسَابِيَهۡ ۝ فَهُوَ فِیۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِیۡ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوۡفُهَا دَانِيَةٌ ۝ كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا هَنِيۡٓــئًا ۢ بِمَاۤ اَسۡلَفۡتُمۡ فِی الۡاَيَّامِ الۡخَالِيَةِ ۝ وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوۡلُ يٰلَيۡتَنِیۡ لَمۡ اُوۡتَ كِتٰبِيَهۡ ۝﴾ (الحآقة 69:19-25) ''تو جس کا (اعمال) نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ (دوسروں سے) کہے گا کہ لیجیے میرا نامہ (اعمال) پڑھیے۔ مجھے یقین تھا کہ مجھ کو میرا حساب (کتاب) ضرور ملے گا، پس وہ (شخص) من مانے عیش میں ہوگا۔ (یعنی) اونچے (اونچے محلوں کے) باغ میں جن کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے۔ جو (عمل) تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو اور جس کا نامہ (اعمال) اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کہے گا: اے کاش! مجھ کو میرا (اعمال) نامہ نہ دیا جاتا۔''

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا ۝٧١﴾ ''اور ان پر (کھجور کی گٹھلی کے) دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔'' قبل ازیں یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ فتیل اس لمبے سے دھاگے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے اوپر ہوتا ہے۔[3] حافظ ابوبکر بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

[1] تفسیر الطبری: 158/15 و تفسیر القرطبی: 297,296/10. [2] تفسیر الطبری: 158/15. [3] دیکھیے النسآء، آیت: 49 کے ذیل میں عنوان: ''اپنی پاکیزگی کے اظہار پر یہود کی مذمت''

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنۡ كَادُوۡا لَيَفۡتِنُوۡنَكَ عَنِ الَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ لِتَفۡتَرِىَ عَلَيۡنَا غَيۡرَهٗ‌ ‌ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوۡكَ

اور بلاشبہ قریب تھا کہ ہم نے آپ کی طرف جو وحی کی ہے کافر آپ کو اس سے پھسلا دیتے، تاکہ آپ ہم پر اس کے علاوہ کچھ اور گھڑ لیں، اور تب وہ

خَلِيۡلًا ﴿73﴾ وَلَوۡلَاۤ اَنۡ ثَبَّتۡنٰكَ لَقَدۡ كِدتَّ تَرۡكَنُ اِلَيۡهِمۡ شَيۡـئًـا قَلِيۡلًا ﴿74﴾ اِذًا لَّاَذَقۡنٰكَ ضِعۡفَ

ضرور آپ کو اپنا دلی دوست بنا لیتے (73) اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بلاشبہ قریب تھا کہ آپ ان کی طرف تھوڑا سا جھک جاتے (74) (اگر ایسا

الۡحَيٰوةِ وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيۡنَا نَصِيۡرًا ﴿75﴾

ہوتا) تو ہم آپ کو زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی دوگنا (عذاب) چکھاتے، پھر آپ اپنے لیے ہمارے خلاف کوئی مددگار نہ پاتے (75)

کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ يَوۡمَ نَدۡعُوۡا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمۡ ﴾ کے بارے میں فرمایا:

[يُدۡعٰى أَحَدُهُمۡ، فَيُعۡطٰى كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ، وَيُمَدُّ لَهُ فِي جِسۡمِهِ سِتُّونَ ذِرَاعًا، وَّيُبَيَّضُ وَجۡهُهُ وَيُجۡعَلُ عَلٰى رَأۡسِهِ تَاجٌ مِّنۡ لُؤۡلُؤٍ يَتَلَأۡلَأُ، فَيَنۡطَلِقُ إِلٰى أَصۡحَابِهِ، فَيَرَوۡنَهُ مِنۡ بُعۡدٍ، فَيَقُولُونَ: اَللّٰهُمَّ! ائۡتِنَا بِهٰذَا وَبَارِكۡ لَنَا فِي هٰذَا، حَتّٰى يَأۡتِيَهُمۡ، فَيَقُولُ لَهُمۡ! أَبۡشِرُوا لِكُلِّ رَجُلٍ مِّنۡكُمۡ مِّثۡلُ هٰذَا۔ قَالَ۔ وَأَمَّا الۡكَافِرُ فَيُسَوَّدُ وَجۡهُهُ، وَيُمَدُّ لَهُ فِي جِسۡمِهِ سِتُّونَ ذِرَاعًا عَلٰى صُورَةِ آدَمَ وَيُلۡبَسُ تَاجًا، فَيَرَاهُ أَصۡحَابُهُ، فَيَقُولُونَ: نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنۡ شَرِّ هٰذَا اَللّٰهُمَّ! لَا تَأۡتِنَا بِهٰذَا، قَالَ: فَيَأۡتِيهِمۡ، فَيَقُولُونَ: اَللّٰهُمَّ (أَخۡزِهِ)، فَيَقُولُ:أَبۡعَدَكُمُ اللّٰهُ، فَإِنَّ لِكُلِّ رَجُلٍ مِّنۡكُمۡ مِّثۡلَ هٰذَا]

''ایک شخص کو بلایا جائے گا اور اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اس کے جسم کو ساٹھ ہاتھ بڑھا دیا جائے گا، اس کے چہرے کو منور کر دیا جائے گا اور اس کے سر پر چمکدار موتیوں کا تاج رکھ دیا جائے گا، وہ اپنے ساتھیوں کی طرف جائے گا اور وہ اسے دور ہی سے دیکھ لیں گے اور کہیں گے کہ اے اللہ! اسے ہمارے پاس لے آ اور اس کے بارے میں ہمیں برکت عطا فرما، وہ ان کے پاس آ جائے گا۔ اور ان سے کہے گا کہ تم خوش ہو جاؤ، تم میں سے ہر شخص کے لیے اسی طرح عزت افزائی ہے اور جو کافر ہو گا تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جائے گا، اس کے جسم کو حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ساٹھ ہاتھ بڑھا دیا جائے گا اور اسے بھی تاج پہنا دیا جائے گا، چنانچہ اس کے ساتھی جب اسے دیکھیں گے تو کہیں گے: ہم اس کے شر سے پناہ چاہتے ہیں، اے اللہ! اسے ہمارے پاس نہ لانا مگر وہ ان کے پاس آ جائے گا تو یہ کہیں گے کہ اے اللہ! اسے ذلیل و رسوا کر دے، وہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں (اپنی رحمت سے) دور کر دے تم میں سے ہر شخص کو اسی طرح کی ذلت و رسوائی حاصل ہونے والی ہے۔''[1]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمَنۡ كَانَ فِيۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰى ﴾ ''اور جو شخص اس (دنیا) میں اندھا ہو۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، اور ابن زید فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ﴿ هٰذِهٖۤ ﴾ ''اس'' سے مراد دنیا کی زندگی ہے ﴿ اَعۡمٰى ﴾ ''اندھا'' یعنی اللہ تعالیٰ کی

---

① جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة بنيّ إسرآئيل، حديث:3136 . مزید دیکھیے صحيح ابن حبان، ذكر الإخبار عن وصف المسلم والكافر إذا أعطيا كتابيهما:346/16، حديث:7349 و مسند أبي يعلى الموصلي:5,4/11، حديث:6144 اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ جبکہ یہ حدیث مسند بزار میں نہیں ملی۔ اور قوسین والے لفظ کی جگہ بعض نسخوں میں أَخِّرۡهُ ''اسے دور کر دے'' ہے۔ ② تفسير الطبري:160/15 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا

اور بلاشبہ قریب تھا کہ وہ آپ کو اس زمین (مکہ) سے اکھاڑ دیں تاکہ آپ کو یہاں سے نکال دیں، اور تب آپ کے پیچھے وہ تھوڑا ہی ٹھہر پاتے (76) ان

قَلِيْلًا (76) سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا (77) ع 8/7/8

رسولوں کے طریقے کے مانند جنھیں ہم نے آپ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا، اور آپ ہمارے طریقے (قانون) میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے (77)

حجت، آیات اور روشن دلائل سے اندھا ﴿فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى﴾ ''تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔'' یعنی جس طرح وہ دنیا میں اندھا ہوگا اس طرح وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ ﴿وَاَضَلُّ سَبِيْلًا (72)﴾ ''اور (نجات کے) رستے سے بہت زیادہ بھٹکا ہوا۔'' یعنی دنیا کی نسبت آخرت میں رستے سے زیادہ دور اور زیادہ گمراہ ہوگا۔[1] ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔

تفسیر آیات: 73-75

کفار کے مطالبے پر وحی کو بدل دینے کی سزا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے رسول صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ کی تائید فرمائی، آپ کو ثابت قدم رکھا، ہر قسم کی لغزش سے محفوظ رکھا اور شریروں، کافروں اور بدکاروں کے مکروفریب سے بچایا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی آپ کا نگہبان اور مددگار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے علاوہ اور کسی کے سپرد نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی آپ کا والی، محافظ، مددگار، مؤید اور آپ کو فتح ونصرت سے سرفراز فرمانے والا تھا، اللہ تعالیٰ ہی آپ کے دشمنوں اور مخالفوں کے مقابلے میں آپ کے دین کو زمین کے مشرق ومغرب میں غلبہ عطا فرمانے والا تھا۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

تفسیر آیات: 77,76

آیت کا سبب نزول: یہ آیت کریمہ کفار قریش کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی، جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاں سے نکال دینے کا ارادہ کیا تھا۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو یہ وعید سنائی ہے کہ اگر وہ آپ کو نکال دیتے تو پھر آپ کے بعد وہ مکہ میں بھی بہت کم رہتے اور پھر ایسا ہی ہوا کہ جب کفار مکہ کی ایذا رسانیاں حد سے بڑھ گئیں اور نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی تو ابھی ڈیڑھ سال کا عرصہ بھی نہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اور آپ کو بغیر کسی سابقہ پروگرام کے بدر میں یکجا کر دیا اور آپ کو ان پر غلبہ وتسلط عطا فرمایا، فتح ونصرت سے نوازا، بڑے بڑے سرداران قریش مارے گئے اور ان کی اولاد کو قیدی بنا لیا گیا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا (77)﴾ ''اپنے پیغمبروں میں سے جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے تھے (ان کے بارے میں ہمارا یہی) طریق رہا ہے۔ اور آپ ہمارے طریق میں تغیر وتبدل نہ پائیں گے۔'' ان لوگوں کے بارے میں ہمارا یہی طریق رہا ہے جنھوں نے ہمارے رسولوں کے ساتھ کفر کیا اور انھیں تکلیفیں پہنچائیں تو ہم نے ان کے ہاں سے اپنے رسولوں کو نکال لیا اور انھیں عذاب میں مبتلا کر دیا۔

---

[1] تفسیر الطبری: 160/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿78﴾

سورج ڈھلنے سے لے کر رات کے اندھیرے تک نماز قائم کیجیے، اور نماز فجر بھی، بے شک فجر کی نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے ﴿78﴾ اور رات

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿79﴾

کے کچھ حصے میں بھی آپ اس (قرآن) کے ساتھ تہجد پڑھیں، (یہ) آپ کے لیے زائد ہے، امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا ﴿79﴾

رسول اللہ ﷺ اگر رسول رحمت نہ ہوتے تو یہ بھی دنیا میں ایسے شدید ترین عذاب میں مبتلا ہو جاتے کہ جس کا سامنا کرنے کی کسی میں بھی تاب نہ ہوتی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ ﴾ (الأنفال 33:8) ”اور اللہ ایسا نہ تھا کہ جب تک آپ ان میں تھے انھیں عذاب دیتا۔“

تفسیر آیات: 79,78

نمازوں کو اپنے اوقات میں ادا کرنے کا حکم: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو فرض نمازیں اپنے اوقات میں ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ ﴾ ”آپ (ﷺ!) سورج ڈھلنے (کے وقت) سے نماز پڑھا کریں۔“ ہُشَیم نے از مغیرہ از شَعْبی از ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے کہ دُلُوْكِ شَمْس کے معنی زوال آفتاب کے ہیں[1] نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت کیا ہے۔[2] امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں زہری سے اور انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔[3] ابوبرزہ اسلمی، مجاہد، حسن، ضحاک، ابوجعفر باقر اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[4] اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے ابن جریر نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی اور عرض کی کہ آپ اپنے جن ساتھیوں کو چاہیں اپنے ساتھ لے آئیں، آپ نے اور آپ کے صحابہ نے میرے ہاں کھانا تناول فرمایا اور پھر جب سورج زوال پذیر ہو گیا تو یہ معزز مہمان میرے پاس سے رخصت ہو گئے، نبی ﷺ جب تشریف لے جانے لگے تو آپ نے فرمایا: [اُخْرُجْ يَا أَبَا بَكْرٍ! قَدْ دَلَكَتِ الشَّمْسُ] ”ابوبکر! نکلو سورج ڈھل چکا ہے۔“[5] اس تفسیر کے مطابق اس آیت کریمہ میں پانچوں نمازوں کے اوقات مذکور ہیں۔ اس ارشاد: ﴿ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ ﴾ ”سورج ڈھلنے (کے وقت) سے رات کے اندھیرے تک“ سے ظہر، عصر، مغرب اور عشا کے اوقات مراد ہیں۔ ﴿ غَسَقِ الَّيْلِ ﴾ سے رات کا اندھیرا یا غروب آفتاب کا وقت مراد ہے اور ﴿ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ ﴾ ”اور صبح (کی نماز) کا قرآن پڑھنا۔“ سے نماز فجر مراد ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت متواترہ اور آپ کے افعال واقوال سے نمازوں کے اوقات کی یہی تفصیل ثابت ہے جس کے مطابق آج مسلمان نماز ادا کرتے ہیں اور قرناً بعد قرن خلف نے سلف سے انھی اوقات میں نماز ادا کرنے کو سیکھا ہے جیسا کہ اپنی جگہ اس کی تفصیل موجود ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

نماز فجر وعصر میں فرشتوں کا جمع ہونا: ﴿ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿78﴾ ﴾ ”بے شک (نماز) صبح میں قرآن (پڑھنا فرشتوں

[1] تفسیر الطبری: 169/15. [2] تفسیر الطبری: 169/15. [3] مختصر زوائد مسند البزار: 90/2، حدیث: 1477.
[4] تفسیر الطبری: 170,169/15. [5] تفسیر الطبری: 172,171/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے) حاضر ہونے کا وقت ہے۔‘‘ ابن مسعود اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا:[تَشْهَدُهُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ] ’’اس (صبح کی نماز) میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔‘‘[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:[فَضْلُ صَلَاةِ الْجَمِيعِ عَلٰى صَلَاةِ الْوَاحِدِ خَمْسٌ وَّعِشْرُونَ دَرَجَةً وَّ تَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ] ’’باجماعت نماز ادا کرنا اکیلے نماز پڑھنے سے پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور نماز فجر میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں۔‘‘ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے کہ اگر تم چاہو تو اس کی تائید میں یہ آیت کریمہ پڑھ لو: ﴿ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ ﴾ ’’اور صبح کو قرآن پڑھنا (لازم کرو) بلاشبہ (نماز) صبح میں قرآن (پڑھنا فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے۔‘‘[2]

امام احمد رحمہ اللہ نے ابن مسعود اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا:[تَشْهَدُ(هُ) مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ] ’’اس وقت رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔‘‘[3] اسے ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے حسن صحیح قرار دیا ہے۔[4] صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:[يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَّلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ (رَبُّهُمْ) ــ وَهُوَ أَعْلَمُ

---

[1] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة بنيّ إسرآئيل، حديث:3135 و سنن ابن ماجه، الصلاة، باب وقت صلاة الفجر، حديث: 670 و تفسير الطبري: 174/15. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی سند صحیح ہے جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقطع ہے۔ [2] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ...... ﴾ (بنيّ إسرآء يل 17:78)، حديث:4717 و صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة......، حديث:(246)-649. [3] مسند أحمد: 474/2 اور قوسین والا حرف جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة بنيّ إسرآئيل، حديث:3135 میں ہے۔ اس حدیث کی دو سندیں ہیں: ایک حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اور دوسری سند حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، پہلی اعمش از ابراہیم از ابن مسعود ہے۔ اس میں ابراہیم بن یزید بن قیس نخعی ہیں۔ انھوں نے حضرت ابن مسعود سے نہیں سنا، چنانچہ حافظ ابن حجر تهذيب التهذيب، ترجمة إبراهيم بن يزيد...... : 155/1 میں لکھتے ہیں: وَقَالَ ابْنُ الْمَدِينِيِّ: لَمْ يَلْقَ النَّخَعِيُّ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ’’ابن مدینی کہتے ہیں: ابراہیم نخعی نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کو نہیں ملے وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ : لَمْ يَلْقَ أَحَدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ إِلَّا عَائِشَةَ ’’اور ابو حاتم رقمطراز ہیں کہ نخعی حضرت عائشہ کے سوا کسی سے نہیں ملے اور ان سے بھی سماع ثابت نہیں، اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کو پایا مگر ان سے سنا نہیں، البتہ ان کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب تم کو میں إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بیان کروں تو وہ میں نے ابن مسعود سے سنا ہوتا ہے اور جب میں کہوں: قَالَ عَبْدُاللّٰهِ تو وہ ابن مسعود کے علاوہ کوئی اور ہوتا ہے۔ [4] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة بنيّ إسرآئيل، حديث: 3135 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ...... ﴾: 381/6، حديث:11293 و سنن ابن ماجه، الصلاة، باب وقت صلاة الفجر، حديث:670 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بِکُمْ)ـ: کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِی؟ فَیَقُولُونَ: تَرَکْنَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّونَ وَأَتَیْنَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّونَ] ''تم میں رات اور دن کے فرشتے یکے بعد دیگرے آتے جاتے رہتے ہیں اور نماز فجر اور نماز عصر میں اکٹھے ہو جاتے ہیں، پھر وہ فرشتے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں جنھوں نے رات تمھارے پاس بسر کی ہوتی ہے تو ان کا رب ان سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ تمھارے بارے میں وہ خوب جانتا ہے۔ کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم ان کو چھوڑ کر آئے ہیں تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔''[1] عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کے دونوں گروپ نمازِ فجر میں اکٹھے ہوتے ہیں، ان میں سے ایک گروپ آسمان پر چڑھ جاتا ہے اور دوسرا گروپ زمین میں رہ جاتا ہے۔ ابراہیم نخعی، مجاہد، قتادہ اور کئی ایک ائمہ رحمہم اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں یہی بیان فرمایا ہے۔[2]

نماز تہجد کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ﴾ ''اور بعض حصہ شب میں اس (قرآن) کو تہجد میں پڑھا کریں، (یہ شب خیزی) آپ کے لیے نفل ہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض نمازوں کے بعد قیام اللیل کا حکم ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: فرض کے بعد کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: [صَلَاةُ اللَّيْلِ] ''رات کی نماز۔''[3] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرض نمازوں کے بعد رسول کو قیام اللیل کا حکم دیا ہے۔ تہجد وہ نماز ہوتی ہے جو سونے کے بعد ادا کی جائے۔ یہ علقمہ، اسود، ابراہیم نخعی اور کئی ایک ائمہ تفسیر کا قول ہے۔[4] عربی زبان میں تہجد کے یہی معنی معروف ہیں۔ اسی طرح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے بعد نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما[5]، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا[6] اور کئی ایک صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ اور اس کی تفصیل اپنے مقام پر موجود ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز تہجد وہ ہے جو عشاء کی نماز کے بعد ادا کی جائے۔[7] سو کر اٹھنے کے بعد ادا کی جانے والی نماز کو بھی تہجد کہا جاتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿نَافِلَةً لَّكَ﴾ ''(یہ شب خیزی) آپ کے لیے نفل ہے۔'' نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نماز تہجد کو خصوصاً اس لیے نفل قرار دیا گیا کیونکہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے تھے جبکہ آپ کی امت کے افراد کے گناہ نفل نمازوں کی وجہ سے معاف کر دیے جاتے ہیں یہ مجاہد کا قول ہے۔[8] جبکہ مسند میں ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔[9]

---

① صحیح البخاری، مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، حدیث: 555 جبکہ [رَبُّهُمْ] صحیح مسلم، المساجد ......، باب فضل صلاتي الصبح والعصر......، حدیث: 632 میں اور دوسری قوسین والا لفظ بخاری کے بعض نسخوں کی حدیث: 7429 میں ہے۔ ② تفسیر الطبری: 15/174، 175. ③ صحیح مسلم، الصیام، باب فضل صوم المحرم، حدیث: 1163. ④ تفسیر الطبری: 15/177. ⑤ صحیح البخاری، التوحید، باب ماجاء فی تخلیق السمٰوات......، حدیث: 7452 و صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین......، باب صلاۃ النبی ﷺ ودعائه باللیل، حدیث: 763. ⑥ صحیح البخاری، التہجد، باب من نام أول اللیل......، حدیث: 1146. ⑦ تفسیر الطبری: 15/177 . ⑧ تفسیر الطبری: 15/178. ⑨ مسند أحمد: 5/255.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمان الٰہی ہے: ﴿عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴾ ’’قریب ہے کہ اللہ آپ کو مقام محمود پر فائز کرے۔‘‘ یعنی آپ یہ کام کریں جس کا میں نے آپ کو حکم دیا ہے تاکہ قیامت کے دن ہم آپ کو مقام محمود پر فائز کریں، اس دن ساری مخلوق آپ کی تعریف کرے گی اور اپنے خالق تبارک وتعالیٰ کی حمد بیان کرے گی۔ ابن جریر فرماتے ہیں کہ اکثر اہل تفسیر کے نزدیک مقام محمود سے مراد حضرت محمد ﷺ کا قیامت کے دن لوگوں کی شفاعت کرنا ہے تاکہ رب تعالیٰ انھیں اس دن کی سختیوں سے نجات عطا فرما دے۔[1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب لوگوں کو ایک ہی میدان میں جمع کیا جائے گا۔ پکارنے والا انھیں اپنی آواز سنا سکے گا اور نظر ان سے پار ہو جائے گی، وہ اس طرح برہنہ پا اور بے لباس ہوں گے جس طرح پیدا ہوئے تھے، سب لوگ کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی کلام نہ کر سکے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (ﷺ!) آپ جواب دیں گے: [لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ ، وَالْمَهْدِيُّ مَنْ هَدَيْتَ، عَبْدُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ، وَبِكَ وَإِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، (تَبَارَكْتَ) وَتَعَالَيْتَ، سُبْحَانَكَ رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ] ’’میں حاضر ہوں اور تیری فرماں برداری کے لیے تیار ہوں، ہر طرح کی بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے اور شر و برائی کی تیری طرف نسبت نہیں ہے، ہدایت یافتہ وہ ہے جسے تو ہدایت عطا فرمائے، تیرا بندہ تیرے سامنے حاضر ہے، تیری توفیق سے اور تیری ہی طرف، اور تیری پکڑ سے بچنے کا تیری رحمت کے سوا کوئی ٹھکانا اور جائے پناہ نہیں ہے، تو ہی برکت والا ہے۔ اے پروردگار! اور تو سب سے بلند و برتر ہے اور تیری ذات پاک ہے اے اس گھر کے مالک!‘‘ تو یہ ہے وہ مقام محمود جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔[2]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے۔[3] ابن ابو نجیح نے مجاہد سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے[4] اور امام حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔[5] قتادہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے آپ زمین سے باہر تشریف لائیں گے اور آپ ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہوں گے۔[6] اہل علم کی رائے میں اس آیت کریمہ میں مذکور مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے۔

روز قیامت رحمت عالم ﷺ پر رب کائنات کی خصوصی نوازشیں: رسول اللہ ﷺ کو قیامت کے دن بہت سے ایسے شرف حاصل ہوں گے جن میں آپ کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہوگا، مثلاً: سب سے پہلے آپ ہی زمین سے باہر تشریف لائیں گے، آپ میدان حشر کی طرف سواری پر سوار ہو کر تشریف لے جائیں گے، جھنڈا آپ کے پاس ہوگا اور آدم اور سب اولاد

---

① تفسير الطبري:180,179/15. ② السنن الكبرٰى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالٰى: ﴿عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ......﴾: 381/6، حديث:11294 ومسند أبي داود الطيالسي، أحاديث حذيفة بن اليمان:330/1، حديث: 414 ومسند البزار، أبو إسحاق عن صلة عن حذيفة:329/7، حديث:2926 وكتاب السنة لابن أبي عاصم، ص:361,360، حديث: 789 وتفسير الطبري:179/15 واللفظ له، البتہ قوسین والا لفظ تفسیر طبری کے علاوہ دیگر کتب کے مطابق ہے۔ ③ تفسير الطبري:180/15. ④ تفسير الطبري:180/15. ⑤ تفسير الطبري:180/15. ⑥ تفسير الطبري:181/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدم آپ ہی کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، حوض بھی آپ ہی کا ہوگا اور سب سے زیادہ لوگ اسی جگہ پر آنے والے ہوں گے، شفاعت عظمیٰ بھی آپ ہی کو نصیب ہوگی جس کے مطابق آپ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ وہ مالک اپنی مخلوق میں فیصلے کے لیے جلوہ افروز ہو، آپ سے پہلے لوگ حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، اور پھر عیسیٰ علیہم السلام سے باری باری یہ درخواست کر چکے ہوں گے مگر ان میں سے ہر پیغمبر یہ جواب دے گا کہ میں اس قابل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شفاعت کر سکوں حتیٰ کہ جب سب لوگ حضرت محمد ﷺ کے پاس آئیں گے تو آپ فرمائیں گے: ہاں، میں یہ شفاعت کروں گا، میں یہ شفاعت کروں گا، اس کی تفصیل ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ابھی بیان کریں گے۔ آپ کو روز قیامت یہ شرف حاصل ہوگا کہ آپ کچھ ایسے لوگوں کی بھی شفاعت فرمائیں گے جن کے بارے میں جہنم لے جانے کا حکم ہو چکا ہوگا مگر آپ کی شفاعت کے بعد انھیں جہنم سے واپس بلا لیا جائے گا۔ تمام انبیائے کرام میں سے سب سے پہلے آپ ہی کی امت کا فیصلہ کیا جائے گا، سب سے پہلے آپ ہی کی امت کو پل صراط سے گزرنے کی اجازت ملے گی۔ جنت کے بارے میں بھی سب سے پہلے آپ ہی شفاعت فرمائیں گے جیسا کہ صحیح مسلم سے ثابت ہے۔ [1]

حدیث صور میں ہے کہ تمام مومن جنت میں صرف آپ ہی کی شفاعت سے داخل ہوں گے۔ [2] جبکہ جنت میں سب سے پہلے آپ داخل ہوں گے اور امتوں میں سے سب سے پہلے آپ کی امت جنت میں داخل ہوگی، آپ کچھ لوگوں کے رفع درجات کے لیے بھی شفاعت فرمائیں گے کیونکہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے ان درجات تک نہیں پہنچ سکیں گے، وسیلہ پر بھی آپ ہی فائز ہوں گے اور یہ جنت کا وہ سب سے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ مقام ہے جو صرف آپ ہی کو عطا ہوگا، جب اللہ تعالیٰ آپ کو گناہ گاروں کے لیے شفاعت کی اجازت عطا فرمادے گا، شفاعت تو اگرچہ فرشتے، نبی اور مومن بھی کریں گے مگر آپ اس قدر بے حد وحساب مخلوق کے بارے میں شفاعت فرمائیں گے کہ ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، آپ کے سوا اور کوئی اس طرح کی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ میں نے آپ کی ان تمام خصوصیات کو تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب ''السیرۃ'' کے آخر میں باب الخصائص میں بیان کیا ہے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

مقام محمود: اب ہم مقام محمود سے متعلق احادیث کو بیان کریں گے۔ وَبِاللّٰہِ الْمُسْتَعَانُ. امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن سب لوگ گھٹنوں کے بل ہوں گے اور ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہوگی اور سب لوگ اپنے اپنے نبی سے کہیں گے کہ اے فلاں! شفاعت کر، اے فلاں! شفاعت کر حتیٰ کہ شفاعت کا معاملہ محمد ﷺ تک پہنچ جائے گا۔ اور یہی وہ دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ [3]

---

[1] صحیح مسلم، الإیمان، باب فی قول النبیﷺ: أنا أول الناس یشفع فی الجنة......، حدیث:196 عن أنس رضی اللہ عنہ. [2] الأحادیث الطوال للطبرانی، حدیث الصور: 48 مفصلاً. [3] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ ......﴾ (بنیۤ إسرآءیل 17:79)، حدیث:4718. ملحوظہ: یَا فُلَانُ! اِشْفَعْ ہندوستان کے مکتبۂ انصاری سے طبع شدہ نسخے میں دو مرتبہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن جریر رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[إِنَّ الشَّمۡسَ لَتَدۡنُو حَتّٰى يَبۡلُغَ الۡعَرَقُ نِصۡفَ الۡأُذُنِ، فَبَيۡنَمَا هُمۡ كَذٰلِكَ اسۡتَغَاثُوا بِآدَمَ علیہ السلام، فَيَقُولُ: لَسۡتُ صَاحِبَ ذٰلِكَ ثُمَّ بِمُوسٰى علیہ السلام، فَيَقُولُ كَذٰلِكَ، ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ فَيَشۡفَعُ بَيۡنَ الۡخَلۡقِ فَيَمۡشِي حَتّٰى يَأۡخُذَ بِحَلۡقَةِ الۡجَنَّةِ، فَيَوۡمَئِذٍ يَّبۡعَثُهُ اللّٰهُ مَقَامًا مَّحۡمُودًا]

''بے شک سورج اس قدر قریب ہوگا کہ پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا، اس حال میں لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے تو وہ جواب دیں گے کہ میں یہ نہیں کرسکتا، پھر موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کریں گے تو وہ بھی یہی جواب دیں گے، پھر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کریں گے تو آپ مخلوق کی شفاعت فرمائیں گے اور پھر کشاں کشاں چلتے ہوئے آپ جنت کے (دروازے کے) کنڈے کو پکڑیں گے تو اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔''[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو کتاب الزکاۃ میں بیان فرمایا ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے: [فَيَوۡمَئِذٍ يَّبۡعَثُهُ اللّٰهُ مَقَامًا مَّحۡمُودًا، يَّحۡمَدُهٗ أَهۡلُ الۡجَمۡعِ كُلُّهُمۡ] ''اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا تو میدان حشر میں جمع ہونے والے سب لوگ آپ کی تعریف کریں گے۔''[2]

ابوداود طیالسی نے بھی عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ پھر اللہ عزوجل شفاعت کی اجازت عطا فرمادے گا تو روح القُدُس جبریل کھڑے ہوں گے، پھر ابراہیم خلیل اللہ کھڑے ہوں گے، پھر عیسیٰ یا موسیٰ علیہما السلام کھڑے ہوں گے۔ ابوزعراء کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہاں ان دونوں نبیوں میں سے کس کا نام لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر چوتھے نمبر پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے اور آپ اس قدر شفاعت فرمائیں گے کہ آپ کے بعد آپ سے زیادہ کوئی شفاعت نہ کرسکے گا اور یہ وہ مقام محمود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿عَسٰۤى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۝۷۹﴾ ''ہوسکتا ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود پر فائز فرمادے۔''[3]

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ: امام احمد رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا، آپ نے دستی کے گوشت کو جو کہ آپ کو بہت مرغوب تھا، تناول فرمانا شروع کیا، پھر فرمایا:

[أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ، وَهَلۡ تَدۡرُونَ (بِمَ ذَاكَ؟) يَجۡمَعُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الۡأَوَّلِينَ وَالۡآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَّاحِدٍ يُّسۡمِعُهُمُ الدَّاعِي، وَيَنۡفُذُهُمُ الۡبَصَرُ وَتَدۡنُو الشَّمۡسُ، فَيَبۡلُغُ النَّاسَ مِنَ الۡغَمِّ وَالۡكَرۡبِ مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحۡتَمِلُونَ،

---

[1] تفسير الطبري:182/15. [2] صحيح البخاري، الزكاة، باب من سأل الناس تكثرا، حديث:1475. [3] مسند أبي داود الطيالسي:306/1، حديث:389 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿عَسٰۤى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ ......﴾:382/6، حديث:11296 یہ حدیث ضعیف ہے۔ البتہ اس مفہوم کی احادیث دیکھیے صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله عزوجل: ﴿وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖۤ﴾ (هود11: 25)......، حديث: 3340 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ وصحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، حديث:193 عن أنس رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: أَلَا تَرَوْنَ مَا أَنْتُمْ فِيهِ؟ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ؟ أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ عَزَّوَجَلَّ؟ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: (عَلَيْكُمْ بِآدَمَ) فَيَأْتُونَ آدَمَ، فَيَقُولُونَ: يَا آدَمُ! أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُّوحِهٖ، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ، فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا؟ فَيَقُولُ آدَمُ عليه السلام: إِنَّ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اِذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي، اِذْهَبُوا إِلٰى نُوحٍ، فَيَأْتُونَ نُوحًا، فَيَقُولُونَ: يَانُوحُ! أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ، وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْداً شَكُورًا، فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا؟ فَيَقُولُ نُوحٌ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ،وَإِنَّهُ (قَدْ) كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ (دَعَوْتُهَا) عَلٰى قَوْمِي، (نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي) اِذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي، اِذْهَبُوا إِلٰى إِبْرَاهِيمَ، فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ، فَيَقُولُونَ: يَا إِبْرَاهِيمُ! أَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا؟ فَيَقُولُ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ۔ فَذَكَرَ كَذِبَاتِهٖ۔ (نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي) اِذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي، اِذْهَبُوا إِلٰى مُوسٰى.فَيَأْتُونَ مُوسٰى عليه السلام، فَيَقُولُونَ: يَا مُوسٰى! أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ، اِصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهٖ (وَبِكَلَامِهٖ) عَلَى النَّاسِ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا؟ فَيَقُولُ لَهُمْ مُّوسٰى: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي قَتَلْتُ نَفْسًا لَّمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا، (نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي) اِذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي، اِذْهَبُوا إِلٰى عِيسٰى فَيَأْتُونَ عِيسٰى، فَيَقُولُونَ: يَاعِيسٰى! أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ۔ قَالَ: هٰكَذَا هُوَ۔ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ، فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا؟

فَيَقُولُ لَهُمْ عِيسٰى: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ۔ وَلَمْ يَذْكُرْ لَهُ ذَنْبًا۔ (نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي) اِذْهَبُوا إِلٰى غَيْرِي، اِذْهَبُوا إِلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ (فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا ﷺ) فَيَقُولُونَ:يَا مُحَمَّدُ! أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ، (وَقَدْ) غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَاتَرٰى (إِلٰى) مَا نَحْنُ فِيهِ؟ أَلَا تَرٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا؟ فَأَقُومُ، فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ، فَأَقَعُ سَاجِداً لِّرَبِّي عَزَّوَجَلَّ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ، وَيُلْهِمُنِي مِنْ مَّحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئاً لَّمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى أَحَدٍ قَبْلِي، فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهُ، (وَاشْفَعْ) تُشَفَّعْ، (فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ: أُمَّتِي يَارَبِّ! أُمَّتِي يَا رَبِّ! أُمَّتِي يَارَبِّ! فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَا ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ! إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيعِ الْجَنَّةِ) كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرٍ، أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى]

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا اور کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس وجہ سے؟ اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا۔ جنھیں بلانے والا اپنی آواز سنا سکے اور نظر ان سے پار ہو سکے گی، سورج بہت قریب ہوگا اور لوگوں کو اس قدر غم و فکر لاحق ہوگا کہ انھیں اس کے برداشت کرنے کی طاقت و ہمت نہ ہوگی، لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ تم اس وقت کس مصیبت میں مبتلا ہو، ذرا دیکھو تو سہی، کون ہے جو تمھارے رب کے پاس تمھاری شفاعت کر سکے؟ بعض لوگ ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے کہیں گے کہ تم آدم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: اے آدم! آپ نسل انسانی کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا، آپ میں روح پھونکی، فرشتوں کو حکم دیا تو انھوں نے آپ کو سجدہ کیا، آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں، آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس مشکل میں مبتلا ہیں۔ آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہمیں کیسی صورت حال کا سامنا ہے۔

آدم علیہ السلام جواب میں کہیں گے کہ بے شک میرا رب آج اس قدر غصے میں ہے کہ آج سے پہلے کبھی اس طرح غصے نہیں ہوا اور نہ اس طرح آئندہ کبھی غصے میں ہوگا، اس نے مجھے درخت کے قریب جانے سے منع فرمادیا تھا مگر میں نے اس کی مخالفت کی، لہٰذا مجھے تو اپنی فکر ہے، مجھے تو اپنی فکر ہے، تم کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ جاؤ نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے نوح (علیہ السلام!) آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام ’’عبد شکور‘‘ (شکر گزار بندہ) رکھا ہے، آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں، آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس مشکل میں ہیں۔ آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہمیں کیسی صورت حال کا سامنا ہے۔ نوح علیہ السلام جواب دیں گے کہ بے شک میرا رب آج اس قدر غصے میں ہے کہ آج سے پہلے کبھی اس طرح غصے نہیں ہوا اور نہ اس طرح آئندہ کبھی غصے میں ہوگا، بلاشبہ مجھے ایک دعا کا اختیار تھا جو میں نے اپنی قوم کے خلاف مانگ لی۔ مجھے تو اپنی فکر ہے، مجھے تو اپنی فکر ہے، مجھے تو اپنی فکر ہے۔ تم میرے سوا کسی اور کے پاس چلے جاؤ، ابراہیم (علیہ السلام!) کے پاس چلے جاؤ تو وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے ابرہیم (علیہ السلام!) آپ اللہ کے نبی بھی ہیں اور اہل زمین میں سے اللہ کے دوست بھی، اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں، آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس مشکل میں ہیں۔ آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہمیں کس صورت حال کا سامنا ہے۔ آپ جواب دیں گے کہ بے شک میرا رب آج اس قدر غصے میں ہے کہ آج سے پہلے کبھی اس طرح غصے نہیں ہوا اور نہ اس طرح کبھی غصے میں ہوگا، ابراہیم علیہ السلام اپنی خلاف واقعہ (کہی ہوئی) باتوں کو یاد کریں گے۔ مجھے تو اپنی فکر ہے، مجھے تو اپنی فکر ہے، مجھے تو اپنی فکر ہے۔ جاؤ میرے سوا کسی اور کے پاس چلے جاؤ، موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے موسیٰ (علیہ السلام!) آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پیغام اور کلام سے لوگوں میں سے ممتاز کیا ہے، آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس مشکل میں ہیں۔ آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہمیں کیسی صورت حال کا سامنا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام انھیں جواب دیں: میرا رب آج اس قدر غصے میں ہے کہ آج سے پہلے کبھی اس طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غصے نہیں ہوا اور نہ اس طرح آئندہ کبھی غصے میں ہوگا، میں نے ایک انسان کو قتل کر دیا تھا جس کے قتل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم نہیں دیا تھا۔ مجھے تو اپنی فکر ہے، مجھے تو اپنی فکر ہے، مجھے تو اپنی فکر ہے۔ جاؤ میرے سوا کسی اور کے پاس چلے جاؤ، عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، وہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے، اے عیسیٰ (علیہ السلام!) آپ اللہ کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مریم کی طرف ڈالا تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روح ہیں۔ آپ نے پنگوڑے میں لوگوں سے کلام کیا تھا، آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں، آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس مشکل میں ہیں آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہمیں کیسی صورت حال کا سامنا ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام انھیں جواب دیتے ہوئے کہیں گے کہ میرا رب آج اس طرح غصے میں ہے کہ آج سے پہلے کبھی اس طرح غصے میں نہیں ہوا اور نہ اس طرح آئندہ کبھی غصے میں ہوگا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی گناہ کا ذکر نہیں کیا۔ مجھے تو اپنی فکر ہے، مجھے تو اپنی فکر ہے، مجھے تو اپنی فکر ہے۔ تم میرے سوا کسی اور کے پاس چلے جاؤ، جاؤ محمد ﷺ کے پاس چلے جاؤ۔

دریں اثنا لوگ محمد ﷺ کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: اے محمد (ﷺ!) آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیے تھے، آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں، آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس مشکل میں ہیں۔ آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہمیں کیسی صورت حال کا سامنا ہے۔ پس میں اٹھ کر عرش کے نیچے آجاؤں گا اور اپنے رب عزوجل کے سامنے سجدہ کروں گا اور اللہ تعالیٰ اپنی حمد وثنا کے ایسے کلمات مجھے الہام فرمائے گا جو مجھ سے پہلے کسی کو الہام نہیں کیے ہوں گے، پھر مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد (ﷺ!) اپنے سر کو اٹھائیں اور مانگیں آپ کو دیا جائے گا، سفارش کریں، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، پس میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا اور کہوں گا: میری امت یا رب' میری امت یا رب' میری امت یا رب! پھر آپ سے کہا جائے گا: اے محمد (ﷺ!) اپنی امت کے ان لوگوں کو جن کے لیے کوئی حساب نہیں ہے، جنت کے دائیں طرف کے دروازوں میں سے ایک دروازے سے داخل کر دیں، وہ لوگوں کے ساتھ دیگر دروازوں میں بھی داخل ہو سکتے ہیں، پھر آپ نے فرمایا: اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! جنت کے دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور ہجر کے درمیان فاصلہ ہے یا جتنا مکہ اور بصرہ کے درمیان فاصلہ ہے۔''[1] اسے امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔"[2]

---

[1] مسند أحمد: 436,435/2، پہلی قوسین کے علاوہ تمام قوسوں کے الفاظ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا......﴾ (بنی إسرآء یل 3:17)، حدیث: 4712 کے مطابق ہیں اور پہلی قوسین والا جملہ صحیح مسلم، الإیمان، باب أدنی أهل الجنة منزلة فیها، حدیث: 194 میں ہے۔ اسی طرح یا رب! أمتی تین مرتبہ جامع الترمذی، صفة القیامة والرقائق والورع، باب ماجاء فی الشفاعة، حدیث: 2434 میں ہے۔ [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا......﴾ (بنی إسرآء یل 3:17)، حدیث: 4712 و صحیح مسلم، الإیمان، باب أدنی أهل الجنة منزلة فیها، حدیث: 194.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ

اور کہیے: اے میرے رب! داخل کرنا مجھے سچا داخل کرا اور نکال مجھے سچا نکالنا اور مجھے اپنے پاس سے مدد دینے والا غلبہ عطا کردے (80) اور کہیے:

سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (80) وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (81)

حق آگیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل تو مٹنے ہی والا ہے (81)

تفسیر آیات: 81,80

ہجرت کا حکم: امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ مکہ میں تھے، پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (80)﴾ ''اور کہیں: اے میرے پروردگار! مجھے (مدینہ میں) اچھی طرح داخل فرما، اور (مکہ سے) اچھی طرح نکال، اور اپنے ہاں سے زور وقوت کو میرا مددگار بنا۔''[1] امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔[2]

حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ کفار مکہ نے جب رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازش کی تاکہ آپ کو جان سے ماردیں یا وطن سے نکال دیں یا قید کردیں تو اللہ تعالیٰ نے مکہ والوں سے قتال کا ارادہ فرمالیا اور آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ہجرت کرکے مدینہ چلے جائیں، اسی سلسلے میں فرمایا: ﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ﴾ ''اور کہیں: اے میرے پروردگار! مجھے (مدینہ میں) اچھی طرح داخل فرما اور (مکہ سے) اچھی طرح نکال۔''[3] اور امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اچھی طرح داخل کرنے سے مراد مدینہ میں داخل کرنا اور اچھی طرح نکالنے سے مراد مکہ سے نکالنا ہے۔[4] عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔[5]

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (80)﴾ ''اور اپنے ہاں سے زور وقوت کو میرا مددگار بنا۔'' اس کی تفسیر میں امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ آپ کے رب نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ایران اور روم سے عزت اور بادشاہت چھین کر آپ کو عطا فرمادے۔[6] قتادہ نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ کو معلوم تھا کہ آپ کو زور وقوت کے بغیر اس کی طاقت نہیں ہے، اس لیے آپ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب، اللہ تعالیٰ کی حدود، اللہ تعالیٰ کے فرائض اور اللہ تعالیٰ کے دین کی اقامت کے لیے زور اور قوت کا سوال کیا۔ زور وقوت بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس سے اس نے اپنے بندوں کو نوازا ہے۔ اگر زور وقوت نہ ہوتی تو انار کی پھیل جاتی اور طاقتور، کمزوروں کو کھا جاتے۔[7] لہٰذا دشمنوں اور مخالفین کے مقابلے کے لیے ضروری ہے کہ حق کے ساتھ ساتھ انسان کو قوت وطاقت بھی حاصل ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ﴾ (الحدید 25:57) ''البتہ تحقیق

[1] مسند أحمد: 223/1. اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ [2] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة بنی إسرائیل، حدیث: 3139. [3] تفسیر الطبری: 186,185/15. [4] تفسیر الطبری: 186/15. [5] تفسیر الطبری: 186/15. [6] تفسیر الطبری: 187/15. [7] تفسیر الطبری: 188/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿82﴾

اور ہم قرآن میں سے جو نازل کرتے ہیں وہ مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، اور وہ ظالموں کو خسارے ہی میں زیادہ کرتا ہے﴿82﴾

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا پیدا کیا۔‘‘

کفار قریش کے لیے وعید: ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ ﴾ ’’اور کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا۔‘‘ یہ کفار قریش کے لیے تہدید اور وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس حق آ گیا تھا جس میں کوئی شک نہیں اور نہ وہ اس کا مقابلہ کر سکتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قرآن، ایمان اور علم نافع کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اس حق کے آنے کے بعد باطل نابود ہو گیا کیونکہ حق کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا۔ ﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ ﴾ (الأنبيآء 18:21) ’’بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر دے مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے تو جھوٹ اس وقت نابود ہو جاتا ہے۔‘‘

امام بخاری رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، آپ اس لکڑی کے ساتھ انھیں گرا رہے تھے جو آپ کے دست مبارک میں تھی اور یہ فرما رہے تھے: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿81﴾ ﴾ ’’حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا، بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔‘‘ ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ۝ ﴾ (سبا 49:34) ’’حق آ چکا اور باطل نہ تو پہلی بار ابھرا اور نہ وہ لوٹے گا۔‘‘[1]

تفسیر آیت:82

قرآن شفا اور رحمت ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب کے بارے میں فرمایا ہے جسے اس نے اپنے رسول محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور یہ وہ کتاب ہے کہ اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے اور دانا اور خوبیوں والے اللہ کی اتاری ہوئی ہے۔ یہ کتاب مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، یہ کتاب دلوں کی بیماریوں، شک، نفاق، شرک، کجی اور انحراف سے شفا دیتی ہے۔ یہ کتاب رحمت بھی ہے کہ اس سے ایمان، حکمت اور خیر و بھلائی کی طلب و رغبت حاصل ہوتی ہے جو اس پر ایمان لائے، اس کی تصدیق اور اتباع کرے اس کے حق میں یہ شفا اور رحمت ہے۔ کافر جو اس قرآن کو سن کر بھی اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے تو قرآن کے سننے سے اس کے بُعد اور کفر میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور یہ کافر کے اپنے عمل کی وجہ سے ہے۔ قرآن کا اس میں کوئی قصور نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدة 44:41) ’’کہہ دیں کہ جو ایمان

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ ...... ﴾ (بنيٓ إسرآءيل 81:17)......، حديث:4720.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ اِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَی الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِہٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ کَانَ یَـُٔوۡسًا ﴿83﴾ قُلۡ

اور جب ہم انسان پر انعام کریں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور اپنا پہلو دور کر لیتا ہے، اور جب اسے تکلیف پہنچے تو بہت مایوس ہو جاتا ہے ﴿83﴾ کہہ دیجیے:

کُلٌّ یَّعۡمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ ؕ فَرَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ہُوَ اَہۡدٰی سَبِیۡلًا ﴿84﴾ ع 7

ہر کوئی اپنے طریقے پر عمل کرتا ہے، چنانچہ تمھارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ سیدھے راستے پر ہے ﴿84﴾

لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (بہرا پن) ہے اور یہ ان کے حق میں (موجب) نابینائی ہے، یہ لوگ ہیں کہ انھیں (گویا) دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَۃٌ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّقُوۡلُ اَیُّکُمۡ زَادَتۡہُ ہٰذِہٖۤ اِیۡمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فَزَادَتۡہُمۡ اِیۡمَانًا وَّ ہُمۡ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ○ وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ فَزَادَتۡہُمۡ رِجۡسًا اِلٰی رِجۡسِہِمۡ وَ مَاتُوۡا وَ ہُمۡ کٰفِرُوۡنَ ○ ﴾ (التوبۃ 9:124,125) ''اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض (منافق استہزا کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے۔ سو جو ایمان والے ہیں اس نے ان کا ایمان زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں مرض ہے تو ان کو پلیدی پر پلیدی میں زیادہ کیا اور وہ مرے بھی تو کافر کے کافر۔''

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں، امام قتادہ آیت کریمہ ﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا ہُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ ﴾ ''اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مومن جب قرآن کو سنتا ہے تو وہ اس سے نفع حاصل کرتا اور اسے یاد رکھتا ہے۔ ﴿ وَ لَا یَزِیۡدُ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿82﴾ ﴾ ''اور ظالموں کو وہ صرف نقصان میں بڑھاتا ہے۔'' کیونکہ وہ اس سے نہ نفع حاصل کرتا ہے اور نہ اسے یاد رکھتا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو اپنے مومن بندوں کے لیے باعث شفا اور رحمت بنا دیا ہے۔[1]

تفسیر آیات: 84,83

خوشی و غمی کی حالتوں میں انسان کی عادت: اللہ تعالیٰ نے انسان کی بحیثیت انسان خوشی اور غمی میں اس کمزوری کو بیان فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے مال و دولت، صحت و عافیت، فتح و نصرت اور رزق کی فراوانی کی نعمتوں سے نوازتا اور اس کی تمناؤں اور خواہشوں کو پورا فرما دیتا ہے تو وہ اس کی اطاعت اور عبادت سے روگرداں ہو جاتا اور پہلو پھیر لیتا ہے۔ امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿ وَ نَاٰ بِجَانِبِہٖ ۚ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ ہم سے دور ہو جاتا ہے۔[2]

یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسے حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَمَّا کَشَفۡنَا عَنۡہُ ضُرَّہٗ مَرَّ کَاَنۡ لَّمۡ یَدۡعُنَاۤ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّہٗ ؕ ﴾ (یونس 10:12) ''پھر جب ہم اس تکلیف کو اس سے دور کر دیتے ہیں تو (بے لحاظ ہو جاتا اور) اس طرح گزر جاتا ہے کہ گویا کسی تکلیف پہنچنے پر اس نے ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا۔'' ﴿ فَلَمَّا نَجّٰکُمۡ اِلَی الۡبَرِّ اَعۡرَضۡتُمۡ ؕ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 17:67)

[1] تفسیر الطبری: 190/15. [2] تفسیر الطبری: 191/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الرُّوۡحِ ؕ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ وَمَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿85﴾

اور وہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہیے: روح میرے رب کے حکم سے ہے، اور تمھیں تو بہت ہی تھوڑا علم دیا گیا ہے ﴿85﴾

''پھر جب وہ تم کو (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم اعراض کر لیتے ہو۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ کَانَ یَـُٔوۡسًا ﴿83﴾ ﴾ ''تو ناامید ہو جاتا ہے۔'' یعنی جب اسے مصائب وحوادث اور مشکلات پیش آتی ہیں تو وہ مایوس ہو جاتا ہے کہ اب اسے کبھی بھی خیر و بھلائی حاصل نہ ہوگی جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَئِنۡ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَۃً ثُمَّ نَزَعۡنٰہَا مِنۡہُ ۚ اِنَّہٗ لَیَـُٔوۡسٌ کَفُوۡرٌ ○ وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰہُ نَعۡمَآءَ بَعۡدَ ضَرَّآءَ مَسَّتۡہُ لَیَقُوۡلَنَّ ذَہَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّیۡ ؕ اِنَّہٗ لَفَرِحٌ فَخُوۡرٌ ○ اِلَّا الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّاَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ○ ﴾ (ھود 11:9-11) ''اور اگر ہم انسان کو اپنے پاس سے نعمت بخشیں، پھر اس سے اس کو چھین لیں تو ناامید (اور) ناشکرا (ہو جاتا) ہے اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد آسائش (کا مزہ) چکھائیں تو (خوش ہوکر) کہتا ہے کہ (آہا) سب سختیاں مجھ سے دور ہو گئیں۔ بے شک وہ خوشیاں منانے والا (اور) فخر کرنے والا ہے۔ ہاں، جنھوں نے صبر کیا اور نیک عمل کیے، یہی ہیں جن کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔''

فرمان الٰہی ہے: ﴿ قُلۡ کُلٌّ یَّعۡمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ ؕ ﴾ ''کہہ دیں کہ ہر شخص اپنے طریقے پر عمل کرتا ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص اپنے طریقے کے مطابق عمل کرتا ہے،① مجاہد فرماتے ہیں کہ ہر شخص اپنی عادت اور طبیعت کے مطابق عمل کرتا ہے۔② قتادہ فرماتے ہیں کہ اپنی نیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔③ ابن زید کہتے ہیں کہ اپنے دین کے مطابق عمل کرتا ہے۔④ ان تمام اقوال کے معنی قریباً قریباً ایک ہی ہیں۔ بہر حال اس آیت میں۔وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ۔ مشرکوں کے لیے تہدید اور وعید ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَقُلۡ لِّلَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ اعۡمَلُوۡا عَلٰی مَکَانَتِکُمۡ ؕ ﴾ (ھود 11:121) ''اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ان سے کہہ دیں کہ تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ قُلۡ کُلٌّ یَّعۡمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ ؕ فَرَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ہُوَ اَہۡدٰی سَبِیۡلًا ﴿84﴾ ﴾ ''کہہ دیں کہ ہر شخص اپنے طریقے پر عمل کرتا ہے، سو تمھارا پروردگار اس شخص سے خوب واقف ہے جو سب سے زیادہ سیدھے رستے پر ہے۔'' یعنی ہم اور تم میں سے کون سیدھے رستے پر ہے اور وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔

تفسیر آیت :85

روح کا ذکر: امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں ایک کھیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا، آپ کھجور کی ایک ٹہنی کا سہارا لیے ہوئے تھے کہ یہودیوں کا گزر ہوا تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ آپ سے روح کے بارے میں پوچھو تو اس نے کہا کہ تمھاری اس کے بارے میں کیا رائے ہے۔ ان میں

---

① تفسیر الطبری:192/15. ② تفسیر الطبری:192/15. ③ تفسیر الطبری:192/15. ④ تفسیر الطبری: 192/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بعض نے یہ بھی کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھیں کسی ایسی بات کا سامنا کرنا پڑے جو تمھیں ناپسند ہو، انھوں نے کہا: نہیں، آپ سے ضرور پوچھو، اس کے بعد انھوں نے آپ سے روح کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے سکوت فرمایا اور انھیں کوئی جواب نہ دیا، مجھے معلوم ہو گیا کہ اب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، میں اپنی جگہ پر کھڑا رہا، جب وحی کا نزول ہو گیا تو آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ ﴾ ''اور آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیں کہ وہ میرے پروردگار کے حکم سے (آتی) ہے۔''[1] اس سیاق سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور یہ اس وقت نازل ہوئی جب مدینہ میں یہودیوں نے آپ سے روح کے بارے میں سوال کیا تھا، حالانکہ یہ تو ساری سورت مکی ہے تو اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ مدینہ میں دوبارہ نازل ہوئی ہو جیسا کہ پہلے مکہ میں نازل ہوئی تھی یا اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ وحی کے ذریعے سے آپ کو یہ بتا دیا گیا کہ آپ یہودیوں کے سوال کا جواب اس آیت سے دیں جو قبل ازیں آپ پر نازل ہو چکی ہے اور یہ وہی آیت ہے۔

ابن جریر رحمہ اللہ نے عکرمہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اہل کتاب نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ...... ﴾ یہ آیت سن کر یہودیوں نے کہا کہ آپ کا گمان ہے کہ ہمیں بہت کم علم دیا گیا ہے، حالانکہ ہمیں تو تورات عطا کی گئی ہے جو سراسر حکمت ہے۔ ﴿ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ ﴾ (البقرۃ 269:2) ''اور جس کو حکمت دی گئی، یقیناً اس کو بہت بڑی بھلائی دی گئی۔'' تو اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ ﴾ (لقمٰن 27:31) ''اور اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں اور سمندر (کا تمام پانی) سیاہی ہو (اور) اس کے بعد سات سمندر اور (سیاہی ہو جائیں) تو اللہ کی باتیں (اس کی صفتیں) ختم نہ ہوں۔'' آپ نے فرمایا: [مَا أُوتِيتُم مِّنْ عِلْمٍ فَنَجَّاكُمُ اللّٰهُ بِهِ مِنَ النَّارِ، فَهُوَ كَثِيرٌ طَيِّبٌ، وَّهُوَ فِي عِلْمِ اللّٰهِ قَلِيلٌ] ''تمھیں جو علم بھی دیا گیا اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمھیں جہنم کی آگ سے نجات دے دے تو وہ علم کثیر اور طیّب ضرور ہے مگر اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں وہ قلیل ہے۔''[2]

عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ ہمیں روح کے بارے میں بتائیں، نیز یہ بتائیں کہ روح تو جسم میں ہے، پھر اسے عذاب کیسے ہوگا۔ روح اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن اس کے بارے میں آپ پر ابھی تک کچھ نازل نہیں ہوا تھا، اس لیے آپ نے انھیں کوئی جواب نہ دیا۔ جبریل وحی لے کر نازل ہوئے اور انھوں نے کہا: ﴿ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ ﴾ (بنيٓ إسرآء يل 85:17)، حديث: 4721. [2] تفسير الطبري: 193/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَئِنۡ شِئۡنَا لَنَذۡهَبَنَّ بِالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیۡنَا

اور البتہ اگر ہم چاہیں تو اسے ضرور لے جائیں جو کچھ ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے، پھر آپ اس پر ہمارے مقابلے میں اپنا کوئی

وَكِیۡلًا ﴿86﴾ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضۡلَهٗ كَانَ عَلَیۡكَ كَبِیۡرًا ﴿87﴾ قُلۡ لَّئِنِ

حمایتی نہ پائیں گے ﴿86﴾ سوائے آپ کے رب کی رحمت کے، بے شک آپ پر اس کا فضل بہت زیادہ ہے ﴿87﴾ کہہ دیجیے: البتہ اگر تمام

اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ

انسان اور جن اس (بات) پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لائیں تو وہ اس کی مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار

وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِیۡرًا ﴿88﴾ وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا لِلنَّاسِ فِیۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ

بھی بن جائیں ﴿88﴾ اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر مثال پھیر پھیر کر بیان کی ہے، پھر بھی اکثر لوگوں نے انکار کیا

مِنۡ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰۤی اَكۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوۡرًا ﴿89﴾

مگر کفر کرنے سے (انکار نہیں کیا) ﴿89﴾

اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿85﴾ ''کہہ دیں کہ روح تو میرے پروردگار کے حکم سے (آتی) ہے اور تم لوگوں کو (بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے۔'' نبی ﷺ نے انھیں یہ جواب دے دیا تو کہنے لگے کہ آپ کے پاس یہ جواب لے کر کون آیا ہے۔ آپ نے فرمایا: [جَاءَ نِي بِهِ جِبْرِيلُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ] ''میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب جبریل لائے ہیں۔'' کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! یہ تو ہمارا دشمن ہے جو آپ کے پاس یہ جواب لے کر آیا ہے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ بھی نازل فرمادی: ﴿قُلۡ مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبۡرِیۡلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلۡبِكَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَهُدًی وَّبُشۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝﴾ (البقرۃ 2:97) ''کہہ دیں کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہو (اس کو غصے میں مرجانا چاہیے) کیونکہ اس نے تو (یہ کتاب) اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر نازل کی ہے، جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے۔''[1]

روح اور جان: علامہ سُہیلی نے ذکر کیا ہے کہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ روح ہی جان ہے یا یہ جان کے علاوہ کوئی اور چیز ہے، پھر انھوں نے لکھا ہے کہ روح ہوا کی طرح ایک لطیف چیز ہے جو جسم میں اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے جس طرح درخت کی رگوں میں پانی سرایت کرتا ہے، علامہ سہیلی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ روح جسے فرشتہ جنین میں پھونکتا ہے تو اس سے مراد نفس ہے، بشرطیکہ وہ بدن کے ساتھ مل جائے اور پھر اس کے سبب صفات مدح یا ذم کو حاصل کرلے، یعنی پھر وہ یا نفس مطمئنہ ہوگا یا أمارۃ بالسوء جیسا کہ پانی ہی درخت کی زندگی ہے مگر پھر وہ درخت کے ساتھ ملنے کے سبب ایک خاص نام حاصل کرلیتا ہے، جب انگور کے ساتھ مل جائے اور انگور سے اسے نچوڑا جائے تو وہ آب انگور یا شراب کہلائے گا اور اسے صرف مجازاً ہی پانی کہا جائے گا، چنانچہ نفس کو بھی روح اس انداز میں کہا جائے گا، اسی طرح روح کو نفس باعتبار مآل کہا جائے گا۔[2]

[1] تفسیر الطبری: 194/15. [2] الروض الأنف للسهيلي، الفرق بين الروح والنفس: 72/2-74.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿90﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ

اور وہ بولے: ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، حتی کہ تو ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دے ﴿90﴾ یا تیرے لیے کھجوروں

نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿91﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا

اور انگور کا ایک باغ ہو، پھر تو اس (باغ) کے درمیان (جگہ جگہ) نہریں جاری کر دے ﴿91﴾ یا تو آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم

كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِيْلًا ﴿92﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي

پر گرادے جیسے تو نے گمان کیا ہے، یا اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے لے آ ﴿92﴾ یا تیرے لیے سونے کا گھر ہو، یا تو آسمان میں چڑھ جائے،

السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ

اور ہم تیرے چڑھنے پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ تو ہم پر ایک کتاب اتار لائے جسے ہم پڑھیں، کہیے: میرا رب پاک ہے،

10 ع 9 10 اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿93﴾ ع

میں تو بس ایک بشر رسول ہوں ﴿93﴾

حاصل کلام یہ ہے کہ روح ہی نفس کی اصل اور مادہ ہے اور نفس اس روح سے مرکب ہے اور اسی طرح اس روح کا بدن کے ساتھ تعلق ہے تو یہ روح اس ایک لحاظ سے نفس ہے ہر لحاظ سے اسے نفس نہیں کہہ سکتے، علامہ سہیلی کی یہ بات بہت ہی عمدہ ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

لوگوں نے روح کی ماہیت اور احکام کے بارے میں کافی گفتگو کی ہے اس سلسلے میں کافی کتابیں بھی لکھی ہیں، ان میں سے سب سے اچھی کتاب حافظ ابن مندہ کی ہے جو انھوں نے روح کے بارے میں لکھی ہے۔

تفسیر آیات: 86-89

اگر اللہ چاہے تو قرآن کو لے جائے: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد اور رسول کریم ﷺ پر اپنی نعمت اور اپنے اس فضل عظیم کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے آپ کی طرف اس قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے جس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے اور دانا اور خوبیوں والے اللہ کی اتاری ہوئی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آخری زمانے میں شام کی طرف سے ایک سرخ ہوا چلے گی تو اس کے بعد کسی انسان کے مصحف اور دل میں کوئی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی، پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پڑھا: ﴿وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ﴾ ”اور اگر ہم چاہیں تو جو (کتاب) ہم آپ کی طرف بھیجتے ہیں اسے (دلوں سے) لے جائیں۔“[1]

قرآن کا چیلنج: پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کے شرف کے بارے میں توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر تمام انس و جن جمع ہو جائیں اور وہ اس طرح کا قرآن بنانا چاہیں جس طرح کا قرآن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے تو انھیں قطعاً اس کی طاقت و استطاعت نہ ہوگی، خواہ آپس میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں، وہ

[1] تفسیر الطبری: 197/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کا کبھی بھی مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ مخلوق کا کلام اس خالق کے کلام کے مشابہ ہو ہی نہیں سکتا جس کی نہ کوئی نظیر ہے نہ مثال اور نہ ہمسر۔ ﴿ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے (قرآن میں سب باتیں) پھیر پھیر کر (لوگوں کے لیے) بیان کر دی ہیں۔'' یعنی ہم نے قطعی دلائل و براہین بیان کر دیے ہیں اور حق کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ واضح کر دیا ہے، ﴿ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴾ ''مگر اکثر لوگوں نے سوائے کفر کرنے کے (ہر چیز سے) انکار کیا۔'' یعنی انھوں نے حق کا انکار کر دیا اور صواب کو ردّ کر دیا۔

تفسیر آیات:90-93

قریش کا مخصوص نشانیوں کا طلب کرنا: امام ابن جریر نے محمد بن اسحاق کی روایت کو بیان کیا ہے کہ مجھ سے اہل مصر کے ایک شیخ نے۔ جو چالیس سال سے زیادہ عرصے سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ربیعہ کے بیٹوں عتبہ و شیبہ، ابوسفیان بن حرب، بنی عبدالدار کے ایک شخص، بنو اسد کے بھائی ابوالبختری، اسود بن مطلب بن اسد، زمعہ بن اسود، ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن ابوامیہ، اُمیہ بن خلف، عاص بن وائل، حجاج کے بیٹے نبیہ سہمی اور منبہ سہمی، یہ سب یا ان میں سے کچھ لوگ غروب آفتاب کے بعد کعبہ کی پشت کے پاس جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ محمد کی طرف پیغام بھیج کر انھیں یہاں بلاؤ اور ان سے اس طرح گفتگو اور جھگڑا کرو کہ ان پر غالب آ جاؤ، انھوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ کی قوم کے سردار جمع ہیں تاکہ آپ سے گفتگو کریں، رسول اللہ ﷺ ان کی طرف سے یہ پیغام ملتے ہی جلدی سے تشریف لے آئے، آپ یہ سمجھتے تھے کہ شاید انھوں نے اپنے سابقہ موقف میں کوئی تبدیلی پیدا کر لی ہے، درحقیقت آپ اس بات کے شدید خواہش مند تھے کہ یہ لوگ رشد و بھلائی کو قبول کر لیں، ان کا فساد اور ان کی سرکشی آپ کو بہت گراں محسوس ہوتی تھی۔ آپ تشریف لائے اور ان کے پاس بیٹھ گئے۔ ان لوگوں نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اے محمد (ﷺ!) ہم نے آپ کی طرف پیغام اس لیے بھیجا ہے تاکہ آپ کے بارے میں ہم حجت پوری کر دیں، اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ عرب میں سے کسی اور شخص نے بھی اپنی قوم کو اس طرح مشکل میں مبتلا کیا ہو جس طرح آپ نے کیا ہے، ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں اور قوم میں اختلاف و انتشار پیدا کر دیا، بہرحال خرابی کی کوئی ایسی صورت نہیں جسے آپ نے ہمارے اور اپنے مابین پیدا نہ کیا ہو، اگر ان باتوں سے آپ کا مقصود مال و دولت کا حصول ہے تو ہم آپ کے لیے اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ ہم میں سے سب سے زیادہ مال دار بن جائیں گے، اگر آپ سرداری چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار مان لیتے ہیں، اگر آپ بادشاہت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں اور اگر یہ جن آپ پر غالب آ گیا ہے جو آپ کو ایسی باتیں سکھاتا ہے تو ہم آپ کے علاج معالجے کے لیے اپنا اس قدر مال خرچ کرنے کے لیے تیار ہیں کہ آپ صحت یاب ہو جائیں یا ہم عاجز و لاچار ہو جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ باتیں سن کر فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[مَا بِی مَاتَقُولُونَ، مَاجِئْتُكُم بِمَا جِئْتُكُم بِهِ أَطْلُبُ أَمْوَالَكُمْ، وَلَا الشَّرَفَ فِيكُمْ وَلَا الْمُلْكَ عَلَيْكُمْ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ رَسُولًا، وَّأَنْزَلَ عَلَيَّ كِتَابًا، وَّأَمَرَنِي أَنْ أَكُونَ لَكُمْ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا، فَبَلَّغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي، وَنَصَحْتُ لَكُمْ، فَإِنْ تَقْبَلُوا مِنِّي مَا جِئْتُكُمْ بِهِ فَهُوَ حَظُّكُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَإِنْ تَرُدُّوهُ عَلَيَّ أَصْبِرُ لِأَمْرِ اللّٰهِ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ]

’’مجھ میں کوئی ایسی بات نہیں جو تم کہتے ہو، میں اس دین کو لے کر تمھارے پاس اس لیے نہیں آیا کہ تم سے مال طلب کروں، یا سرداری کا مطالبہ کروں یا تمھارا بادشاہ بن جاؤں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے، اس نے مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے، اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں خوش خبری اور ڈر سنانے والا بن جاؤں، میں نے اپنے رب کے پیغامات تمھارے پاس پہنچا دیے ہیں اور تمھاری ہمدردی و خیر خواہی کی ہے، اگر تم اس دین کو قبول کرلو جسے میں تمھارے پاس لایا ہوں تو وہ دنیا و آخرت میں تمھارا حصہ ہوگا اور اگر تم اسے قبول کرنے سے انکار کردو تو میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کروں حتی کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمھارے درمیان فیصلہ فرمادے۔‘‘ یا جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آپ کا جواب سن کر یہ لوگ کہنے لگے کہ اے محمد (ﷺ!) جو باتیں ہم نے آپ کے سامنے پیش کی ہیں اگر آپ انھیں قبول نہیں کرتے تو آپ یہ جانتے ہیں کہ لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جس کا علاقہ ہمارے علاقے سے تنگ ہو، جس کا مال ہم سے کم ہو اور جس کی معیشت ہم سے زیادہ خراب ہو تو اپنے اس رب سے دعا کیجیے جس نے آپ کو اس دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ وہ ہم سے ان پہاڑوں کو دور ہٹادے جنھوں نے ہمارے علاقے کو تنگ کر دیا ہے اور ہمیں کشادہ اور وسیع زمین عطا فرمادے اور پھر اس میں اس طرح نہریں بہادے جس طرح شام و عراق میں نہریں بہتی ہیں، ہمارے آباؤ اجداد کو دوبارہ زندہ کردے، خاص طور پر قُصَی بن کِلاب کو زندہ کردے جو بہت ہی راست باز شیخ تھے تا کہ ہم ان سے یہ پوچھ سکیں کہ آپ جو کہتے ہیں یہ حق ہے یا باطل۔ اگر آپ ہمارے مطالبات کو پورا کردیں اور مردے آپ کی تصدیق کردیں تو ہم آپ کی تصدیق کریں گے اور جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا بہت اونچا مقام و مرتبہ ہے اور اس نے واقعی آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے انھیں جواب دیا: [مَا بِهٰذَا بُعِثْتُ إِنَّمَا جِئْتُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ بِمَا بَعَثَنِي بِهِ فَقَدْ بَلَّغْتُكُمْ مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ فَإِنْ تَقْبَلُوهُ فَهُوَ حَظُّكُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَإِنْ تَرُدُّوهُ عَلَيَّ أَصْبِرْ لِأَمْرِ اللّٰهِ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ] ’’مجھے ان باتوں کے ساتھ نہیں بھیجا گیا، میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے پاس وہ لایا ہوں جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے، میں نے تمھارے پاس وہ پیغام حق پہنچا دیا ہے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے، اگر تم اسے قبول کرلو تو یہ دنیا و آخرت میں تمھارا حصہ ہوگا اور اگر اسے قبول کرنے سے انکار کردو تو میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کروں گا حتی کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمھارے درمیان فیصلہ فرمادے۔‘‘

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ لوگ کہنے لگے کہ اگر آپ ہمارے لیے کچھ نہیں کر سکتے تو اپنے لیے ہی اپنے رب سے یہ سوال کریں کہ وہ ایک فرشتے کو بھیج دے جو آپ کی تصدیق کرے اور ہماری باتوں کا جواب دے اور اس سے یہ بھی سوال کریں کہ وہ آپ کے لیے باغات، خزانے اور سونے چاندی کے محلات بنا دے اور آپ کو طلب معاش سے بے نیاز کر دے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بھی بازاروں میں اس طرح کاروبار کرتے ہیں جس طرح ہم کرتے ہیں تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام اونچا ہے اور آپ واقعی اس کے رسول ہیں جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا أَنَا بِفَاعِلٍ، مَّا أَنَا بِالَّذِی یَسْأَلُ رَبَّهٗ هٰذَا، وَمَا بُعِثْتُ إِلَیْکُمْ بِهٰذَا، وَلٰکِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِی بَشِیرًا وَّنَذِیرًا، فَإِنْ تَقْبَلُوا مَا جِئْتُکُمْ بِهٖ، فَهُوَ حَظُّکُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، وَإِنْ تَرُدُّوهُ عَلَیَّ أَصْبِرُ لِأَمْرِ اللّٰهِ حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰهُ بَیْنِی وَبَیْنَکُمْ] ”نہیں میں ایسا نہیں کروں گا، میں اپنے رب سے ان چیزوں کے بارے میں سوال نہیں کروں گا، مجھے تمھاری طرف ان باتوں کے لیے مبعوث نہیں کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے تو مجھے خوش خبری اور ڈر سنانے والا بنا کر مبعوث فرمایا ہے، اگر تم اس حق کو قبول کر لو جو میں تمھارے پاس لایا ہوں تو یہ دنیا و آخرت میں تمھارا حصہ ہوگا اور اگر تم اسے قبول کرنے سے انکار کر دو تو میں اللہ کے حکم کے لیے صبر کروں گا حتی کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمھارے درمیان فیصلہ فرما دے۔“

رسول اللہ ﷺ کا یہ جواب سن کر انھوں نے کہا کہ آپ ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرائیں کیونکہ آپ کہا کرتے ہیں کہ تمھارا رب اگر چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے، جب تک آپ ایسا نہ کر دکھائیں ہم کبھی ایمان نہیں لائیں گے، رسول اللہ ﷺ نے انھیں جواب دیا کہ [ذٰلِكَ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَاءَ فَعَلَ بِکُمْ ذٰلِكَ] ”اس بات کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے ہے، اگر وہ چاہے تو تم پر آسمان کے ٹکڑے گرا سکتا ہے۔“ یہ کہنے لگے: محمد (ﷺ!) کیا آپ کے رب کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم آپ کے ساتھ بیٹھیں گے اور آپ سے یہ مطالبات کریں گے اور وہ آپ کو ہماری ان باتوں کے جوابات پہلے سے ہی سکھا دیتا اور وہ بتا دیتا کہ اگر ہم اس دین کو قبول نہ کریں جسے آپ لائے ہیں تو وہ ہمارے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ کو یہ باتیں یمامہ کا ایک شخص سکھاتا ہے جس کا نام رحمان ہے، اللہ کی قسم ہم رحمان کے ساتھ کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ محمد (ﷺ) ہم نے آپ کے ہر طرح کے عذر کو ختم کر دیا ہے، لہٰذا آپ نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کی وجہ سے ہم آپ کو کبھی بھی نہیں چھوڑیں گے حتی کہ ہم آپ کو ہلاک کر دیں یا آپ ہمیں ہلاک کر دیں، ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، ایک اور نے کہا کہ ہم تو ایمان نہیں لائیں گے۔ حتی کہ جب انھوں نے یہ کہا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ عبداللہ بن ابو اُمیّہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر[1] بن مخزوم بھی کھڑا ہو گیا، وہ آپ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا، وہ کہنے لگا: محمد (ﷺ!) آپ کی قوم نے پیشکش کی مگر آپ نے اسے قبول نہ کیا، پھر انھوں نے آپ سے اپنے لیے کچھ چیزوں کا مطالبہ کیا تاکہ وہ اس سے یہ جان لیں کہ اللہ کے ہاں آپ کا کتنا مقام و مرتبہ

[1] تفسیر طبری میں عمرو بن مخزوم اور سیرت ابن ہشام میں عمر بن مخزوم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے مگر آپ نے اسے بھی پورا نہ کیا، پھر انھوں نے یہ بھی کہا کہ آپ جلدی سے اس عذاب کو بھی لے آئیں جس سے انھیں ڈراتے رہتے ہیں لیکن اللہ کی قسم! اگر آپ یہ سب کچھ کر بھی دکھائیں تو میرا خیال ہے کہ میں پھر بھی آپ کی تصدیق نہیں کروں گا، یہ کہہ کر وہ رسول اللہ ﷺ سے الگ ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ بھی نہایت افسردہ خاطر کاشانۂ نبوت میں تشریف لے آئے، آپ کو افسوس تھا کہ قوم کے آپ کو بلانے سے آپ نے ان کے ایمان کے بارے میں جو امید لگائی تھی وہ پوری نہ ہوئی بلکہ ایمان لانے کے بجائے وہ آپ سے کچھ اور بھی دور ہو گئے۔ [1]

مشرکوں کے مطالبات پورے نہ کرنے کا سبب: اس محفل میں جمع ہونے والے ان مشرکوں کا ان سوالات سے مقصد اگر رہنمائی طلب کرنا ہوتا تو ان کے سوالات کو ضرور پورا کر دیا جاتا لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کو معلوم تھی کہ ان کے یہ مطالبات کفر و عناد پر مبنی ہیں، لہٰذا رسول اللہ ﷺ سے یہ کہا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو ان کے مطالبات کو پورا کر دیا جائے اگر انھوں نے پھر بھی کفر ہی کا اظہار کیا تو میں انھیں ایسا عذاب دوں گا جو اہل عالم میں سے کسی کو بھی نہ دیا گیا اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کے دروازے کو کھول دیتا ہوں، آپ نے جواب دیا کہ [بَلْ بَابُ التَّوْبَةِ وَالرَّحْمَةِ] ''(اے اللہ!) بلکہ تو (ان کے لیے) توبہ اور رحمت کے دروازے کو (کھول دے۔)'' [2]

یہ اس طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ﴿ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝ ﴾ (بنی إسرآءیل 17:59) ''اور ہم نے نشانیاں بھیجنی اس لیے موقوف کر دیں کہ پہلے لوگوں نے ان کی تکذیب کی تھی اور ہم نے ثمود کو اونٹنی (نبوت صالح علیہ السلام کی) کھلی نشانی دی تو انھوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم جو نشانیاں بھیجا کرتے ہیں ڈرانے ہی کے لیے ہوتی ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَاۗءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:7-11) ''اور وہ کہتے ہیں: یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس پر کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا کہ اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا یا اس کی طرف سے آسمان سے خزانہ اتارا جاتا یا اس کے لیے کوئی باغ ہوتا کہ اس میں سے کھایا کرتا اور ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک جادو زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔ (اے پیغمبر!) دیکھو تو یہ

---

[1] تفسير الطبري:15/204-207 والسيرة النبوية لابن هشام، ما دار بين رسول ﷺ وبين رؤساء قريش......:1/295-298.

[2] مسند أحمد:1/242. سیاق قدرے مختلف ہے بہرحال حدیث صحیح ہے۔ مزید دیکھیے المستدرك للحاكم، الإيمان:1/53,54، حديث:174 والمعجم الكبير للطبراني، عمران السُلَمی أبوالحكم عن ابن عباس:12/152، حديث:12736 والسنن الكبرى للبيهقي، السير، باب مبتدأ الفرض على النبي ﷺ......:9/8.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے بارے میں کس کس طرح کی مثالیں بیان کرتے ہیں، سو گمراہ ہو گئے اور رستہ نہیں پا سکتے۔ وہ (اللہ) بہت بابرکت ہے جو اگر چاہے تو آپ کے لیے اس سے بہتر (چیزیں) بنا دے (یعنی) باغات جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں، نیز آپ کے لیے محل بنا دے۔ بلکہ یہ تو قیامت ہی کو جھٹلاتے ہیں اور ہم نے قیامت کے جھٹلانے والوں کے لیے بھڑکتا دوزخ تیار کر رکھا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَتّٰی تَفۡجُرَ لَنَا مِنَ الۡاَرۡضِ یَنۡۢبُوۡعًا ﴿۹۰﴾﴾ ''یہاں تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دیں۔'' ینبوع، رواں دواں چشمے کو کہتے ہیں۔ مشرکین نے سوال کیا کہ ان کے لیے ارض حجاز میں ایک چشمہ جاری کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے چشمہ جاری کرنا کچھ مشکل نہ تھا، اگرچہ وہ چاہتا تو چشمہ جاری فرما دیتا اور ان کے دیگر تمام مطالبات کو بھی پورا کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ لوگ ان مطالبات کے پورا ہونے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ حَقَّتۡ عَلَیۡہِمۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿ۙ﴾ وَلَوۡ جَآءَتۡہُمۡ کُلُّ اٰیَۃٍ حَتّٰی یَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ ﴿﴾﴾ (یونس 10:96,97) ''یقیناً جن کے بارے میں اللہ کا حکم (عذاب) ثابت ہو چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے، جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آ جائے۔'' اور فرمایا: ﴿وَلَوۡ اَنَّنَا نَزَّلۡنَاۤ اِلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃَ وَکَلَّمَہُمُ الۡمَوۡتٰی وَحَشَرۡنَا عَلَیۡہِمۡ کُلَّ شَیۡءٍ قُبُلًا مَّا کَانُوۡا لِیُؤۡمِنُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ یَجۡہَلُوۡنَ ﴿﴾﴾ (الأنعام 6:111) ''اور اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی ان سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا موجود بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے الا ماشاء اللہ، لیکن ان کے اکثر نادان ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَوۡ تُسۡقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمۡتَ عَلَیۡنَا کِسَفًا﴾ ''یا جیسا کہ آپ گمان کرتے ہیں ہم پر آسمان کے ٹکڑے لا گرائیں۔'' یعنی آپ ہم سے یہ کہا کرتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ آسمان پھٹ جائے گا اور اس کے کنارے ٹوٹ پھوٹ جائیں گے تو جلدی کریں اور آسمان کو توڑ کر اس کے ٹکڑے ہم پر گرا دیں۔ اسی طرح انھوں نے یہ بھی کہا تھا: ﴿وَاِذۡ قَالُوا اللّٰہُمَّ اِنۡ کَانَ ہٰذَا ہُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِکَ فَاَمۡطِرۡ عَلَیۡنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿﴾﴾ (الأنفال 8:32) ''اور جب وہ کہنے لگے: اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب لے آ۔'' اس طرح قوم شعیب نے بھی حضرت شعیب علیہ السلام سے یہ کہا تھا: ﴿فَاَسۡقِطۡ عَلَیۡنَا کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿ؕ﴾﴾ (الشعرآء 26:187) ''سو اگر آپ سچوں سے ہیں تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا گرائیں۔''

اللہ تعالیٰ نے انھیں سائبان کے عذاب کی صورت میں سزا دی، بے شک وہ بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا مگر نبی رحمت اور نبی توبہ نے جنھیں رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انھیں مہلت دے دی جائے، شاید اللہ تعالیٰ ان کی اولاد سے کچھ ایسے لوگ پیدا کر دے جو اللہ کی عبادت کریں اور اس کی ذات گرامی کے ساتھ شرک نہ کریں۔ اور فی الواقع ایسا ہی ہوا کہ ان مذکورہ بالا لوگوں میں سے کچھ مشرف بہ اسلام ہو گئے حتی کہ عبداللہ بن ابوامیہ بھی جس نے بہت بڑھ چڑھ کر رسول اللہ ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿94﴾ قُلْ

اور لوگوں کے پاس ہدایت آجانے کے بعد ان کو ایمان لانے سے صرف اس چیز نے روکا کہ انھوں نے کہا: کیا اللہ نے بشر رسول بھیجا ہے؟ ﴿94﴾

لَّوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِکَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوْلًا ﴿95﴾

کہہ دیجیے: اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو یہاں مطمئن ہو کر چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ ہی رسول بنا کر نازل کرتے ﴿95﴾

سے باتیں کی تھیں، ایک دن یہ بھی مکمل دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ﴾ ”یا آپ کے لیے ایک سونے کا گھر ہو۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ زخرف کے معنی سونے کے ہیں۔[1] ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں [أَوْ یَکُونَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ ذَھَبٍ] ہے۔[2] ﴿اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ﴾ ”یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں۔“ یعنی آسمان پر جانے کے لیے آپ سیڑھی پر چڑھیں اور ہم آپ کو دیکھیں۔ ﴿وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ﴾ ”اور ہم آپ کے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے، جب تک کوئی کتاب نہ لائیں جسے ہم پڑھ بھی لیں۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ انھوں نے مطالبہ یہ کیا تھا کہ ہم میں سے ہر ایک کے لیے ایک ایک کتاب ہو جس میں یہ لکھا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کتاب فلاں بن فلاں کے لیے ہے اور وہ کتاب اس کے پاس رکھی ہوئی ہو۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿93﴾﴾ ”کہہ دیں کہ میرا پروردگار پاک ہے، میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا انسان ہوں۔“ اللہ تعالیٰ کی قدرت پاک ہے کہ اس کے امور سلطنت وملکوت میں سے کسی امر کے بارے میں کوئی اس سے پیش قدمی کر سکے بلکہ وہ جو چاہتا ہے اسے کر گزرتا ہے، وہ اگر چاہے تو تمھارے مطالبات پورے کر دے اور اگر نہ چاہے تو نہ کرے اور میں تو تمھاری طرف اس کا رسول ہوں، میرا فرض اپنے رب کے پیغامات کو تم تک پہنچانا اور تمھاری ہمدردی اور خیر خواہی کرنا ہے اور یہ فرض میں نے ادا کر دیا ہے باقی رہے تمھارے سوالات اور تمھارے مطالبات تو وہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں۔

تفسیر آیات: 95,94

رسول کی بشریت کی وجہ سے مشرکین کا ایمان لانے سے انکار: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا﴾ ”اور لوگوں کو ایمان لانے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوئی۔“ یعنی اکثر لوگوں کو ایمان لانے اور رسولوں کی پیروی کرنے سے یہ بات مانع ہوئی کہ انھوں نے تعجب کیا کہ انسانوں کو رسول بنا کر کیوں بھیجا گیا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْکٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ○﴾ (یونس 10: 2) ”کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انھی میں سے ایک مرد کو حکم بھیجا کہ

[1] تفسیر الطبری: 203/15. [2] تفسیر الطبری: 203/15. [3] تفسیر الطبری: 204/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًۢا بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرًۢا بَصِيۡرًا ﴿۹۶﴾

کہہ دیجیے: میرے اور تمھارے درمیان اللہ (بطور) گواہ کافی ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر اور (انھیں) خوب دیکھنے والا ہے ﴿۹۶﴾

لوگوں کو ڈر سنا دیں اور ایمان لانے والوں کو خوش خبری دے دیں کہ ان کے پروردگار کے ہاں ان کا سچا درجہ ہے (ایسے شخص کی نسبت) کافر کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادوگر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتۡ تَّاۡتِيۡهِمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَقَالُوۡۤا اَبَشَرٌ يَّهۡدُوۡنَنَا ﴾ (التغابن 64:6) ''یہ اس لیے کہ ان کے پاس پیغمبر کھلی دلیلیں لے کر آئے تو یہ کہتے کہ کیا آدمی ہمارے ہادی بنتے ہیں۔'' فرعون اور اس کے سرداروں نے کہا: ﴿ اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَيۡنِ مِثۡلِنَا وَقَوۡمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوۡنَ ۚ﴾ (المؤمنون 23:47) ''کیا ہم ان اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں، حالانکہ ان دونوں (کی قوم) کے لوگ ہمارے خدمت گار ہیں؟'' اسی طرح اور لوگوں نے بھی اپنے رسولوں سے کہا تھا: ﴿ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا‌ؕ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَصُدُّوۡنَا عَمَّا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاۡتُوۡنَا بِسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ ۝﴾ (إبراهيم 14:10) ''تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو، تمھارا یہ منشا ہے کہ جن چیزوں کو ہمارے بڑے پوجتے رہے ہیں ان (کے پوجنے) سے ہم کو روک دو، تو (اچھا) کوئی کھلی دلیل لاؤ (معجزہ دکھاؤ۔)''

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنے لطف و کرم کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ انھی کی جنس میں سے رسول اس لیے بھیجتا ہے تاکہ وہ اس کی بات کو سمجھ سکیں کیونکہ ان کے لیے اس سے گفتگو کرنا اور ہم کلام ہونا ممکن ہے۔ اگر انسانوں کی طرف سے کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجا جاتا تو انسانوں کے لیے فرشتے کا سامنا کرنا اور اس سے دین کو اخذ کرنا ممکن ہی نہ ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ ﴾ (آل عمرٰن 3:164) ''اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا۔'' اور فرمایا: ﴿ لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ ﴾ (التوبة 9:128) ''(لوگو!) البتہ تحقیق تمھارے پاس تمھی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ كَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ۛؕ فَاذۡكُرُوۡنِىۡٓ اَذۡكُرۡكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لِىۡ وَلَا تَكۡفُرُوۡنِ ۝﴾ (البقرة 2:151،152) ''جس طرح (منجملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تم میں تمھی میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتے اور تمھیں پاک کرتے اور کتاب (قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔ سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمھیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔''

اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ قُلۡ لَّوۡ كَانَ فِى الۡاَرۡضِ مَلٰۤـئِكَةٌ يَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَئِنِّيۡنَ لَنَزَّلۡنَا عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَـكًا رَّسُوۡلًا ﴿۹۵﴾ ﴾ ''کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے (کہ اس میں) مطمئن ہو کر چلتے پھرتے تو ہم ان کے پاس آسمان سے فرشتے کو پیغمبر بنا کر اتارتے۔'' یعنی انھی کی جنس سے پیغمبر بھیجتے لیکن تم بشر ہو، اس لیے از راہ لطف و کرم ہم نے تم میں سے ایک انسان ہی کو رسول بنا کر تمھاری طرف بھیجا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَنۡ یَّہۡدِ اللّٰہُ فَہُوَ الۡمُہۡتَدِ ۚ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَہُمۡ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِہٖ ؕ

اور جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جسے وہ گمراہ کرے تو آپ ان کے لیے اس (اللہ) کے سوا کوئی دوست ہرگز نہ

وَنَحۡشُرُہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ عَلٰی وُجُوۡہِہِمۡ عُمۡیًا وَّبُکۡمًا وَّصُمًّا ؕ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ؕ

پائیں گے اور ہم انھیں یوم قیامت چہرے کے بل، اندھے، گونگے اور بہرے اٹھائیں گے، انکا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جب بھی وہ بجھنے لگے

کُلَّمَا خَبَتۡ زِدۡنٰہُمۡ سَعِیۡرًا ﴿97﴾

گی تو ہم ان کے لیے اور بھڑکا دیں گے ﴿97﴾

النصف

تفسیر آیت :96

اللہ ہی گواہ کافی وافی ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی رہنمائی فرمائی ہے کہ اپنی نبوت کی صداقت کی دلیل کے طور پر وہ ان مشرکوں سے یہ کہیں کہ میرے اور تمھارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے، وہ اسے جانتا ہے جو میں تمھارے پاس لایا ہوں، اگر میں جھوٹا ہوتا تو وہ مجھ سے شدید انتقام لیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَیۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِیۡلِ ﴿ۙ﴾ لَاَخَذۡنَا مِنۡہُ بِالۡیَمِیۡنِ ﴿ۙ﴾ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡہُ الۡوَتِیۡنَ ﴿۫ۖ﴾ ﴾ (الحاقة 69:44-46) ''اور اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالاتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے، پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیۡرًۢا بَصِیۡرًا ﴿96﴾ ﴾ ''یقیناً وہی اپنے بندوں سے بڑا خبردار (اور ان کو) خوب دیکھنے والا ہے۔'' یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ ان میں سے کون انعام واحسان اور ہدایت کا مستحق ہے اور کون شقاوت وضلالت اور کج روی کا مستحق ہے، اسی لیے فرمایا: (دیکھیے آیت: 97)

تفسیر آیت :97

ہدایت وگمراہی اللہ کے ہاتھ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مخلوق میں اسی کا تصرف کارفرما ہے، اسی کا حکم نافذ ہے اور کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا جسے وہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا: ﴿ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَہُمۡ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِہٖ ؕ ﴾ ''اور وہ جن کو گمراہ کرے تو تم اس (اللہ) کے سوا ان کے رفیق نہیں پاؤ گے۔'' جو انھیں ہدایت دے سکیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَنۡ یَّہۡدِ اللّٰہُ فَہُوَ الۡمُہۡتَدِ ۚ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرۡشِدًا ﴿۱۷﴾ ﴾ (الكهف 18:17) ''جس کو اللہ ہدایت دے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جس کو گمراہ کرے تو تم اس کے لیے کوئی دوست راہ بتانے والا نہ پاؤ گے۔''

گمراہوں کی سزا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنَحۡشُرُہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ عَلٰی وُجُوۡہِہِمۡ ﴾ ''اور ہم ان کو قیامت کے دن اوندھے منہ اٹھائیں گے۔'' امام احمد رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! لوگوں کو اوندھے منہ کس طرح اٹھایا جائے گا؟ فرمایا: [إِنَّ الَّذِی أَمۡشَاهُمۡ عَلٰی أَرۡجُلِهِمۡ قَادِرٌ عَلٰی أَنۡ یُّمۡشِیَهُمۡ عَلٰی وُجُوهِهِمۡ] ''وہ ذات اقدس جس نے انھیں پاؤں کے بل چلایا، یقیناً وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ انھیں منہ کے بل چلائے۔''[1] اور اسے

[1] مسند أحمد 167/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمۡ بِاَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوۡۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا

یہ ان کی سزا ہے، کیونکہ انھوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا: کیا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو کیا یقیناً ہم (دوبارہ) ازسرنو پیدا کر کے

جَدِيۡدًا ﴿98﴾ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنۡ يَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ

اٹھائے جانے والے ہیں؟ ﴿98﴾ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک جس اللہ نے آسمان اور زمین تخلیق کیے، وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسے پھر تخلیق

وَجَعَلَ لَهُمۡ اَجَلًا لَّا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوۡنَ اِلَّا كُفُوۡرًا ﴿99﴾

کر دے، اور اس (اللہ) نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہے جس میں کوئی شک نہیں، پھر ظالموں نے انکار کیا مگر کفر کرنے سے (انکار نہ کیا) ﴿99﴾

امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[1]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ عُمۡيًا ﴾ ''اندھے'' کہ دیکھتے نہیں ہوں گے، ﴿ وَّبُكۡمًا ﴾ ''اور گونگے'' کہ بولتے نہیں ہوں گے، ﴿ وَّصُمًّا ؕ ﴾ ''اور بہرے'' کہ سنتے نہیں ہوں گے۔ یعنی ان کی یہ کیفیات مختلف حالات میں ہوں گی جس طرح یہ دنیا میں حق سے اندھے، گونگے اور بہرے بن گئے تھے، اسی طرح محشر میں سزا کے طور پر انھیں اندھا، گونگا اور بہرا بنا دیا جائے گا، حالانکہ وہاں انھیں ان قوتوں کی شدید ضرورت ہوگی، ﴿ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ ﴾ ''ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔'' ﴿ كُلَّمَا خَبَتۡ ﴾ ''جب (اس کی آگ) بجھنے کو ہوگی'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ساکن ہونے کے ہیں۔[2] اور مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی آگ کے بجھنے کے ہیں۔[3] ﴿ زِدۡنٰهُمۡ سَعِيۡرًا ﴿97﴾ ﴾ ''تو ہم ان کو (عذاب دینے کے لیے) اور بھڑکا دیں گے'' اس کے شعلوں، حرارت اور انگاروں میں اور اضافہ کر دیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَذُوۡقُوۡا فَلَنۡ نَّزِيۡدَكُمۡ اِلَّا عَذَابًا ○ ﴾ (النبا 30:78) ''سو (اب مزہ) چکھو یقیناً ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔''

تفسیر آیات: 99,98

بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہڈیاں دوبارہ صحیح سالم ہو جائیں گی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ سزا جو ہم نے انھیں دی کہ انھیں اندھا، گونگا اور بہرا کر کے اٹھایا تو یہ اس لیے کہ یہ اسی سزا کے مستحق تھے کیونکہ انھوں نے ہماری آیات، یعنی دلائل و براہین کی تکذیب کی اور موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کو بہت بعید سمجھا۔ ﴿ وَقَالُوۡۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِيۡدًا ﴿98﴾ ﴾ ''اور کہتے تھے کہ جب ہم (مر کر بوسیدہ) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا یقیناً ہم ازسرنو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے؟'' یعنی جب مر جانے کے بعد ہم بوسیدہ ہو جائیں گے اور ہمارے جسم کے ذرات زمین میں بکھر جائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ پیدا کیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے، ان کے خلاف دلائل دیتے اور اپنی قدرت کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اور انھیں دوبارہ پیدا کرنا تو

---

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ اَلَّذِيۡنَ يُحۡشَرُوۡنَ عَلٰى ...... ﴾ (الفرقان 34:25)، حدیث: 4760 و صحیح مسلم، صفات المنافقین......، باب یحشر الکافر علی وجهه، حدیث: 2806. [2] تفسیر الطبری: 210/15. [3] الدر المنثور: 369/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلۡ لَّوۡ اَنۡتُمۡ تَمۡلِكُوۡنَ خَزَآئِنَ رَحۡمَةِ رَبِّيۡۤ اِذًا لَّاَمۡسَكۡتُمۡ خَشۡيَةَ الۡاِنۡفَاقِ ؕ وَكَانَ

کہہ دیجیے: اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس وقت تم انھیں خرچ ہو جانے کے ڈر سے ضرور روک لیتے۔ اور

11 ع 7 11 الۡاِنۡسَانُ قَتُوۡرًا ۞﴿100﴾

انسان نہایت ہی بخیل ہے ﴿100﴾

اس کے لیے اس سے کہیں آسان ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَخَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَكۡبَرُ مِنۡ خَلۡقِ النَّاسِ ﴾ (المؤمن 57:40) ''آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا (کام) ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَلَمۡ يَعۡیَ بِخَلۡقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنۡ يُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰى ؕ ﴾ (الأحقاف 33:46) ''کیا انھوں نے نہیں سمجھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَوَلَيۡسَ الَّذِيۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنۡ يَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِيۡمُ ○ اِنَّمَاۤ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيۡـئًا اَنۡ يَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ○ ﴾ (یٰسٓ 82,81:36) ''بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ (ان کو پھر) ویسے ہی پیدا کر دے۔ کیوں نہیں! وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے صرف یہی فرما دیتا ہے کہ ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔''

اور یہاں فرمایا: ﴿ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنۡ يَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ ﴾ ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اس بات پر قادر ہے کہ ان جیسے (لوگ) پیدا کر دے۔'' یعنی قیامت کے دن ان کے جسموں کو اسی طرح دوبارہ پیدا کر دے جس طرح اس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا فرمایا تھا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَجَعَلَ لَهُمۡ اَجَلًا لَّا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ ﴾ ''اور اس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے جس میں کچھ شک نہیں۔'' اس نے انھیں دوبارہ پیدا کرنے اور قبروں سے اٹھا کھڑا کرنے کے لیے ایک وقت متعین اور ایک مدت مقرر کر رکھی ہے جس کا پورا ہونا ضروری ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعۡدُوۡدٍ ؕ ﴾ (ھود 104:11) ''اور ہم اس کے لانے میں ایک وقت متعین تک ہی تو تاخیر کر رہے ہیں۔''

تفسیر آیت:100

بخل انسانی طبیعت کا خاصہ ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) ان سے کہہ دیں کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں تصرف کے مالک ہوتے: ﴿ لَّاَمۡسَكۡتُمۡ خَشۡيَةَ الۡاِنۡفَاقِ ؕ ﴾ ''تو تم خرچ ہونے کے خوف سے (ان کو) ضرور روک رکھتے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما وقتادہ فرماتے ہیں کہ تم فقر کے ڈر سے انھیں روک رکھتے۔[1] حالانکہ یہ خزانے کبھی بھی ختم نہ ہوں گے مگر بخل سے کام لینا تمھاری طبیعت اور خصلت ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ قَتُوۡرًا ﴿100﴾ ﴾ ''اور انسان بڑا تنگ دل ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ قَتُوۡرًا ﴿100﴾ ﴾ کے معنی بخیل اور کنجوس کے ہیں۔[2]

① تفسیر الطبری:212/15. ② تفسیر الطبری:212/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسٰى تِسۡعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسۡـَٔلۡ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِذۡ جَآءَهُمۡ فَقَالَ لَهٗ فِرۡعَوۡنُ

اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ کو نو کھلی نشانیاں دیں، چنانچہ آپ بنی اسرائیل سے پوچھیں، جب وہ ان کے پاس آیا تو فرعون نے اس سے کہا: اے

اِنِّىۡ لَاَظُنُّكَ يٰمُوۡسٰى مَسۡحُوۡرًا ﴿101﴾ قَالَ لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَاۤ اَنۡزَلَ هٰٓؤُلَاۤءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ

موسیٰ! بے شک میں تجھے سحر زدہ سمجھتا ہوں ﴿101﴾ اس (موسیٰ) نے کہا: تو یقیناً جان چکا ہے کہ یہ چیزیں آسمانوں اور زمین کے رب ہی نے واضح دلائل

وَالۡاَرۡضِ بَصَآئِرَۚ وَاِنِّىۡ لَاَظُنُّكَ يٰفِرۡعَوۡنُ مَثۡبُوۡرًا ﴿102﴾ فَاَرَادَ اَنۡ يَّسۡتَفِزَّهُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ

بنا کر (غور کرنے کے لیے) نازل کی ہیں۔ اور اے فرعون! میں تو تجھے ہلاک کیا ہوا سمجھتا ہوں ﴿102﴾ پھر اس (فرعون) نے ارادہ کیا کہ انھیں اس زمین

فَاَغۡرَقۡنٰهُ وَمَنۡ مَّعَهٗ جَمِيۡعًا ۙ‏ ﴿103﴾ وَّقُلۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ لِبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اسۡكُنُوا الۡاَرۡضَ فَاِذَا جَآءَ

سے اکھاڑ دے تو ہم نے اسے اور اس کے سب ساتھیوں کو غرق کر دیا ﴿103﴾ اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اس زمین میں رہو، پھر

وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِيۡفًا ؕ‏ ﴿104﴾

جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ لائیں گے ﴿104﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمۡ لَهُمۡ نَصِيۡبٌ مِّنَ الۡمُلۡكِ فَاِذًا لَّا يُؤۡتُوۡنَ النَّاسَ نَقِيۡرًا ۙ ﴾ (النسآء4:53) ”(کیا وہ سمجھتے ہیں کہ) ان کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے، پھر تو وہ لوگوں کو (کھجور کی گٹھلی کے) شگاف برابر بھی نہ دیں گے۔“ یعنی ان کے لیے اگر اللہ کی بادشاہت کا کوئی حصہ ہوتا تو کسی کو (کھجور کی گٹھلی کے) شگاف برابر بھی کچھ نہ دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے بارے میں فرمایا ہے کہ بحیثیت انسان اس کی عادت یہ ہے کہ وہ بخل سے کام لیتا، جزع فزع کرتا اور گھبراہٹ کا اظہار کرتا ہے، سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ توفیق و ہدایت فرما دے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ خُلِقَ هَلُوۡعًا ۙ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوۡعًا ۙ وَّاِذَا مَسَّهُ الۡخَيۡرُ مَنُوۡعًا ۙ اِلَّا الۡمُصَلِّيۡنَ ۙ ﴾ (المعارج 70:19-22) ”کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا کیا گیا ہے جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے مگر نمازی لوگ۔“ قرآن عزیز میں اس مفہوم کی اور بھی آیات کریمہ ہیں۔

بہر حال یہ آیت اللہ تعالیٰ کے جود و کرم اور احسان پر دلالت کرتی ہے۔ بخاری و مسلم میں حدیث ہے: [يَدُ اللّٰهِ مَلْأَى لَا يَغِيضُهَا نَفَقَةٌ، سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَقَالَ: أَرَأَيْتُمْ مَّا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ؟ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي (يَمِينِهِ)] ”اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اس قدر بھرا ہوا ہے کہ رات دن خرچ کرنا بھی اسے کم نہیں کر سکتا۔ بھلا دیکھو تو سہی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے وقت سے لے کر اب تک کتنا خرچ کیا ہے مگر (اس قدر بے حد و حساب خرچ کرنے کے باوجود) اس کے دائیں ہاتھ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آئی۔“ (1)

(1) صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ لِمَا خَلَقۡتُ بِيَدَىَّ ؕ ﴾ (صٓ 38:75)، حديث: 7411 جبکہ قوسین والا لفظ بخاری ہی کی حدیث: 7419 اور صحیح مسلم، الزكاة، باب الحث على النفقة......، حديث: (37)-993 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات :101-104

موسیٰ علیہ السلام کی نو نشانیاں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو نو روشن نشانیوں کے ساتھ مبعوث فرمایا اور یہ نشانیاں ان کی نبوت وصداقت کے قطعی دلائل تھے اور وہ نو نشانیاں یہ تھیں :(1) عصا(2) ید بیضا(3) قحط سالی(4) دریا کا پھٹ جانا(5) طوفان(6) ٹڈیوں کا عذاب(7) جوؤں کا عذاب(8) مینڈکوں کا عذاب اور(9) خون کا عذاب۔کھلی کھلی نشانیاں ہیں۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔[1] محمد بن کعب کہتے ہیں کہ ان نو نشانیوں سے مراد ید بیضا، عصا، پانچ وہ جو سورۂ اعراف میں مذکور ہیں:[2] طوفان، ٹڈی دَل، جوئیں، مینڈک، خون، موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے فرعون اور اس کے سرداروں کے مال کو برباد کرنا اور پتھر سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی کہا ہے، نیز یہ مجاہد، عکرمہ، شعبی، اور قتادہ کا بھی قول ہے کہ ان سے مراد ید بیضا، عصا، قحط سالی، پھلوں میں کمی، طوفان، ٹڈی دل، جوئیں، مینڈک اور خون ہیں۔[4]

﴿ فَاسۡتَكۡبَرُوۡا وَ كَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِيۡنَ ۝ ﴾ (الأعراف 133:7) ’’پھر انھوں نے تکبر ہی کیا اور وہ لوگ گناہ گار ہی تھے۔‘‘ یعنی ان نشانیوں کے مشاہدے کے باوجود انھوں نے کفر کو اختیار کیے رکھا: ﴿ وَجَحَدُوۡا بِهَا وَاسۡتَيۡقَنَتۡهَاۤ اَنۡفُسُهُمۡ ظُلۡمًا وَّعُلُوًّا ؕ ﴾ (النمل 14:27) ’’اور بے انصافی اور غرور سے انھوں نے ان سے انکار کیا لیکن ان کے دل ان کو مان چکے تھے۔‘‘

یہ نشانیاں بھی ان کو کوئی فائدہ نہ دے سکیں، اس طرح اگر ہم ان کے مطالبات کو پورا بھی کر دیں جو انھوں نے آپ سے کیے ہیں اور جن کا ﴿ لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفۡجُرَ لَنَا مِنَ الۡاَرۡضِ يَنۡۢبُوۡعًا ۝۹۰ ﴾ سے لے کر آخر تک کی آیات میں ذکر کیا ہے تو یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے الا یہ کہ اللہ چاہے۔ فرعون نے بھی نشانیوں کے مشاہدے کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ﴿ اِنِّىۡ لَاَظُنُّكَ يٰمُوۡسٰى مَسۡحُوۡرًا ۝۱۰۱ ﴾ ’’موسیٰ! میں خیال کرتا ہوں کہ یقیناً تم پر جادو کیا گیا ہے۔‘‘ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں مسحور بمعنی ساحر ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ. یہ نو آیات جن کا ان ائمہ نے ذکر کیا ہے۔ ان میں سے دو کا حسب ذیل آیات میں ذکر ہے: ﴿ وَاَلۡقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهۡتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدۡبِرًا وَّلَمۡ يُعَقِّبۡ ؕ يٰمُوۡسٰى لَا تَخَفۡ ۖ اِنِّىۡ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ۝ اِلَّا مَنۡ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسۡنًۢا بَعۡدَ سُوۡٓءٍ فَاِنِّىۡ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝ وَاَدۡخِلۡ يَدَكَ فِىۡ جَيۡبِكَ تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ ۖ فِىۡ تِسۡعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَقَوۡمِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ۝ ﴾ (النمل 10:27-12) ’’اور اپنی لاٹھی ڈال دو، پھر جب اسے دیکھا کہ وہ ہل رہی تھی، گویا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر پلٹے اور پیچھے نہ مڑے، (حکم ہوا کہ) اے موسیٰ! ڈرو مت، ہمارے پاس پیغمبر ڈرا نہیں کرتے۔ ہاں، جس نے ظلم کیا، پھر برائی کے بعد اسے نیکی سے بدل دیا تو بلاشبہ میں بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو بے عیب چٹا سفید نکلے گا (ان دو معجزوں کے ساتھ جو) نو معجزوں میں (داخل) ہیں فرعون اور اس کی قوم کے پاس (جاؤ) کہ وہ بدکردار لوگ ہیں۔‘‘

---

[1] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، ص: 242 و تفسیر الطبری:213/15. [2] دیکھیے الأعراف، آیت: 133. [3] تفسیر الطبری:213/15. [4] تفسیر الطبری:214/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آیات میں نو نشانیوں میں سے دو: عصا اور ید بیضا کا ذکر ہے اور باقی نشانیوں کو تفصیل کے ساتھ سورۂ اعراف میں بیان کیا گیا ہے۔[1] موسیٰ علیہ السلام کو ان کے علاوہ اور بھی بہت سی نشانیاں دی گئی تھیں، مثلاً: پتھر پر عصا کا مارنا اور اس سے پانی کا نکلنا، بادل کا بنی اسرائیل پر سایہ افگن ہونا، من وسلویٰ کا نازل ہونا اور دیگر بہت سی نشانیاں جو بنی اسرائیل کو بلاد مصر چھوڑنے کے بعد دی گئی تھیں لیکن یہاں صرف ان نو نشانیوں کا ذکر ہے جن کا اہل مصر، یعنی فرعون اور اس کی قوم نے مشاہدہ کیا تھا اور یہ ان کے خلاف حجت تھیں اور از راہ کفر وعناد انھوں نے ان کی مخالفت کی تھی، اسی لیے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا: ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآىِٕرَ﴾ ''البتہ تحقیق تم یہ جانتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے پروردگار کے سوا اس کو کسی نے نازل نہیں کیا (اور وہ بھی تم لوگوں کے) دکھانے کے لیے۔'' اور میں تمھارے پاس جس دین وشریعت کو لے کر آیا ہوں اس کی صداقت کے دلائل و براہین ہیں۔ ﴿وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝﴾ ''اور اے فرعون! بلاشبہ میں تو تجھے ہلاک کیا ہوا سمجھتا ہوں۔'' مثبوراً کے معنی ہلاک ہونے والے کے ہیں یہ مجاہد وقتادہ کا قول ہے۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی مغلوب کے بھی بیان کیے جاتے ہیں۔[3] اور مجاہد نے اس کے معنی ہلاک ہونے والے کے جو بیان کیے ہیں تو یہ ان سب کو شامل ہے۔

فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ﴾ ''تو اس نے چاہا کہ ان کو سرزمین (مصر) سے ہلکا سمجھ کر نکال دے۔'' یعنی انھیں مصر سے دور کر دے اور جلاوطن کر دے۔ ﴿فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ۝ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ﴾ ''تو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو ڈبو دیا اور اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ تم (اس) زمین میں رہو سہو۔'' اس آیت کریمہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فتح مکہ کی بشارت بھی تھی، حالانکہ یہ سورت مکی ہے اور ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے اور یہ بشارت پوری بھی ہوئی، مکہ والوں نے تو آپ کو شہر سے نکال دیا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ كَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِیُخْرِجُوْكَ مِنْهَا﴾ (بنیٓ إسرآءیل 76:17) ''اور قریب تھا کہ یہ لوگ آپ کو زمین (مکہ) سے ہلکا سمجھ کر پھسلا دیں تاکہ آپ کو وہاں سے نکال دیں۔'' مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مکہ کا وارث بنا دیا اور مشہور قول کے مطابق آپ مکہ میں زبردستی داخل ہوئے تھے وہاں کے لوگوں پر غلبہ وتسلط حاصل کر لیا تھا اور پھر حلم اور کرم کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ نے انھیں آزاد کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قبل ازیں بنی اسرائیل کو جنھیں مشرق ومغرب میں کمزور سمجھا جاتا تھا، فرعون کے علاقوں، مالوں، کھیتوں، پھلوں اور خزانوں کا وارث بنا دیا تھا جیسا کہ فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ ۭ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۭ﴾ (الشعرآء 59:26) ''(ان کے ساتھ ہم نے) اس طرح (کیا) اور ان (چیزوں) کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ

---

[1] دیکھیے الأعراف، آیات:132-135 کے ذیل میں عنوان: ''قوم فرعون کی سرکشی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف عذاب'' [2] تفسیر الطبری:219,218/15. [3] تفسیر الطبری:218/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ بِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰهُ وَ بِالۡحَقِّ نَزَلَ ؕ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا ﴿۱۰۵﴾ وَ قُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰهُ

اور ہم نے اس (قرآن) کو حق ہی کے ساتھ نازل کیا ہے اور یہ حق ہی کے ساتھ نازل ہوا، اور ہم نے آپ کو صرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا

لِتَقۡرَاَهٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُكۡثٍ وَّ نَزَّلۡنٰهُ تَنۡزِیۡلًا ﴿۱۰۶﴾

کر بھیجا ہے ﴿105﴾ اور قرآن کو ہم نے جدا جدا (کر کے نازل) کیا، تا کہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں، اور ہم نے اسے بتدریج ہی نازل کیا ہے ﴿106﴾

﴿ لَفِیۡفًا ﴿۱۰۴﴾ ﴾ ''اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم (اس) زمین میں رہو سہو، پھر جب آخرت کا وعدہ آ جائے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے لے آئیں گے۔'' یعنی تمھیں اور تمھارے دشمنوں سب کو لے آئیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور ضحاک فرماتے ہیں کہ لفیف کے معنی سب کے ہیں۔ [1]

تفسیر آیات: 106,105

قرآن کا سچائی کے ساتھ تھوڑا تھوڑا نازل ہونا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز قرآن مجید کے بارے میں فرمایا ہے کہ اسے سچائی کے ساتھ نازل کیا گیا ہے اور یہ سچائی پر مشتمل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ لٰكِنِ اللّٰهُ یَشۡهَدُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اِلَیۡكَ اَنۡزَلَهٗ بِعِلۡمِهٖ ۚ وَ الۡمَلٰٓىِٕكَةُ یَشۡهَدُوۡنَ ؕ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا ؕ﴾ (النسآء 166:4) ''لیکن اللہ نے جو (کتاب) تم پر نازل کی ہے اس کی نسبت اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے اپنے علم سے نازل کی ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور گواہ تو اللہ ہی کافی ہے۔'' یعنی یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق نازل ہوئی ہے اور اس نے ارادہ فرمایا کہ تمھیں اپنے احکام اور امر و نہی سے مطلع فرمائے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَ بِالۡحَقِّ نَزَلَ ؕ ﴾ ''اور سچائی کے ساتھ نازل ہوا ہے۔'' یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ قرآن ہر اعتبار سے محفوظ نازل ہوا ہے، اس میں کسی دوسری چیز کی آمیزش نہیں اور نہ کوئی کمی بیشی ہے بلکہ آپ کے پاس یہ حق کے ساتھ پہنچی ہے اور ایسا فرشتہ لے کر نازل ہوا ہے جو نہایت قوت والا، امانت دار و دیانت دار اور ملاء اعلیٰ میں جس کی فرماں برداری کی جاتی ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا ﴿۱۰۵﴾ ﴾ ''اور! ہم نے آپ کو صرف خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔'' یعنی آپ اپنے اطاعت گزاروں اور ایمان داروں کو خوش خبری دیتے ہیں اور نافرمانوں اور کافروں کو ڈراتے ہیں۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَ قُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰهُ ﴾ ''اور ہم نے اس قرآن کو جز جز (کر کے نازل) کیا ہے۔'' ﴿ فَرَقۡنٰهُ ﴾ کو تخفیف کی صورت میں پڑھنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اسے لوح محفوظ سے الگ کر کے آسمان دنیا کے بیت العزت میں نازل کیا اور پھر وہاں سے حسب حالات و واقعات تیئس سالوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا، عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کیا ہے۔ [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے تشدید کے ساتھ [فَرَّقۡنَاهُ] بھی پڑھا ہے۔ [3] اس قراءت کے مطابق اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے اسے ایک ایک آیت روشن اور واضح طور پر نازل کیا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ لِتَقۡرَاَهٗ عَلَی النَّاسِ ﴾ ''تا کہ آپ اسے لوگوں پر (ٹھہر ٹھہر کر) پڑھیں۔'' یعنی آپ لوگوں تک اسے پہنچا دیں۔ اور لوگوں کو پڑھ پڑھ کر سنا دیں: ﴿ عَلٰی مُكۡثٍ ﴾

[1] تفسیر الطبری: 220/15. [2] تفسیر الطبری: 222/15. [3] تفسیر الطبری: 222/15. ملحوظہ: تفسیر طبری کے مذکورہ حوالے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ سے منقول روایت میں 20 سال کا ذکر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ

کہہ دیجیے: اس پر ایمان لاؤ یا ایمان نہ لاؤ، بلاشبہ جنھیں اس سے پہلے علم دیا گیا، جب ان پر تلاوت کی جاتی ہے تو وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدے

لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ﴿107﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿108﴾ وَيَخِرُّوْنَ

میں گر پڑتے ہیں ﴿107﴾ اور وہ کہتے ہیں: پاک ہے ہمارا رب، بے شک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے ﴿108﴾ اور وہ روتے ہوئے اپنی ٹھوڑیوں

لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿109﴾ السجدة ‏ السجدة 4

کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ (قرآن) ان کے خشوع کو زیادہ کرتا ہے ﴿109﴾

''ٹھہر ٹھہر کر۔'' ﴿ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿106﴾ ﴾ ''اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اتارا ہے۔'' یعنی اسے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے۔

تفسیر آیات: 107-109

قرآن حق ہے، سابقہ اہل علم کو اس کا اعتراف ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ سے فرمایا ہے۔ ﴿ قُلْ ﴾ ''کہہ دیجیے۔'' اے محمد (ﷺ!) ان کافروں سے کہہ دیں جن کے پاس آپ اس قرآن عظیم کو لے کر آئے: ﴿ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ ﴾ ''تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔'' قرآن فی نفسہ حق ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے نازل فرمایا ہے، سابقہ زمانوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں میں اس کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے اپنے رسولوں پر نازل فرمائی تھیں، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ ﴾ ''بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم (کتاب) دیا گیا ہے۔'' ان صالحین اہل کتاب کو جنھوں نے اپنی کتاب کو مضبوطی سے تھاما، وہ اسے بھی قائم کرتے اور اس میں کوئی تبدیلی و تحریف نہیں کرتے ﴿ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ﴾ ''جب وہ ان پر تلاوت کیا جاتا ہے۔'' یعنی قرآن ﴿ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ ﴾ ''وہ ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں۔'' أَذقَان، ذَقَن کی جمع ہے، چہرے کے نچلے حصے، یعنی ٹھوڑی کو ذَقَن کہتے ہیں۔ ﴿ سُجَّدًا ﴿107﴾ ﴾ ''سجدہ کرتے ہوئے۔''

اللہ تعالیٰ کے حضور ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں جن سے اس نے انھیں نوازا ہے اور انھیں اس بات کی توفیق بخشی کہ انھوں نے اس رسول مقبول ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا جن پر اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نازل فرمایا ہے، اسی لیے وہ کہتے ہیں: ﴿ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ ﴾ ''ہمارا پروردگار پاک ہے۔'' ہم اس کی قدرت کاملہ کی تعظیم و توقیر بجا لاتے ہیں کہ وہ اس وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا جو اس نے اپنے سابقہ انبیاء کی زبانی محمد ﷺ کی بعثت کے بارے میں فرمایا تھا، اسی لیے انھوں نے کہا: ﴿ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿108﴾ ﴾ ''ہمارا پروردگار پاک ہے بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔'' فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ ﴾ ''اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں (اور) روتے جاتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے خشوع و خضوع کا اظہار کرتے اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لاتے ہیں ﴿ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿109﴾ ﴾ ''اور وہ ان کو عجز و انکسار میں زیادہ کر دیتا ہے۔'' یعنی ان کے ایمان و تسلیم میں اضافہ ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝ (محمد 17:47) ﴾ ''اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں، ان کو وہ مزید ہدایت بخشتا ہے اور انھیں پرہیزگاری عنایت کرتا ہے۔'' ﴿ وَيَخِرُّوْنَ ﴾ یہ صفت کا صفت پر عطف ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۚ وَلَا تَجۡهَرۡ

کہہ دیجیے: (اللہ کو) ''اللہ'' کہہ کر پکارو یا ''رحمٰن'' کہہ کر، تم جس نام سے بھی پکارو تو اسی کے لیے اچھے سے اچھے نام ہیں، اور اپنی نماز نہ بلند آواز

بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا وَابۡتَغِ بَیۡنَ ذٰلِكَ سَبِیۡلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ

سے پڑھیں نہ بالکل پست آواز سے، بلکہ اس کے بین بین راستہ اختیار کریں ﴿۱۱۰﴾ اور کہہ دیجیے: ساری حمد اللہ ہی کے لیے ہے جس نے (اپنے لیے)

لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ شَرِیۡكٌ فِی الۡمُلۡكِ وَلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ

کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ بادشاہی میں اس کے لیے کوئی شریک ہے اور نہ اسے ناتوانی (وکمزوری) کی وجہ سے کوئی حمایتی درکار ہے اور آپ اس

12 ع 11 12 الذُّلِّ وَكَبِّرۡهُ تَكۡبِیۡرًا ﴿۱۱۱﴾ ع

(اللہ) کی بڑائی بیان کریں، کمال درجے کی بڑائی ﴿۱۱۱﴾

سجدے کا سجدے پر عطف نہیں ہے۔ ①

تفسیر آیات: 111,110

اللہ تعالیٰ کے سب نام اچھے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!)۔ ﴿ قُلِ ﴾ ''کہہ دیں'' ان مشرکوں، اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کے منکروں اور اس کے اسم پاک رحمان کا انکار کرنے والوں سے: ﴿ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۚ ﴾ ''تم (اللہ کو) اللہ (کے نام سے) پکارو یا رحمٰن (کے نام سے) جس نام سے پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں۔'' یعنی اسے اللہ کے نام سے پکارو یا رحمان کے نام سے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اس کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلۡمَلِكُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ الۡمُؤۡمِنُ الۡمُهَیۡمِنُ الۡعَزِیۡزُ الۡجَبَّارُ الۡمُتَكَبِّرُ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشۡرِكُوۡنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الۡخَالِقُ الۡبَارِئُ الۡمُصَوِّرُ لَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ○ ﴾ (الحشر 59:22-24) ''وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، وہ بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، بادشاہ (حقیقی)، پاک ذات، (ہر عیب سے) سالم، امن دینے والا، نگہبان، غالب، زبردست، بڑائی والا، اللہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔ وہی اللہ (تمام مخلوقات کا) نئے سرے سے پیدا کرنے والا، وجود میں لانے والا، صورتیں بنانے والا، اس کے سب اچھے اچھے نام ہیں، جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں، سب اس کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب، حکمت والا ہے۔''

مکحول نے روایت کیا ہے کہ ایک مشرک نے نبی ﷺ کو سجدوں میں یہ کہتے ہوئے سنا: یا رَحۡمٰنُ یَا رَحِیۡمُ تو وہ کہنے لگا کہ محمد تو کہتے ہیں کہ وہ ایک اللہ کو پکارتے ہیں، حالانکہ یہ تو دو کو پکار رہے ہیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت

① یہاں پہلی صفت (حال) ﴿ سُجَّدًا ﴾ اور دوسرا ﴿ یَبۡكُوۡنَ ﴾ ہے، یعنی ﴿ وَیَخِرُّوۡنَ ﴾ کو مکرر لانے سے مقصود ان کے سجدہ کرنے کی تاکید نہیں بلکہ دوسرے ﴿ وَیَخِرُّوۡنَ ﴾ سے ایک اور حالت کو بیان کرنا ہے اور وہ آہ وزاری ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریمہ کو نازل فرمایا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ان دونوں روایتوں کو ابن جریر نے بیان کیا ہے۔[1]

قراءت نہ بلند آواز سے نہ آہستہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ ﴾ ''اور آپ اپنی نماز نہ بلند آواز سے پڑھیں۔'' امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے، یہ آیت کریمہ ان دنوں نازل ہوئی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں چھپ کر عبادت کرتے تھے، البتہ آپ جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھاتے تو پھر قرآن مجید بلند آواز سے پڑھتے اور جب مشرک قرآن کو سنتے تو وہ قرآن کو بھی گالیاں دیتے، اس کے نازل کرنے والے کو بھی اور اسے لے کر نازل ہونے والے کو بھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ ﴾ ''اور آپ اپنی نماز نہ بلند آواز سے پڑھیں۔'' تاکہ مشرک قرآن کو سن کر گالیاں نہ دینے لگیں، ﴿ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا ﴾ ''اور نہ اسے آہستہ'' کہ آپ کے ساتھی اسے سن ہی نہ سکیں اور اسے سیکھ ہی نہ سکیں، ﴿ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ ﴾ ''بلکہ اس کے بیچ کا طریقہ اختیار کرو۔''[2] اسے بخاری و مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔[3] ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور ان الفاظ کا اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو یہ حکم ساقط ہو گیا اور آپ کو اختیار دے دیا گیا کہ جس طرح چاہیں قراءت فرمائیں۔[4]

محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں قرآن مجید کی بلند آواز سے قراءت فرماتے تو مشرک دور بھاگ جاتے اور قرآن سننے سے انکار کر دیتے اور اگر ان میں سے کوئی قرآن سننا چاہتا تو وہ اپنے دوسرے ساتھیوں سے ڈرتے ہوئے چھپ چھپ کر سنتا اور اگر وہ یہ سمجھتا کہ کافروں کو اس کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے تو سننا چھوڑ دیتا تاکہ کافر اسے کوئی ایذا نہ پہنچائیں اور جب آپ آہستہ آہستہ آواز میں قراءت فرماتے تو وہ لوگ اسے سن نہ پاتے جو آپ کی قراءت کو سننا چاہتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما دیا کہ نماز میں نہ بلند آواز سے پڑھو تاکہ لوگ آپ سے بھاگ ہی نہ جائیں اور نہ اس قدر آہستہ پڑھو کہ جو سننا چاہیں وہ اسے سن ہی نہ سکیں، ہوسکتا ہے کہ جو انھوں نے سنا ہو یہ اس کی طرف پلٹ آئیں اور اس طرح قرآن سننے سے انھیں فائدہ ہو جائے۔ ﴿ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ ﴾ ''بلکہ اس کے بیچ کا طریقہ اختیار کرو۔''[5] امام حسن بصری، عکرمہ اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے کہ یہ آیت نماز میں قرآن پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[6] ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص سے قراءت کو آہستہ نہ کرو جو آپ کی قراءت کی طرف کان لگانا چاہے۔[7]

توحید کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ ﴾ ''اور

[1] تفسير الطبرى: 227/15 . [2] مسند أحمد: 23/1 [3] صحيح البخارى، التوحيد، باب قوله: ﴿ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ ﴾ (النسآء 4:166)......، حديث: 7490 و صحيح مسلم، الصلاة، باب التوسط فى القراءة فى الصلاة الجهرية ......، حديث: 446 . [4] تفسير الطبرى: 230/15. [5] تفسير الطبرى: 231/15 . [6] تفسير الطبرى: 233,232/15. [7] تفسير الطبرى: 234/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہیں کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے۔'' وہ اللہ ایک ہے، بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں، ﴿ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ ﴾ ''اور نہ ناتوانی کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے۔'' یعنی وہ عاجز و ناتواں نہیں ہے کہ اسے کسی مددگار یا وزیر یا مشیر کی ضرورت ہو بلکہ وہ وحدہ لاشریک تو تمام اشیاء کا خالق اور اپنی مشیت کے ساتھ ان کی تدبیر کرنے والا اور ان کے اندازے مقرر فرمانے والا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ نہ کسی کا حلیف ہے اور نہ کسی کی مدد کا طلب گار۔[1] ﴿ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴾ ''اور اس (اللہ) کی خوب خوب بڑائی بیان کریں۔'' یعنی اس کی عظمت و جلالت بیان کریں کہ وہ اس بات سے پاک ہے جو یہ ظالم اور سرکش کہتے ہیں۔

ابن جریر نے قُرظی کی روایت کو بیان کیا ہے وہ اس آیت کے بارے میں کہا کرتے تھے: یہود و نصاریٰ کہتے کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور عرب کہتے: حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جسے تو خود اپنا شریک بنا لے، تو اس کا مالک ہے اور جس کا وہ مالک ہے اس کا بھی۔ اور صابی و مجوسی کہتے: اگر اللہ تعالیٰ کے مددگار نہ ہوتے تو وہ عاجز و ناتواں ہو جاتا۔ تو ان سب کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴾ ''اور کہیں کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے اور نہ ناتوانی کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے اور اس (اللہ) کی خوب خوب بڑائی بیان کریں۔''[2]

سورۂ سبحان (بنی اسرائیل) کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

[1] تفسیر الطبری: 235/15 و تفسیر القرطبی: 345/10. [2] تفسیر الطبری: 236/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سورۂ کہف

یہ مکی سورت ہے

فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے براء رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے سورۂ کہف کو پڑھا، اس وقت گھر میں ایک جانور بھی تھا، اس نے بدکنا شروع کر دیا، اس آدمی نے دیکھا تو ایک بادل سا تھا جس نے اسے ڈھانپ رکھا تھا، اس نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اِقْرَأْ فُلَانُ! فَإِنَّهَا السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ عِنْدَ الْقُرْآنِ أَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ] ''اے فلاں! اسے پڑھتے رہتے، یہ تو سکینت تھی جو قرآن کے پاس یا قرآن کے لیے نازل ہوتی تھی۔''[1] اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2] یہ آدمی جو سورۂ کہف پڑھ رہا تھا، اس کا نام اُسید بن حُضَیر تھا جیسا کہ قبل ازیں سورۂ بقرہ کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔[3]

سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں پڑھنے والا فتنۂ دجال سے محفوظ رہے گا: امام احمد نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ، عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ] ''جو شخص سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کر لے تو وہ دجال سے محفوظ ہو جائے گا۔''[4] اسے امام مسلم، ابوداود، نسائی اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔[5] اور ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: [مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ الْكَهْفِ ......] ''جس نے سورۂ کہف کی ابتدائی تین آیات پڑھیں......'' امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

---

[1] مسند أحمد: 281/4. [2] صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث: 3614 و صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب نزول السكينة لقراءة القرآن، حديث: (241)-795. [3] دیکھیے عنوان: ''فضیلت سورۂ بقرہ'' شارحینِ حدیث کی قراءت کرنے والے شخص کے بارے میں متعدد آراء ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ واقعہ دو مرتبہ ہوا ہے، ایک مرتبہ اسید بن حضیر سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے اور دوسری دفعہ سورۂ کہف۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سورۂ کہف پڑھنے والے ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ تھے۔ واللّٰه أعلم. [4] مسند أحمد: 196/5. [5] صحيح مسلم، صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل سورة الكهف ......، حديث: 809 و سنن أبي داود، الملاحم، باب خروج الدجال، حديث: 4323 و جامع الترمذي، فضائل القرآن، باب ماجاء في فضل سورة الكهف، حديث: 2886، البتہ امام ترمذی کے بیان کردہ الفاظ ثقات کی مخالفت کی وجہ سے ناقابل قبول ہیں، دیکھیے السلسلة الضعيفة: 509/3، حديث: 1336 و السنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، ذكر اختلاف ألفاظ الناقلين......: 235/6، حديث: 10785 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ۜ﴿1﴾ قَیِّمًا لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا

ساری حمد اللہ ہی کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی ① نہایت سیدھی (بغیر افراط و تفریط

شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡہُ وَ یُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ﴿2﴾

کے اتاری) تاکہ وہ اس (اللہ) کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے اور مومنوں کو بشارت دے جو نیک عمل کرتے ہیں کہ بے شک ان کے

مّٰکِثِیۡنَ فِیۡہِ اَبَدًا ۙ﴿3﴾ وَّ یُنۡذِرَ الَّذِیۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ٭﴿4﴾ مَا لَہُمۡ بِہٖ مِنۡ عِلۡمٍ

لیے اچھا اجر ہے ② اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ③ اور وہ لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے کہا کہ اللہ نے کوئی اولاد بنائی ہے ④ نہ انھیں اس

وَّ لَا لِاٰبَآئِہِمۡ ؕ کَبُرَتۡ کَلِمَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاہِہِمۡ ؕ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا کَذِبًا ﴿5﴾

(بات) کا کوئی علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو، بڑی (ہی خطرناک) بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، وہ تو سراسر جھوٹ ہی بکتے ہیں ⑤

امام حاکم نے مستدرک میں ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَضَاءَ لَهُ مِنَ النُّورِ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ] ''جو شخص جمعے کے دن سورۂ کہف پڑھے تو یہ سورت دونوں جمعوں کے درمیان اس کے لیے نور کا باعث ہوگی۔'' [1] امام حاکم نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اسے بیان نہیں فرمایا۔

امام حافظ ابوبکر بیہقی نے بھی اپنی سنن میں اسے امام حاکم سے روایت کیا ہے، پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ یہ بھی روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ كَمَا نَزَلَتْ، كَانَتْ لَهُ نُورًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ] ''جس نے سورۂ کہف کو اس طرح پڑھا جس طرح یہ نازل ہوئی ہے تو قیامت کے دن یہ اس کے لیے نور ہوگی۔'' [2]

تفسیر آیات:1-5

قرآن مجید بحیثیت بشیر و نذیر: تفسیر کے آغاز میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورتوں کے آغاز اور اختتام کے موقع پر اپنی ذات پاک کی حمد بیان فرمائی ہے۔ [3] وہ ذات اقدس تو ہر حال میں قابل تعریف ہے، اسی کے لیے دنیا و آخرت میں حمد ہے، اسی لیے جہاں اس نے اپنے رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی کتاب عزیز نازل کرنے کا ذکر فرمایا، وہاں اپنی ذات گرامی کی حمد بیان فرمائی ہے کیونکہ اہل زمین پر یہ اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم الشان نعمت ہے کہ اس کے ساتھ اس نے اہل زمین کو اندھیروں سے نکال کر روشنی تک پہنچا دیا۔ اور اس نے اسے ایک ایسی کتاب مستقیم بنایا کہ اس میں کوئی ٹیڑھ پن یا کجی نہیں ہے بلکہ یہ

---

① المستدرك للحاكم، التفسير، تفسير سورة الكهف: 368/2 ، حديث: 3392 والسنن الكبرى للبيهقي، الجمعة، باب مايؤمر به في ليلة الجمعة......: 249/3 اور دیکھیے إرواء الغليل: 93/3، حديث: 626. ② السنن الكبرى للبيهقي، الجمعة، باب مايؤمر به في ليلة الجمعة......: 249/3. ③ دیکھیے سورۂ فاتحہ کے تحت عنوان: ''حمد کے معنی''

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب تو ایسے سیدھے رستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے جو واضح، روشن، صاف اور نمایاں ہے۔ اور یہ کافروں کو ڈرانے والی اور مومنوں کو خوشخبری دینے والی کتاب ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّهٗ عِوَجًا ۜ﴾ ''اور اس نے اس میں کسی طرح کی کجی نہیں رکھی۔'' یعنی اس نے اس کتاب میں کسی طرح کا ٹیڑھ پن، کجی اور کوئی پیچیدگی نہیں رکھی بلکہ اس نے اسے معتدل اور مستقیم بنا دیا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ قَیِّمًا لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡهُ ﴾ ''اس حال میں کہ وہ سیدھی ہے تاکہ وہ (لوگوں کو) سخت عذاب سے جو اس (اللہ) کی طرف سے (آنے والا) ہے، ڈرائے۔'' یعنی جو اس کی مخالفت اور تکذیب کرتا ہے اور اس پر ایمان نہیں رکھتا اسے سخت عذاب سے ڈرائے جو دنیا کے عذاب اور آخرت کی سزا کی صورت میں ہے، پھر وہ عذاب اور سزا اس اللہ کی طرف سے ہے کہ نہ کوئی اس کے عذاب کی طرح کسی کو عذاب دے سکتا ہے اور نہ کوئی اس کے جکڑنے کی طرح جکڑ سکتا ہے۔

﴿ وَیُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴾ ''اور مومنوں کو خوش خبری سنائے۔'' یعنی ان لوگوں کو جو اس قرآن کے ساتھ ایمان رکھتے، پھر عمل صالح کے ساتھ اپنے ایمان کی تصدیق کرتے ہیں۔ ﴿ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ﴾ ''بے شک ان کے لیے اچھا اجر ہے۔'' ﴿ مّٰکِثِیۡنَ فِیۡهِ اَبَدًا ۙ﴾ ''جس میں وہ ابدالآباد رہیں گے۔'' اللہ تعالیٰ کے ہاں انھیں بہت اچھا بدلہ ملے گا اور وہ جنت ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، جنت کو نہ کبھی زوال ہوگا اور نہ کبھی یہ ختم ہوگی۔

اور اس کا فرمان ہے: ﴿ وَّیُنۡذِرَ الَّذِیۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ﴾ ''اور ان لوگوں کو بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے (کسی کو) بیٹا بنا لیا ہے۔'' ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان سے مراد مشرکین عرب ہیں جو یہ کہتے تھے کہ ہم فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔[1] ﴿ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ ﴾ ''ان کو اس بات کا کچھ بھی علم نہیں۔'' یعنی اس قول کا جس کو انھوں نے از خود گھڑ لیا ہے۔ ﴿ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمۡ ؕ کَبُرَتۡ کَلِمَةً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ ؕ﴾ ''اور نہ ان کے باپ دادا ہی کو تھا (یہ) بڑی (خطرناک) بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے۔'' اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا کَذِبًا ﴾ ''(اور کچھ شک نہیں) کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں محض جھوٹ ہے۔'' یہ ان کی بات کی خرابی اور ان کے افترا کی قباحت کو بیان کیا گیا ہے کہ سوائے کذب وافترا کے ان کے پاس اور کوئی دلیل نہیں۔

سبب نزول: محمد بن اسحاق نے اس سورۂ کریمہ کا سبب نزول بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ مجھ سے اہل مصر میں سے ایک شیخ نے بیان کیا جو ہمارے پاس قریباً چالیس سال قبل آئے تھے اور انھوں نے اسے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قریش نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابومُعَیط کو مدینہ میں احبارِ یہود کے پاس بھیجا کہ محمد (ﷺ) کے اوصاف و حالات بیان کرنے کے بعد ان سے آپ کے بارے میں پوچھیں کیونکہ وہ اہل کتاب ہیں اور انھیں انبیائے کرام کے بارے میں وہ علم ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ یہ لوگ مکہ سے چل کر مدینہ پہنچے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے اوصاف، حالات اور آپ کے بعض ارشادات بیان کرنے کے بعد احبار یہود سے کہا کہ تم اہل تورات ہو، ہم تمھارے پاس اس لیے آئے ہیں

---

[1] تفسیر الطبری:241/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ⑥ اِنَّا

پھر شاید آپ تو خود کو ان کے پیچھے غم سے ہلاک کرنے والے ہیں اگر یہ (کافر) اس بات (قرآن) پر ایمان نہ لائیں ⑥ بلاشبہ ہم نے جو کچھ روئے

جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ⑦ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ

زمین پر ہے، اسے اس کی زینت بنایا ہے، تاکہ ہم انھیں آزمائیں کہ ان میں عمل کے لحاظ سے کون زیادہ اچھا ہے ⑦ اور جو کچھ اس (زمین) پر ہے،

مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ⑧

بلاشبہ یقیناً ہم اسے چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں ⑧

تاکہ ہم یہ معلوم کریں کہ ہمارے اس ساتھی کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم تمھیں یہ حکم دیتے ہیں کہ ان سے تین سوالات پوچھو اگر انھوں نے ان کے جواب دے دیے تو وہ نبی مرسل ہیں اور اگر جواب نہ دے سکیں تو وہ باتیں بنانے والے ہیں اور ان کے بارے میں تم خود ہی رائے قائم کر لینا۔ (1) ان سے پہلے زمانے کے ان نوجوانوں کے بارے میں پوچھو جو مفقود ہو گئے تھے، ان کا کیا معاملہ تھا؟ کیونکہ ان کا معاملہ واقعی بہت عجیب تھا۔ (2) ان سے اس سیاح کے بارے میں پوچھو کہ اس کا کیا قصہ ہے جو زمین کے مشرق و مغرب تک پہنچ گیا تھا۔ اور (3) ان سے یہ پوچھو کہ روح کیا ہے اگر وہ تمھیں ان سوالات کے جواب دے دیں تو وہ نبی ہیں، تم ان کی اتباع کر لو اور اگر وہ جواب نہ دے سکیں تو وہ فضول گفتگو کرنے والے ہیں، تم ان کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔

نضر اور عقبہ واپس قریش کے پاس آئے تو انھوں نے کہا: اے گروہ قریش! ہم تمھارے پاس ایک ایسی بات لے کر آئے ہیں جس سے تمھارے اور محمد ﷺ کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا، احبار یہود نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم محمد ﷺ سے یہ سوالات پوچھیں اور پھر انھوں نے ان سوالات کے بارے میں قریش کو بتایا۔ اس کے بعد یہ سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: اے محمد (ﷺ!) ہمیں ان باتوں کے بارے میں بتاؤ اور انھوں نے آپ کی خدمت میں وہ سوالات پیش کیے جو یہودی علماء نے انھیں سکھائے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُخْبِرُكُمْ غَدًا بِمَا سَأَلْتُمْ عَنْهُ] ''ان سوالات کے جواب میں تمھیں کل بتاؤں گا۔'' مگر آپ نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ وہ لوگ چلے گئے مگر پندرہ دن تک اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل نہ فرمائی اور نہ اس دوران میں جبرائیل علیہ السلام ہی آئے حتی کہ اہل مکہ نے بری بری باتیں بنانا شروع کر دیں، اور وہ کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) نے ہم سے کل کا وعدہ کیا تھا مگر اب تو پندرہ دن گزر گئے ہیں اور ہمارے سوالات کا جواب نہیں دے رہے۔ وحی بند ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ بھی بے حد غم زدہ ہوئے اور اہل مکہ کی باتیں آپ پر بہت گراں گزرتی تھیں، پھر جبرائیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے سورۂ کہف لے کر نازل ہوئے جس میں قریش کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ کو غم زدہ ہونے سے منع کیا گیا، مذکورہ بالا نوجوانوں اور سیاح کے بارے میں بتایا گیا اور روح سے متعلق سوال کا جواب بھی دے دیا گیا۔[1]

[1] تفسير الطبری: 239,238/15 والسيرة النبوية لابن هشام، سؤال قريش له ﷺ عن أسئلة وإجابته لهم: 1/300-303.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات:6-8

مشرکوں کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے غم نہ کریں: رسول اللہ ﷺ کو مشرکوں کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے بے حد غم تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ......﴾ الآیة (فاطر 8:35) ”تو ان لوگوں پر افسوس کر کے آپ کا دم نہ نکل جائے......۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ......﴾ الآیة (النمل 70:27) ”اور آپ ان (کے حال) پر غم نہ کریں......۔“ اور فرمایا: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (الشعرآء 3:26) ”(اے پیغمبر!) شاید آپ ان کے پیچھے اس (رنج) سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کر لیں گے۔“

﴿بَاخِعٌ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ان پر رنج و غم کی وجہ سے آپ اپنے آپ کو ہلاک کر لیں گے، اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ﴾ ”چنانچہ (اے پیغمبر!) اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید آپ ان کے پیچھے (رنج کر کر کے) اپنے آپ کو ہلاک کر لیں گے۔“ ﴿الْحَدِيْثِ﴾ سے مراد قرآن مجید ہے۔ ﴿اَسَفًا ۝﴾ یعنی غم کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ان پر غضب اور غم کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر لیں گے۔[1] مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿اَسَفًا ۝﴾ کے معنی ہیں جزع فزع کرتے ہوئے۔[2] بہرحال ان سب کا مفہوم ایک ہی ہے کہ آپ ان پر غم نہ کریں بلکہ انھیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیں جو ہدایت اختیار کر لے، اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو گمراہی کو اختیار کر لے تو اس کا نقصان بھی اسی کو ہے، لہٰذا آپ ان لوگوں پر اس قدر افسوس نہ کریں کہ جس سے آپ کا دم ہی نکل جائے۔

دنیا آزمائش کا گھر: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے دنیا کو ایک فانی گھر بنایا ہے جو عارضی و فانی زیب و زینت کے ساتھ مزین ہے اور اسے اس نے آزمائش کے لیے بنایا ہے، یہ ہمیشہ رہنے والا گھر نہیں ہے۔ اور فرمایا: ﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝﴾ ”بے شک جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کے لیے آرائش بنایا ہے تا کہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے!“ ابومسلمہ نے ابونضرہ سے اور انھوں نے ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ ، وَّ إِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ] ”بے شک دنیا شیریں اور سرسبز و شاداب ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں اس میں جانشین بنانے والا ہے تا کہ وہ یہ دیکھے کہ تم اس میں کس طرح کے عمل کرتے ہو! پس دنیا سے بچو اور عورتوں سے بھی ڈرو، بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ جو رونما ہوا، وہ عورتوں ہی کی وجہ سے تھا۔“[3]

---

[1] تفسير الطبرى: 243/15. [2] تفسير الطبرى: 243/15. [3] صحيح مسلم، الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء ......، حديث: 2742 وجامع الترمذى، الفتن، باب ما أخبر النبى ﷺ أصحابه بما هو ......، حديث: 2191 ومسند أحمد: 22/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ⑨ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ

کیا آپ نے خیال کیا ہے کہ غار اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب (نشانی) تھے؟⑨ جب ان نوجوانوں نے غار کی طرف پناہ لی، تو

اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ⑩

انھوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے لیے ہمارے معاملے میں صحیح رہنمائی مہیا فرما⑩ پھر ہم نے غار میں

فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۙ ⑪ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ

ان کے کانوں پر گنتی کے کئی برس تھپک دیے⑪ پھر ہم نے انھیں اٹھایا تا کہ ہم معلوم کریں کہ دوگروہوں میں سے کون اس مدت کو زیادہ یاد رکھنے

ع 1 12 13 الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ⑫ ع

والا ہے جو انھوں نے گزاری⑫

پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا کے زوال وفنا پذیر ہو جانے، ختم اور خراب ہو جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ⑧ ﴾ ''اور جو چیز زمین پر ہے بلاشبہ ہم اس کو (نابود کر کے) بنجر میدان کر دیں گے۔'' یعنی زیب وزینت کے بعد ہم دنیا کو خراب اور تباہ و برباد کر دیں گے، دنیا کی ہر چیز کو فنا کے گھاٹ اتار دیں گے اور دنیا کو اس طرح بنجر میدان بنا دیں گے کہ اس میں نہ کوئی چیز اُگے گی اور نہ زمین کوئی اور فائدہ دے گی جیسا کہ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ روئے زمین کی ہر چیز تباہ و برباد ہو جائے گی۔[1] مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ صَعِيْدًا جُرُزًا ⑧ ﴾ اس میدان کو کہتے ہیں جو ہر چیز سے خالی ہو۔[2] اور قتادہ کا قول ہے کہ ﴿ صَعِيْدًا ﴾ ایسی زمین کو کہتے ہیں کہ جس میں کوئی درخت یا نباتات وغیرہ نہ ہو۔[3]

تفسیر آیات: 9-12

اصحابِ کہف کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے یہاں اصحابِ کہف کے قصے کو پہلے اجمال اور اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے، پھر تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ⑨ ﴾ ''(اے محمد ﷺ!) کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ بلاشبہ غار اور لوح والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب تھے!'' لیکن ہماری قدرت و سلطنت کے اعتبار سے ان کا معاملہ عجیب نہ تھا۔ بے شک آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا، رات اور دن کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا جانا، شمس و قمر، ستاروں کی تسخیر اور دیگر بے شمار بڑی بڑی نشانیاں، اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہیں، نیز اس بات کی دلیل کہ اسے ہر اس چیز کی قدرت حاصل ہے جو وہ چاہے، کوئی چیز اسے عاجز نہیں کر سکتی اور یہ سارا کارخانۂ قدرت اصحاب کہف کے حالات سے زیادہ تعجب انگیز ہے جیسا کہ ابن جریج نے مجاہد سے آیت کریمہ: ﴿ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ⑨ ﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہماری قدرت کی بہت سی ایسی نشانیاں

[1] تفسیر الطبری: 245/15. [2] تفسیر الطبری: 245/15. [3] تفسیر الطبری: 245/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصحابِ کہف کا شہر: اِفسُوس

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو اس قصے سے زیادہ تعجب انگیز ہیں۔ ①

﴿ وَالرَّقِيْمِ ﴾ کا معنی و مفہوم: عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ: ﴿ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ⑨ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے آپ کو جو علم، سنت اور کتاب دی ہے وہ غار اور تختی والوں کی شان سے افضل ہے۔ ② محمد بن اسحاق اس کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ بندوں پر میں نے اپنے جو دلائل و براہین ظاہر کیے ہیں وہ غار اور تختی والوں کی شان سے زیادہ تعجب انگیز ہیں۔ ③ کہف سے مراد وہ غار ہے جو پہاڑ میں ہوتا ہے اور مذکورہ بالا نو جوانوں نے اسی غار میں پناہ لی تھی اور رقیم کے بارے میں عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ اَیلہ کے قریب ایک وادی کا نام ہے۔ ④ عطیہ عوفی اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ ⑤ ضحاک کہتے ہیں کہ کہف وادی کے غار کو کہتے ہیں جبکہ رقیم وادی کا نام ہے۔ ⑥ مجاہد کہتے ہیں رقیم ان کی عمارت کا نام تھا اور بعض کہتے ہیں کہ رقیم اس وادی کا نام ہے جس میں یہ غار واقع تھا۔ ⑦

عبدالرزاق نے رقیم کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ کعب احبار کا یہ خیال تھا کہ رقیم بستی کا نام ہے۔ ⑧ اور ابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رقیم اس پہاڑ کا نام ہے جس میں یہ غار تھا۔ ⑨ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ رقیم پتھر کی وہ لوح ہے جس میں لوگوں نے اصحاب کہف کے واقعات لکھ کر اسے غار کے دروازے پر رکھ دیا تھا۔ ⑩

اصحاب کہف کا غار میں داخلہ: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ⑩ ﴾ ”جب ان نو جوانوں نے غار میں پناہ لی تو کہنے لگے: اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے اس معاملے میں ہمارے لیے رہنمائی کا سامان فرما۔“ اللہ تعالیٰ ان نو جوانوں کے حالات کو بیان فرما رہا ہے جو اپنے دین کو بچانے کے لیے اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے تاکہ لوگ انھیں فتنے میں نہ ڈال دیں، اس لیے وہ ان سے بھاگ گئے اور پہاڑ کے ایک غار میں آ کر پناہ گزیں ہو گئے تاکہ اپنی قوم سے چھپ جائیں تو انھوں نے غار میں داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ سے رحمت اور اس کے لطف و کرم کے حصول کی دعا کرتے ہوئے کہا: ﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ﴾ ”اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے۔“ یعنی ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما اور ہمیں اپنی قوم سے چھپا دے۔ ﴿ وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ⑩ ﴾ ”اور ہمارے اس معاملے میں ہمارے لیے رہنمائی کا سامان فرما۔“ یعنی ہمارے انجام کو درست فرما دے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے (کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ

① تفسیر الطبری:246/15. ② تفسیر الطبری:247/15. ③ تفسیر الطبری:247,246/15. ④ تفسیر الطبری: 247/15. ⑤ تفسیر الطبری:248,247/15. ⑥ تفسیر الطبری:248/15. ⑦ تفسیر الطبری:248/15. ⑧ تفسیر عبدالرزاق:325/2، رقم:1654 و تفسیر الطبری:248/15. ⑨ تفسیر الطبری:249/15. ⑩ تفسیر الطبری:248/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ⑬

ہم ان کا حال ٹھیک ٹھیک آپ سے بیان کرتے ہیں، بے شک وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے انھیں ہدایت میں زیادہ

وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ

کیا⑬ اور ہم نے ان کے دل مضبوط کردیے، جب وہ کھڑے ہوئے تو بولے: ہمارا رب تو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود

دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ⑭ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ

کو ہرگز نہیں پکاریں گے، (اگر پکارا) تو یقیناً اس وقت ہم نے ظلم و زیادتی والی بات کہی⑭ یہ ہماری قوم ہے، انھوں نے اللہ کے سوا کئی الٰہ بنا رکھے

عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ⑮ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ

ہیں وہ ان (کی عبادت) پر واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟ پھر اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا⑮ اور جب تم ان (لوگوں)

وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ

سے اور جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں ان سے الگ ہو گئے ہو تو غار میں پناہ لو، کہ تمھارا رب اپنی رحمت (میں سے) تم پر پھیلا دے گا اور

مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ⑯

تمھارے لیے تمھارے کام میں آسانی پیدا کر دے گا⑯

دعا سکھائی جس کے کچھ الفاظ یہ ہیں): [وَمَا قَضَيْتَ لِي مِنْ قَضَاءٍ فَاجْعَلْ عَاقِبَتَهُ رَشَدًا] ''اور میرے بارے میں تو جو فیصلہ بھی فرمائے، اس کے انجام کو درست فرما دے۔''①

اصحاب کہف پر نیند کا طاری ہونا: اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ⑪ ﴾ ''تو ہم نے غار میں گنتی کے کئی سال (تک) ان کے کانوں پر (نیند کا) پردہ ڈالے (ان کو سلائے) رکھا۔'' یعنی جب وہ غار میں داخل ہوئے تو ہم نے ان پر نیند طاری کر دی اور وہ کئی برسوں تک وہاں سوئے رہے۔ ﴿ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ ﴾ ''پھر ہم نے ان کو (بیدار کیا) اٹھایا۔'' اور ان میں سے ایک شخص چند درہم لے کر باہر نکلا تاکہ ان کے لیے کھانا خرید کر لائے جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا ⑫ ﴾ ''پھر ہم نے ان کو (بیدار کیا) اٹھایا تاکہ معلوم کریں کہ جتنی مدت وہ (غار میں) رہے دونوں جماعتوں میں سے اس کی مقدار کس کو خوب یاد ہے۔'' ﴿ اَمَدًا ⑫ ﴾ کے معنی تعداد کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی انتہا کے ہیں جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

سَبْقَ الْجَوَادِ إِذَا اسْتَوْلٰى عَلَى الْأَمَدِ

''عمدہ گھوڑے کی جیت تب ہے جب وہ ہدف تک پہنچنے میں دوسرے سے آگے بڑھ جائے۔''

تفسیر آیات: 13-16

① سنن ابن ماجه، الدعاء، باب الجوامع من الدعاء، حديث: 3846 ومسند أحمد: 134/6 وصحيح الجامع الصغير، حديث: 4047 واللفظ له.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا اللہ پر ایمان اور قوم سے علیحدگی: یہاں سے اس قصے کی تفصیل کا آغاز ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ چند جوان تھے اور جوان ان بوڑھوں کی نسبت حق کو زیادہ قبول اور راہ ہدایت کو زیادہ اختیار کرنے والے ہوتے ہیں جنھوں نے سرکشی کو اختیار کرتے ہوئے اپنی زندگی باطل دین میں بسر کی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو قبول کرنے والوں کی اکثریت جوانوں ہی کی ہوتی ہے، مثلاً: دیکھیے کہ قریش کے بوڑھوں کی اکثریت اپنے دین ہی پر قائم رہی اور ان میں سے بہت کم مسلمان ہوئے تھے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ بھی جوان تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے بعض کے کانوں میں بالیاں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں رشد و بھلائی کا الہام کیا اور انھیں اپنا ڈر عطا کر دیا اور وہ اپنے رب پر ایمان لے آئے اور اس کی وحدانیت کا اعتراف کر لیا اور اس بات کی گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

ایمان میں کمی بیشی: ﴿ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ﴾ ''اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دی۔'' اس آیت کریمہ اور اس مفہوم کی دیگر آیات سے امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر کئی لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ﴾ ''اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دی۔'' جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝ ﴾ (محمد 47:17) ''اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں ان کو وہ مزید ہدایت بخشتا ہے اور پرہیز گاری عنایت کرتا ہے۔'' پھر فرمایا: ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ ﴾ (التوبة 9:124) ''چنانچہ جو ایمان والے ہیں، اس (سورت) نے ان کو ایمان میں زیادہ کیا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ﴾ الآية (الفتح 48:4) ''تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے۔''[1] علاوہ ازیں اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ جوان مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے دین پر تھے۔ فَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ عیسائیت کے دنیا میں آنے سے بہت پہلے تھے کیونکہ ان کا تعلق اگر عیسائیت سے ہوتا تو علمائے یہود کو ان کے حالات و واقعات سے کوئی دلچسپی نہ ہوتی کیونکہ وہ تو عیسائیوں کے دشمن تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے کہ قریش نے اپنے لوگوں کو مدینہ میں علمائے یہود کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ ان سے کچھ ایسی چیزیں معلوم کریں جن کے ساتھ وہ رسول اللہ ﷺ کا امتحان کر سکیں تو یہودیوں نے انھیں سکھایا تھا کہ وہ آپ سے اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے بارے میں سوال کریں۔[2] اس سے معلوم ہوا کہ اصحاب کہف کا قصہ یہودیوں کی کتابوں میں بھی موجود تھا اور یہودیوں کا تعلق دین عیسائیت سے پہلے کے دور سے ہے۔ فَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

---

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب قول النبيﷺ: [بني الإسلام......] اور دیکھیے صحيح البخاري، قبل الحديث: 44.

[2] دیکھیے سورۂ کہف کے شروع میں عنوان: ''سبب نزول'' کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلوں کی مضبوطی اور حوصلہ: اور فرمان الٰہی ہے: ﴿وَّ رَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور ہم نے ان کے دلوں کو مربوط (محفوظ) کر دیا جب وہ (اٹھ) کھڑے ہوئے تو کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قوم اور شہر کے لوگوں کی مخالفت کو برداشت کرنے اور عیش و عشرت کی زندگی ترک کر دینے کے لیے ہم نے انھیں حوصلہ عطا کیا۔

اصحاب کہف کی سالانہ میلے میں آخری شرکت اور اپنی قوم سے علیحدگی: سلف وخلف میں سے کئی ایک مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ ان جوانوں کا تعلق روم کے بادشاہوں اور سرداروں کی اولاد سے تھا۔ یہ لوگ ایک دن اپنے میلے میں شرکت کے لیے نکلے۔ سال میں ایک دفعہ یہ لوگ شہر سے باہر ایک میلے میں جمع ہوا کرتے تھے جس میں وہ اپنے بتوں کی پوجا پاٹ کرتے اور ان کے نام پر جانوروں کو ذبح کیا کرتے تھے۔ ان کا ایک جابر اور سرکش بادشاہ تھا جس کا نام دقیانوس تھا جو لوگوں کو اس طرح کے کاموں کی دعوت اور ترغیب دیا کرتا تھا۔ جب شہر کے لوگ اپنے میلے میں شرکت کے لیے باہر نکلے تو یہ جوان بھی اپنے آباء و اجداد اور قوم کے لوگوں کے ساتھ نکلے اور انھوں نے بصیرت کی آنکھ سے اپنی قوم کے افعال کو دیکھا تو انھیں یہ حقیقت معلوم ہوگئی کہ ان کی قوم کا یہ طرز عمل غلط ہے کہ وہ بتوں کو سجدہ کرتی اور ان کے نام پر جانوروں کو ذبح کرتی ہے کیونکہ یہ کام تو اس اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہی کے لیے سرانجام دینے چاہئیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے۔ اس سوچ کے بعد ان میں سے ہر ایک نے اپنی قوم سے الگ ہونا شروع کر دیا۔ ان میں سے جو شخص اس سوچ کے بعد سب سے پہلے الگ ہوا، وہ دور جا کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گیا، دوسرا جوان بھی آ کر اس کے پاس بیٹھ گیا، پھر تیسرا، پھر چوتھا، پھر پانچواں، پھر چھٹا، پھر آخر میں ساتواں بھی آ کر وہاں بیٹھ گیا۔ یہ جوان ایک دوسرے سے شناسا نہ تھے مگر اس ذات گرامی نے انھیں یکجا کر دیا تھا جس نے ان کے دلوں کو ایمان سے بھر دیا تھا۔

صحیح بخاری کی ایک معلق روایت میں ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ] ''روحیں جمع کیے گئے لشکر ہیں، ان میں سے جو ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں وہ اکٹھی ہو جاتی ہیں اور جو ایک دوسرے سے اجنبی ہوتی ہیں وہ الگ الگ ہو جاتی ہیں۔''[1] اور امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔[2]

اپنی قوم سے الگ تھلگ ہو کر یہاں اکٹھے ہونے کا سبب: لوگ کہتے ہیں کہ جنس باہم جنس پرواز کرتی ہے، الغرض! ان میں سے ہر شخص خوف کی وجہ سے اپنے دین کو اپنے ساتھیوں سے چھپائے ہوئے تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ ان لوگوں کا بھی دین وہی ہے جو اس کا ہے حتی کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ لوگو! واللہ! تم یہ جانتے ہو کہ تم میں ایک قدر مشترک ہے جس نے تمھیں

[1] صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب الأرواح جنود مجندة، حدیث:3336. [2] صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب الأرواح جنود مجندة، حدیث:2638.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی قوم سے الگ تھلگ کر کے یہاں یکجا کر دیا ہے، لہٰذا ہر ایک کو اپنی داستان بیان کرنی چاہیے۔ یہ بات سن کر دوسرا جوان کہنے لگا: واللہ! میں نے دیکھا ہے کہ میری قوم نے جو دین اختیار کر رکھا ہے وہ باطل ہے کیونکہ جو اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ شرک نہ کیا جائے وہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے جس نے آسمان وزمین اور ان کے مابین ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے۔ تیسرے نے کہا کہ میرا بھی یہی حال ہے حتی کہ وہ سب کے سب ایک بات پر متفق ہو گئے اور آپس میں سچے بھائی بن گئے۔ انھوں نے ایک عبادت کدہ تعمیر کر لیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع کر دی۔ قوم کو جب ان کے بارے میں معلوم ہوا تو انھوں نے اپنے بادشاہ کو ان کے بارے میں مطلع کر دیا، بادشاہ نے انھیں اپنے پاس بلایا اور ان سے ان کے دین کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے نہ صرف صحیح صحیح جواب دیا بلکہ بادشاہ کو بھی دعوت دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۠ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا ﴾ ”اور ہم نے ان کے دلوں کو مربوط (مضبوط) کر دیا جب وہ (اٹھ) کھڑے ہوئے تو کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، ہم اس کے سوا کسی کو معبود (سمجھ کر) نہ پکاریں گے۔“

﴿ نَّدْعُوَا۠ ﴾ فعل مضارع پر حرف ناصبہ لَنۡ ابدی نفی کے لیے ہے، یعنی ہم کبھی بھی ایسا نہیں کریں گے کیونکہ اگر ہم نے ایسا کیا بھی تو ہمارا یہ فعل باطل قرار پائے گا، اسی لیے ان کی بات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ لَقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴾ ”البتہ تحقیق (اگر ایسا کیا) تو اس وقت ہم نے بعید از عقل بات کہی۔“ ﴿ شَطَطًا ﴾ کے معنی باطل اور بہتان کے ہیں۔ ﴿ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ ﴾ ”ان ہماری قوم کے لوگوں نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں، بھلا یہ ان (کی عبادت) پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے؟“ یعنی اپنے اس مذہب کے صحیح ہونے کی انھوں نے کوئی واضح اور صحیح دلیل کیوں پیش نہیں کی؟ ﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ ”پس اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے!“ یعنی یہ لوگ خود ہی ظالم اور اپنی اس بات میں جھوٹے ہیں۔

اصحاب کہف کا بادشاہ کو دعوت ایمان دینا اور اپنا دین بچانے کے لیے وطن چھوڑنا بیان کیا جاتا ہے کہ ان نوجوانوں نے جب اپنے بادشاہ کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی تو اس نے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ انھیں ڈانٹ ڈپٹ کی اور دھمکیاں دیں اور حکم دیا کہ اس فاخرانہ لباس کو ان کے جسموں سے اتار دیا جائے جو انھوں نے زیب تن کر رکھا تھا۔ بادشاہ نے اپنے موقف پر نظر ثانی کرنے کے لیے انھیں مہلت دے دی شاید یہ اپنے سابقہ دین کی طرف لوٹ آئیں اور یہ مہلت ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کا سبب بن گئی کیونکہ اس دوران میں ان کے لیے یہ ممکن ہوا کہ اپنے دین کو محفوظ کرنے اور اپنے آپ کو کسی فتنے سے بچانے کے لیے بھاگ جائیں۔

لوگوں سے علیحدگی کن کن حالات میں جائز اور ناجائز ہے؟ اور جب لوگ فتنوں میں مبتلا ہوں تو حکم شریعت یہی ہے کہ انسان اپنے دین کو بچانے کے لیے ایسے ظالموں سے بھاگ جائے جیسا کہ حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[یُوشِكُ أَنْ یَّكُونَ خَیرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَّتبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ، وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، یَفِرُّبِدِینِهِ مِنَ الْفِتَنِ] ”ممکن ہے کہ (ایسا وقت آئے جب) مسلمان کا سب سے بہتر مال بکریاں ہوں کہ وہ انھیں لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں پر چلا جائے اور اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے بھاگ جائے۔“ ①

ان حالات میں لوگوں سے علیحدگی اختیار کرنا جائز ہے اور اگر اس طرح کے حالات نہ ہوں تو پھر جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں جمعہ و جماعت کا ترک کر دینا لازم آئے گا۔

جب انھوں نے یہ عزم کر لیا کہ اپنی قوم سے بھاگ جائیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے لیے اسی بات کو پسند فرمالیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ﴾ ”اور جب تم نے ان (مشرکوں) سے اور جن کی یہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں ان سے کنارہ کر لیا ہے۔“ یعنی جب تم نے ان کو چھوڑ دیا ہے اور ان کے اس دین کی مخالفت کی ہے کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو جسمانی طور پر بھی ان سے علیحدگی اختیار کر لو۔ ﴿ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ یَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ ﴾ ”تو غار میں پناہ لو، تمھارا پروردگار تمھارے لیے اپنی رحمت وسیع کر دے گا۔“ یعنی تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا جس کے ساتھ تمھیں تمھاری قوم سے چھپا دے گا۔

﴿ وَیُهَیِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ⑯ ﴾ ”اور تمھارے معاملے میں آسانی کا سامان فرمائے گا۔“ یعنی تمھارا کام آسان کر دے گا تو اس کے بعد وہ بھاگ کر غار میں چلے گئے۔ قوم کے لوگوں نے انھیں گم پایا، بادشاہ نے بھی ان کی تلاش میں لوگوں کو ادھر ادھر دوڑایا مگر وہ انھیں تلاش نہ کر سکے اور ان کی تلاش میں اندھے ہو گئے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ اور آپ کے ساتھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کافروں کو اندھا کر دیا تھا جب انھوں نے ہجرت کے وقت غار ثور میں پناہ لی تھی، حالانکہ مشرکین قریش ان کی تلاش میں وہاں تک پہنچ گئے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جب قدرے گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) اگر ان میں سے کسی نے اپنے پاؤں کی طرف دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا تو آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: [مَا ظَنُّكَ یَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَیْنِ، اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا؟] ”اے ابوبکر! ان دونوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔“ ②

اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰی ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ ﴾ (التوبة 9:40) ”اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اللہ نے ان کی مدد کی (وہ وقت تم کو یاد ہوگا) جب ان کو کافروں نے نکال دیا، وہ (اس وقت) دو میں سے دوسرے

① صحیح البخاري، الإیمان، باب: من الدین الفرار من الفتن، حدیث: 19. ② صحیح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب المهاجرین وفضلهم، حدیث: 3653.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ

اور آپ سورج کو دیکھیں گے جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں طرف ہٹ جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان کے بائیں طرف

ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ

کترا (کر نکل) جاتا ہے اور وہ اس (غار) کی کھلی جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔ جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ⑰ ع 2/5/14

وہ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی رہنما دوست نہیں پائیں گے ⑰

تھے جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دے رہے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے اور اللہ بڑا زبردست بڑی حکمت والا ہے۔'' چنانچہ غار ثور کا قصہ اصحاب کہف کے قصے سے اشرف، افضل، اعظم اور زیادہ عجیب ہے۔

تفسیر آیت :17

غار کا موقع محل: یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس غار کا دروازہ شمال کی جانب تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سورج جب طلوع کے وقت غار میں داخل ہوتا تو اس کے دائیں جانب سے ہٹ جاتا، یعنی سایہ دائیں جانب (مغرب کی طرف سے) سکڑ جاتا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے کہ ﴿تَزٰوَرُ﴾ کے معنی ہیں: ''سکڑ جاتا'' یعنی مائل ہو جاتا[1] اور یہ اس طرح کہ سورج جیسے جیسے افق پر بلند ہوتا تو اس کے بلند ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی شعاعیں سمٹتی جاتیں حتی کہ زوال کے وقت غار سے شعاعیں بالکل ختم ہو جاتیں (جو سورج کے بلند ہوتے ہوتے غار میں پڑ رہی ہوتی تھیں) اسی لیے فرمایا: ﴿وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ﴾ ''اور جب غروب ہوتا تو ان کے بائیں طرف کترا کر نکل جاتا'' یعنی سورج کی شعاعیں شمال کی جانب سے دروازے کی مشرقی جانب سے داخل ہوتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہم نے اس سلسلے میں جو کہا ہے (کہ اس غار کا دروازہ شمال کی جانب تھا) وہ صحیح ہے۔

اور یہ اس کے لیے واضح ہے جو اس پر غور کرے اور اسے شمس و قمر اور ستاروں کی ہیئت اور چال کا علم ہو جائے کہ اگر غار کا دروازہ مشرق کی طرف ہوتا تو غروب کے وقت غار میں دھوپ داخل نہ ہو سکتی تھی اور اگر دروازہ قبلہ رخ، یعنی جنوبی سمت ہوتا تو طلوع و غروب کے وقت اس میں دھوپ داخل نہ ہو سکتی تھی اور نہ سایہ دائیں بائیں سمٹتا اور اگر دروازہ مغرب کی طرف ہوتا تو طلوع کے وقت اس میں دھوپ داخل نہ ہوتی بلکہ زوال کے بعد داخل ہوتی اور غروب آفتاب تک رہتی، اس سے بھی ہماری بات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

① تفسیر الطبری: 15/263،264.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

①

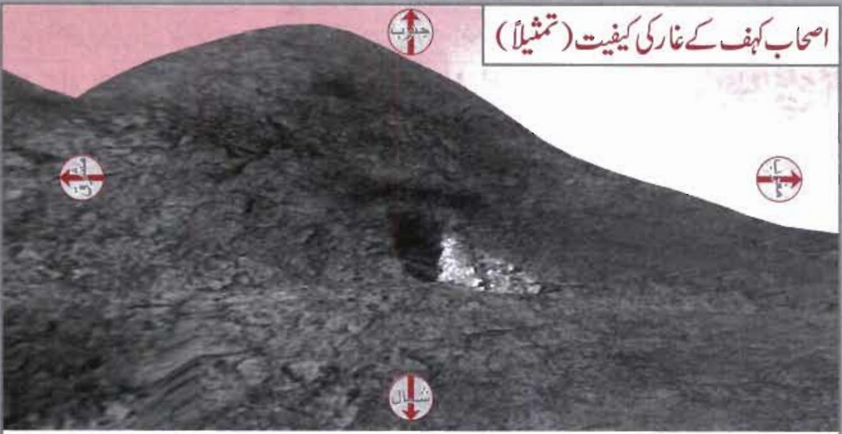

سورج طلوع ہونے کے بعد دائیں جانب شعاعیں پڑنے کا منظر

②

زوال کے وقت غار کا منظر جب شعاعیں غار پر بالکل نہ پڑتیں

③

سورج غروب ہونے کے وقت بائیں جانب شعاعیں پڑنے کا منظر

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَتَحۡسَبُهُمۡ اَيۡقَاظًا وَّهُمۡ رُقُوۡدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمۡ ذَاتَ الۡيَمِيۡنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ

اور آپ انھیں جاگتے ہوئے خیال کریں گے، حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم ان کی دائیں طرف اور بائیں طرف کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا

وَكَلۡبُهُمۡ بَاسِطٌ ذِرَاعَيۡهِ بِالۡوَصِيۡدِ ؕ لَوِ اطَّلَعۡتَ عَلَيۡهِمۡ لَوَلَّيۡتَ مِنۡهُمۡ فِرَارًا وَّلَمُلِئۡتَ

کتا (غار کے) دہانے پر اپنے دونوں بازو پھیلائے ہوئے ہے، اگر آپ انھیں جھانک کر دیکھیں تو ان سے ضرور بھاگتے ہوئے پیٹھ پھیر لیں اور آپ

مِنۡهُمۡ رُعۡبًا ⑱

ان سے رعب میں بھر دیے جائیں ⑱

غار کس علاقے میں تھا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ ﴿ تَّقۡرِضُهُمۡ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ انھیں چھوڑ دیتا ہے۔[1] اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے اور اس کی مشیت کا تقاضا ہے کہ ہم بھی فہم و تدبر سے کام لیں اور اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس غار کے بارے میں ہمیں یہ نہیں بتایا کہ یہ غار کس علاقے میں تھا کیونکہ اس کے بارے میں بتانے میں نہ کوئی فائدہ تھا اور نہ اس کا کوئی شرعی مقصد تھا۔ اگر اس میں کوئی دینی مصلحت ہوتی تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس کی طرف ہماری رہنمائی ضرور فرما دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: [مَا تَرَكۡتُ شَيۡئًا يُّقَرِّبُكُمۡ مِّنَ الۡجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُمۡ عَنِ النَّارِ إِلَّا قَدۡ بَيَّنۡتُهُ لَكُمۡ] ''میں نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو تمھیں جنت کے قریب کر دے اور جہنم سے دور کر دے مگر تمھارے لیے میں نے اسے بیان کر دیا ہے۔''[2] اللہ تعالیٰ نے اس غار کی کیفیت ہمیں بتا دی ہے اس کی جگہ نہیں بتائی کہ وہ کہاں واقع تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَتَرَى الشَّمۡسَ اِذَا طَلَعَتۡ تَّزٰوَرُ عَنۡ كَهۡفِهِمۡ ذَاتَ الۡيَمِيۡنِ ﴾ ''اور آپ سورج کو دیکھتے ہیں کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں طرف ہٹ جاتا ہے۔'' مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ ﴿ تَزٰوَرُ ﴾ کے معنی ہیں مائل ہو جائے۔ ﴿ وَاِذَا غَرَبَتۡ تَّقۡرِضُهُمۡ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمۡ فِيۡ فَجۡوَةٍ مِّنۡهُ ؕ ﴾ ''اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا (کر نکل) جاتا ہے اور وہ اس (غار) کی کھلی جگہ میں ہیں۔'' یعنی وہ غار کے اندر تھے اور دھوپ انھیں نہیں پہنچتی تھی کیونکہ اگر دھوپ انھیں پہنچتی تو ان کے جسموں اور کپڑوں کو جلا دیتی جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔[3]

﴿ ذٰلِكَ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔'' کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس غار کی طرف رہنمائی فرمائی جس میں اس نے انھیں زندہ رکھا، روشنی اور ہوا ان کے پاس داخل ہوتی تا کہ ان کے جسموں کو باقی رکھے، اسی لیے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ

① تفسير الطبري:265/15. ② المصنف لعبد الرزاق، باب القدر:125/11، حديث:20100 و شعب الإيمان للبيهقي، باب في الزهد وقصر الأمل:299/7، حديث:10376 و شرح السنة للبغوي، باب التوكل على الله عزوجل: 304/14، حديث:4113 و هداية الرواة...... الرقاق، باب التوكل والصبر:54/5، حديث:5230 و المطالب العالية، الزكاة، باب الإجمال في طلب الرزق:244/1، حديث:846. ③ تفسير الطبري:264/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ ؕ ﴾ یعنی یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پھر فرمایا: ﴿ مَنۡ یَّہۡدِ اللّٰہُ فَہُوَ الۡمُہۡتَدِ ۚ ﴾ ''جس کو اللہ ہدایت دے وہ ہدایت یاب ہے۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے جس نے ان جوانوں کو اپنی قوم میں سے ہدایت سے نوازا۔ جسے وہ ہدایت سے نوازے، وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

تفسیر آیت:18

غار میں سونا: بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں پر تھپک دیا تو ان کی آنکھوں کو بند نہ کیا تاکہ وہ بوسیدہ نہ ہوں، انھیں ہوا بھی لگتی رہی تھی، اس لیے وہ بھی ان کے جسموں کو باقی رکھنے کا سبب بنی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَتَحۡسَبُہُمۡ اَیۡقَاظًا وَّہُمۡ رُقُوۡدٌ ٭ۖ ﴾ ''اور تم ان کو خیال کرتے ہو کہ جاگ رہے ہیں، حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔'' کتے کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جب سوتا تو ایک آنکھ بند کر لیتا اور دوسری کو کھلی رکھتا ہے اور پھر نیند ہی کی حالت میں وہ کھلی آنکھ کو بند اور بند کو کھول لیتا تھا۔

﴿ وَّنُقَلِّبُہُمۡ ذَاتَ الۡیَمِیۡنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ٭ۖ ﴾ ''اور ہم ان کی دائیں اور بائیں کروٹیں بدلتے ہیں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر ان کی کروٹ نہ بدلائی جاتی تو انھیں زمین کھا جاتی۔[1] ﴿ وَکَلۡبُہُمۡ بَاسِطٌ ذِرَاعَیۡہِ بِالۡوَصِیۡدِ ؕ ﴾ ''اور ان کا کتا چوکھٹ پر دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر اور قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ الوصید کے معنی صحن کے ہیں۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی دروازے کے ہیں۔[3] یہ بھی کہا گیا ہے کہ الوصید کے معنی الصعید یعنی مٹی کے ہیں۔[4] اور صحیح بات یہی ہے کہ اس کے معنی چوکھٹ، یعنی دروازے کے ہیں، اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّہَا عَلَیۡہِمۡ مُّؤۡصَدَۃٌ ۙ﴾ (الھمزۃ 104:8) ''وہ آگ ان پر بند کر دی جائے گی۔'' یعنی اسے ان پر بند کر کے ڈھانپ دیا جائے گا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وصید اور اصید، دروازے پر کتے کے بیٹھنے کو کہتے ہیں جیسا کہ کتوں کی عادت ہے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کتا دروازے پر ان کا پہرہ دیتا تھا۔[5] جیسا کہ کتوں کی عادت ہے کہ وہ دروازے پر بیٹھ کر پہرہ دیتے ہیں۔ ان کا کتا دروازے کے باہر بیٹھا تھا کیونکہ فرشتے اس گھر میں داخل ہی نہیں ہوتے جس میں کتا ہو جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔[6] اسی طرح فرشتے اس گھر میں بھی داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر، جنبی اور کافر ہو جیسا کہ حدیث حسن ہے۔[7]

ان کی برکت ان کے کتے کو بھی شامل رہی اور اس حالت میں اس پر بھی نیند طاری ہوگئی تھی اور یہی نیک لوگوں کی صحبت کا

---

[1] تفسیر الطبری:267/15. [2] تفسیر الطبری:268,267/15. [3] تفسیر الطبری:268/15. [4] تفسیر الطبری:268/15. [5] تفسیر الطبری:267/15 والدر المنثور:392/4. [6] صحیح البخاری، اللباس، باب لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ صورۃ، حدیث:5960. [7] سنن أبی داود، الطھارۃ، باب الجنب یؤخر الغسل، حدیث:227 وسنن النسائی، الطھارۃ، باب فی الجنب إذا لم یتوضأ، حدیث:262 یاد رہے ''اور نہ جنبی'' منکر ہیں اور لفظ ''کافر'' ہمیں نہیں ملا۔ دیکھیے ضعیف سنن أبی داود للألبانی، الطھارۃ، باب الجنب یؤخر الغسل، حدیث:227.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا

اور اسی طرح ہم نے انھیں جگایا، تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے سوال کریں، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: تم کتنا (عرصہ) ٹھہرے ہو؟

يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ

وہ بولے: ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں، پھر بولے: تمھارا رب خوب جانتا ہے جتنی دیر تم ٹھہرے، چنانچہ اب تم اپنی یہ چاندی (کے سکے)

اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ

دے کر اپنا ایک آدمی شہر کی طرف بھیجو، پھر وہ دیکھے کہ اس (شہر) کا کون سا شخص طعام کے لحاظ سے پاکیزہ تر ہے، تو وہ اس میں سے تمھارے لیے

وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ⑲ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ

کچھ کھانا لے آئے، اور وہ خوب نرمی (سے بات) کرے، اور تمھارے متعلق بالکل کسی کو نہ بتائے ⑲ بلاشبہ اگر وہ تم پر مطلع ہو گئے تو تمھیں رجم کر دیں

مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ⑳

گے یا تمھیں اپنے دین میں لوٹا لیں گے اور پھر اس وقت تم ہرگز فلاح نہیں پا سکو گے کبھی بھی ⑳

فائدہ ہے کہ ان کی وجہ سے اس کتے کو بھی اہمیت حاصل ہو گئی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ اصحاب کہف میں سے ایک کا شکاری کتا تھا اور یہی بات قرین قیاس ہے ایک قول یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ بادشاہ کے باورچی کا کتا تھا۔ اس نے ان کے دین کو اختیار کر لیا تھا اور اس کا کتا بھی اس کے ساتھ ہو گیا تھا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ⑱﴾ ''اگر آپ انھیں جھانک کر دیکھتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے اور ان سے دہشت زدہ ہو جاتے۔'' اللہ تعالیٰ نے انھیں اس طرح پر ہیبت بنا دیا تھا کہ اگر ان پر کسی کی نظر پڑے تو اس پر دہشت طاری ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس لیے پر ہیبت، پر رعب بنا دیا تھا تا کہ ان کے کوئی قریب نہ آ سکے اور کوئی انھیں ہاتھ نہ لگا سکے حتی کہ ان کی وہ مدت پوری ہو جائے جس تک اللہ تعالیٰ نے انھیں سلانا چاہا تھا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ حکمت، حجت بالغہ اور بے پایاں رحمت کا مظہر تھا۔

تفسیر آیات: 20,19

بیداری کے بعد ایک شخص کو کھانا خریدنے کے لیے بھیجنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب ہم نے انھیں بیدار کیا تو ان کے جسم، بال اور کھالیں بالکل صحیح تھیں، تین سو نو سال تک سو کر اٹھنے کے بعد بھی ان کی حالت اور ہیئت میں کوئی فرق نہ آیا تھا، اسی لیے انھوں نے ایک دوسرے سے پوچھا: ﴿كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ﴾ ''تم (یہاں) کتنی مدت رہے۔'' یعنی کتنی مدت سوئے رہے ہو۔ ﴿قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ﴾ ''انھوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔'' کیونکہ غار میں وہ دن کے ابتدائی حصے میں داخل ہو گئے تھے اور آخری حصے میں بیدار ہوئے تھے، اسی لیے انھوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔ ﴿قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ﴾ ''انھوں نے کہا کہ جتنی مدت تم رہے ہو تمھارا پروردگار ہی اس کو خوب جانتا ہے۔'' یعنی تمھارے معاملے کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ سونے کی وجہ سے انھیں کچھ تردد لاحق ہو گیا تھا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَكَذٰلِكَ اَعۡثَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ لِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا ۚۤ

اور اسی طرح ہم نے (لوگوں کو) ان پر مطلع کر دیا، تاکہ وہ جان لیں کہ بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اور یقیناً قیامت، اس میں کوئی شک نہیں۔ جب

اِذۡ يَتَنَازَعُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ اَمۡرَهُمۡ فَقَالُوا ابۡنُوۡا عَلَيۡهِمۡ بُنۡيَانًا ؕ رَبُّهُمۡ اَعۡلَمُ بِهِمۡ ؕ قَالَ

(لوگ) ان کے معاملے میں باہم جھگڑ رہے تھے، تو انھوں نے کہا: ان پر ایک عمارت بنا دو، ان کا رب انھیں بہتر جانتا ہے۔ جو ان کے معاملے پر

الَّذِيۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰۤى اَمۡرِهِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيۡهِمۡ مَّسۡجِدًا ﴿21﴾

غالب ہو گئے تھے، وہ بولے: ہم ان پر ضرور ضرور ایک عبادت گاہ بنائیں گے ﴿21﴾

پھر انھوں نے اس کے بعد اس سے زیادہ اہم معاملے کی طرف توجہ کی اور وہ ان کے کھانے پینے کی ضرورت کا معاملہ تھا، اس لیے انھوں نے کہا: ﴿فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَكُمۡ بِوَرِقِكُمۡ هٰذِهٖۤ﴾ ''تو اپنے میں سے کسی ایک کو یہ چاندی (کے سکے) دے کر بھیجو۔'' یعنی اپنی یہ چاندی دے کر بھیجو۔ اپنے گھروں سے روانہ ہوتے وقت انھوں نے اپنے ساتھ چاندی کے کچھ درہم لے لیے تھے تاکہ بوقت ضرورت انھیں استعمال کر سکیں۔ ان میں سے کچھ درہم تو انھوں نے صدقہ کر دیے تھے اور کچھ ان کے پاس باقی تھے، اسی لیے انھوں نے کہا تھا کہ اپنے میں سے کسی کو یہ سکے دے کر شہر بھیجو، یعنی اپنے اس شہر میں جس سے تم نکلے ہو۔ المدینۃ کا الف لام یہاں عہد کے لیے ہے۔ ﴿فَلۡيَنۡظُرۡ اَيُّهَاۤ اَزۡكٰى طَعَامًا﴾ ''تو وہ دیکھے کہ سب سے پاکیزہ کھانا کون سا ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ﴾ الآیۃ (النور 21:24) ''اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو ایک شخص بھی تم میں پاک نہ ہو سکتا تھا۔'' اور فرمایا: ﴿قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى ۙ﴾ (الأعلی 14:87) ''بے شک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا۔''

زکاۃ کا لفظ بھی اسی سے مشتق ہے کیونکہ وہ مال کو پاک صاف کر دیتی ہے۔ ﴿وَلۡيَتَلَطَّفۡ﴾ ''اور آہستہ آہستہ آئے جائے'' یعنی جانے آنے اور خریدنے میں بہت احتیاط سے کام لے۔ اور اپنے آپ کو مقدور بھر مخفی رکھنے کی کوشش کرے۔ ﴿وَلَا يُشۡعِرَنَّ بِكُمۡ اَحَدًا ﴿19﴾ اِنَّهُمۡ اِنۡ يَّظۡهَرُوۡا عَلَيۡكُمۡ﴾ ''اور تمھارا حال کسی کو نہ بتائے، بلاشبہ اگر انھوں نے تمھاری خبر پا لی۔'' یعنی اگر انھیں تمھاری جگہ کا علم ہو گیا۔ ﴿يَرۡجُمُوۡكُمۡ اَوۡ يُعِيۡدُوۡكُمۡ فِىۡ مِلَّتِهِمۡ﴾ ''وہ تمھیں سنگسار کر دیں گے یا پھر اپنے مذہب میں داخل کر لیں گے۔'' ان کا اشارہ دقیانوس کے ساتھیوں کی طرف تھا۔ وہ ڈرتے تھے کہ انھیں ان کی اس جگہ کے بارے میں علم نہ ہو جائے کیونکہ وہ انھیں انواع واقسام کی اس طرح کی سزائیں دیں گے یا تو اپنے مذہب میں داخل کر لیں اور یا پھر یہ تکلیفیں اور سزائیں برداشت نہ کرتے ہوئے مر جائیں گے اور اگر تم نے ان کے مذہب میں داخل ہونے پر اتفاق کر لیا تو پھر تمھارے لیے دنیا و آخرت میں کوئی کامیابی نہ ہوگی، اسی لیے کہا: ﴿وَلَنۡ تُفۡلِحُوۡۤا اِذًا اَبَدًا ﴿20﴾﴾ ''اور اس وقت تم کبھی فلاح نہیں پاؤ گے۔''

تفسیر آیت: 21

اہل شہر کا مطلع ہونا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ اَعۡثَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ لِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا ۚۤ﴾ ''اور اس طرح ہم نے (لوگوں کو) ان (کے حال) سے خبردار کر دیا تاکہ وہ جانیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(جس کا وعدہ کیا جاتا ہے اس) میں کچھ شک نہیں۔'' کئی ایک ائمۂ سلف نے ذکر کیا ہے کہ اس زمانے کے لوگوں کو دوبارہ جی اٹھنے اور قیامت کے بارے میں شک تھا۔ عکرمہ کا قول ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ یہ کہتے تھے کہ روحوں کو تو دوبارہ اٹھایا جائے گا مگر جسموں کو نہیں۔ ①

ائمۂ تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ ان میں سے ایک نے جب شہر کی طرف جانے کا ارادہ کیا تاکہ ان کے کھانے کے لیے کچھ خرید لائے تو اس نے ماحول کو بہت بدلا ہوا پایا اور ان دیکھی راہوں پر چلتے ہوئے بالآخر وہ شہر میں پہنچ ہی گیا، انھوں نے اس شہر کا نام اِفْسُوس (اِفِسُس Ephesus) بیان کیا ہے۔ جانے والے کا خیال تھا کہ وہ تھوڑا عرصہ پہلے ہی اس شہر سے آیا تھا مگر اس میں اور اس شہر کے لوگوں کے درمیان تو کئی صدیاں حائل تھیں، ان کے سونے کے وقت سے لے کر اب تک تو وہاں کئی نسلیں اور کئی امتیں گزر گئی تھیں، شہر کے در و بام اور باشندے یکسر بدل گئے تھے، اس نے جو شہر دیکھا تھا اب اسے اس کی وہاں کوئی چیز بھی نظر نہ آ رہی تھی، وہ موجودہ لوگوں کے خواص و عوام میں سے کسی کو بھی جانتا پہچانتا نہیں تھا۔

وہ انتہائی حیران و پریشان ہو کر اپنے جی میں کہنے لگا: معلوم نہیں میں پاگل ہو گیا ہوں؟ یا مجھ پر کسی آسیب کا اثر ہے یا میں خواب دیکھ رہا ہوں اور پھر خود ہی کہنے لگا: نہیں، اللہ کی قسم! ایسی کوئی بات نہیں لیکن کل شام میں اس شہر کو کسی اور حالت میں چھوڑ کر گیا تھا، پھر کہنے لگا کہ زیادہ مناسب یہی ہے کہ میں جلدی سے یہاں سے چلا جاؤں، پھر وہ کھانا بیچنے والے ایک شخص کی دوکان پر گیا، اس نے رقم اس کے سپرد کی اور کہا کہ وہ اس رقم کا اسے کھانا دے دے، کھانا بیچنے والے نے جب اسے دیکھا تو اسے اجنبی دیکھا اور اس کی پیش کردہ رقم کو بھی عجیب و غریب محسوس کیا۔ اس نے یہ رقم اپنے پڑوسی کو دکھائی اور پھر اور بھی کئی لوگ جمع ہو گئے اور وہ اس رقم کا جائزہ لینے لگے اور کہنے لگے کہ شاید اسے کہیں سے کوئی خزانہ ملا ہے، پھر انھوں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہ رقم تمھیں کہاں سے ملی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو اسی شہر کا رہنے والا ہوں، میں تو یہاں سے کل شام ہی اس وقت گیا تھا جب بادشاہ دقیانوس (ڈیسیس Decius رومن بادشاہ) بھی یہاں موجود تھا، لوگوں نے اس کی یہ باتیں سن کر کہا کہ یہ شخص پاگل ہے، اسے یہ اپنے حکمران کے پاس لے گئے۔ حکمران نے اس سے اس کے حالات پوچھے، اس نے جواب دیا تو وہ بھی سن کر حیران و پریشان ہو گیا۔ بہرحال جب اس نے اپنے حالات بیان کیے تو وہ بادشاہ اور اہل شہر سب غار کی طرف روانہ ہو گئے اور جب غار کے پاس پہنچے تو یہ کہنے لگا کہ پہلے مجھے غار کے اندر جانے دو تاکہ میں اپنے ساتھیوں کو تمھاری آمد کے بارے میں بتا دوں، یہ کہہ کر یہ شخص غار میں داخل ہو گیا۔ ②

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ غار میں کس طرح داخل ہوا تھا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے معاملے کو ان لوگوں سے مخفی رکھا۔ دوسرا قول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ لوگ بھی اس غار میں داخل ہو گئے تھے اور انھوں نے انھیں دیکھا، بادشاہ نے انھیں سلام کہا اور گلے لگایا کیونکہ ایک قول کے مطابق یہ بادشاہ مسلمان تھا اور اس کا نام (تھیوڈوسِیَس Theodosius)

---

① تفسیر الطبری: 271,270/15 و تاریخ الطبری، ذکر الخبر عن أصحاب الکھف: 46/2 . ② تفسیر الطبری: 271/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَيَقُوۡلُوۡنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ‌ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ خَمۡسَةٌ سَادِسُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ رَجۡمًۢا

عنقریب (کچھ لوگ) کہیں گے: وہ تین ہیں ان کا چوتھا ان کا کتا ہے۔ اور (کچھ دوسرے) کہیں گے: وہ پانچ ہیں، ان کا چھٹا ان کا کتا ہے، بن دیکھے

بِالۡغَيۡبِ‌ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ سَبۡعَةٌ وَّثَامِنُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ‌ؕ قُلْ رَّبِّىۡۤ اَعۡلَمُ بِعِدَّتِهِمۡ مَّا

پتھر مارتے ہوئے، اور (کچھ لوگ یہ بھی) کہیں گے: وہ سات ہیں، اور ان کا آٹھواں ان کا کتا ہے۔ آپ کہہ دیجیے: میرا رب ہی ان کی گنتی سے خوب

يَعۡلَمُهُمۡ اِلَّا قَلِيۡلٌ ۙ فَلَا تُمَارِ فِيۡهِمۡ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۖ وَّلَا تَسۡتَفۡتِ فِيۡهِمۡ

واقف ہے، بہت تھوڑے لوگ ہی ان (کے حال) کو جانتے ہیں، لہٰذا آپ ان کی بابت بحث نہ کریں، سوائے سرسری بحث کے۔ اور آپ ان کی

مِّنۡهُمۡ اَحَدًا ﴿22﴾ ع 3/5/15

بابت ان میں سے کسی سے بھی نہ پوچھیں ﴿22﴾

تھا۔ اصحاب کہف اس بادشاہ سے ملاقات کر کے بہت خوش ہوئے، گفتگو سے بھی مانوس ہوئے، پھر انھوں نے اسے سلام کر کے رخصت کر دیا اور خود اپنی خوابگاہوں کی طرف لوٹ آئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری فرما دی۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.[1]

بطور یادگار غار پر مسجد بنانا: اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ اَعۡثَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ﴾ ”اور اسی طرح ہم نے (لوگوں کو) ان (کے حال) سے خبردار کر دیا۔“ یعنی ان کو ہم نے ان کی اسی کیفیت میں بیدار کر کے اس زمانے کے لوگوں کو ان سے مطلع کر دیا۔ ﴿لِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا ۚ اِذۡ يَتَنَازَعُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ اَمۡرَهُمۡ﴾ ”تاکہ وہ جانیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت (جس کا وعدہ کیا جاتا ہے اس) میں کچھ شک نہیں، اس وقت لوگ ان کے بارے میں باہم جھگڑنے لگے۔“ یعنی قیامت کے بارے میں یہ لوگ جھگڑنے لگے کہ بعض لوگ قیامت کے قائل تھے اور بعض منکر تو اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے بارے میں ان کو مطلع کر کے ان پر حجت تمام کر دی کہ قیامت کا آنا برحق ہے۔ ﴿فَقَالُوا ابۡنُوۡا عَلَيۡهِمۡ بُنۡيَانًا ؕ رَبُّهُمۡ اَعۡلَمُ بِهِمۡ ؕ﴾ ”تو کہنے لگے کہ ان (کے غار) پر عمارت بنا دو۔ ان کا پروردگار ان (کے حال) سے خوب واقف ہے۔“ یعنی غار کے دروازے کو بند کر دو، اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ﴿قَالَ الَّذِيۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰٓى اَمۡرِهِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيۡهِمۡ مَّسۡجِدًا ﴿21﴾﴾ ”جو لوگ ان کے معاملے میں غلبہ رکھتے تھے وہ کہنے لگے کہ ہم ان (کے غار) پر مسجد بنائیں گے۔“ جن لوگوں نے یہ بات کہی وہ اثر و رسوخ کے مالک تھے لیکن سوال یہ ہے کیا یہ لوگ قابلِ ستائش ہیں یا نہیں؟ یہ بات محلِ نظر ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: [لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ (وَصَالِحِيهِمْ) مَّسَاجِدَ] ”اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے، انھوں نے اپنے انبیاء (وصالحین) کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا تھا۔“[2] راوی کہتے ہیں کہ آپ ان کے اس عمل سے جو

[1] تفسیر الطبری:277/15 و تاریخ الطبری، ذکر الخبر عن أصحاب الکھف:46/2. [2] صحیح البخاری، الجنائز، باب ماجاء فی قبر النبیﷺ ......، حدیث:1390 و صحیح مسلم، المساجد و مواضع الصلاۃ، باب النھی عن بناء المسجد ......، حدیث:529 عن عائشۃ ﷺ، قوسین والا لفظ اور [إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ] ”میں تم کو اس سے روکتا ہوں“ مختلف سیاق کے ساتھ صحیح مسلم، حدیث:532 میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے کیا تھا ڈر رہے تھے۔ ①

روایت ہے کہ امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب اپنے زمانے میں عراق میں دانیال کی قبر کو پایا تو آپ نے حکم دیا کہ اسے لوگوں سے چھپا دیا جائے اور اس رقعے کو بھی دفن کر دیا جائے جو ان کی قبر کے پاس سے ملا تھا۔ ② کیونکہ اس طرح قبریں بنانے سے بہت سے فتنے وغیرہ جنم لیتے ہیں۔

تفسیر آیت :22

اصحاب کہف کی تعداد: اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے تین اقوال بیان فرمائے ہیں معلوم ہوا کہ کوئی چوتھا قول نہیں ہے۔ پہلے دونوں اقوال کو ﴿ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ﴾ ''اٹکل پچو'' کہہ کر ضعیف قرار دیا کہ یہ دونوں قول علم کے بغیر ہیں اور یہ اس طرح ہیں جیسے کوئی ایسی جگہ پتھر پھینکے جسے وہ جانتا ہی نہیں تو وہ پتھر نشانے پر نہیں لگے گا اور اگر لگ بھی جائے تو وہ بلا قصد وارادہ ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ نے تیسرا قول بیان کر کے اس سے سکوت فرمایا یا اس کی توثیق فرمائی ہے اور وہ قول یہ ہے: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ﴾ ''اور (بعض) کہیں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔'' اس سے معلوم ہوا کہ یہی قول صحیح ہے اور واقع اور نفس الامر کے عین مطابق ہے اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ ﴾ ''(اے نبی!) کہہ دیجیے: میرا پروردگار ہی ان کے شمار سے خوب واقف ہے۔'' میں اس طرف رہنمائی ہے کہ اس طرح کے موقع پر احسن بات یہ ہے کہ اس کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ اس طرح کے واقعات میں علم کے بغیر بحث کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں مطلع فرما دے تو ہم اس کے مطابق بات کریں گے اور اگر وہ مطلع نہ فرمائے تو پھر ہم بھی کوئی بات نہیں کریں گے۔

﴿ مَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴾ ''ان کو جانتے بھی ہیں تو تھوڑے ہی لوگ (جانتے ہیں۔)'' قتادہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بیان کیا ہے کہ میں بھی ان تھوڑے لوگوں میں شامل ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ ان کی تعداد سات تھی۔ ③ اسی طرح ابن جریج نے عطاء خراسانی سے ابن عباس کا قول بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ ان کی تعداد سات تھی۔ ④ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ وہ فرماتے تھے میں ان تھوڑے لوگوں میں شامل ہوں جو ان کی تعداد کو جانتے ہیں، ان کی تعداد سات تھی۔ ⑤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک یہ تمام سندیں صحیح ہیں کہ ان کی تعداد سات تھی اور یہ تعداد اس کے مطابق ہے جو ہم قبل ازیں بیان کر آئے ہیں۔ ⑥

① راوی کے یہ الفاظ دیکھیے صحیح البخاری، اللباس، باب الأکسیة والخمائص، حدیث:5816,5815 و صحیح مسلم، المساجد......، باب النھی عن بناء المسجد ...... ، حدیث: 531 عن عائشة وعبداللّٰہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔ ② دیکھیے البدایة والنھایة، شیء من خبر دانیال:38,37/2 وفتح السوس:91/7. ③ تفسیر الطبری:282/15. ④ تفسیر الطبری: 282/15. ⑤ تفسیر الطبری:282/15. ⑥ دیکھیے الکھف، آیات:10-16 کے ذیل میں عنوان: ''ایمان میں کمی بیشی''

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿23﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ز وَاذْكُرْ رَّبَّكَ

اور آپ کسی شے کے متعلق کبھی یہ نہ کہیں: بے شک میں اسے کل کرنے والا ہوں ﴿23﴾ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو

اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿24﴾

یاد کریں اور کہیں: امید ہے کہ میرا رب اس معاملے میں رشد و بھلائی سے قریب تر بات کی طرف میری رہنمائی کرے گا ﴿24﴾

﴿فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا﴾ ''تو آپ ان (کے معاملے) میں بحث نہ کریں مگر سرسری سی بحث۔'' کیونکہ اگر یہ معلوم بھی ہو جائے کہ ان کی صحیح تعداد کتنی تھی تو اس میں کوئی بڑا فائدہ نہیں ہے۔ ﴿وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿22﴾﴾ ''اور نہ ان کے بارے میں ان میں سے کسی سے کچھ دریافت ہی کریں۔'' کیونکہ انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے، یہ اس سلسلے میں جو کچھ کہتے ہیں وہ محض اٹکل پچو سے کہتے ہیں۔ ان کے پاس معصوم پیغمبر کے کلام کی کوئی سند نہیں ہے۔ اور اے محمد (ﷺ!) آپ کے پاس وہ حق آ گیا ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے، لہٰذا یہ سابقہ تمام کتابوں اور اقوال سے مقدم اور فائق ہے۔

تفسیر آیات: 24,23

مستقبل میں کسی کام کے ارادے کے وقت ''ان شاء اللہ'' کہنا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی اس ادب کی طرف رہنمائی فرمائی ہے کہ آپ مستقبل میں جب کسی چیز کے کرنے کا ارادہ فرمائیں تو اسے اللہ عزوجل کی مشیت کے سپرد کر دیں کیونکہ وہ علام الغیوب ہی جانتا ہے جو ہوا اور جو ہوگا اور جو نہیں ہوا، اس کے بارے میں بھی وہ یہ جانتا ہے کہ اگر وہ ہوتا تو کس طرح ہوتا۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ: (لَأَطُوفَنَّ) اللَّيْلَةَ عَلٰى سَبْعِينَ امْرَأَةً، وَّفِي رِوَايَةٍ: تِسْعِينَ امْرَأَةً، وَّفِي رِوَايَةٍ: مِّائَةِ امْرَأَةٍ۔ تَلِدُ كُلُّ امْرَأَةٍ مِّنْهُنَّ غُلَامًا يُّقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَقِيلَ لَهُ۔ وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ لَهُ الْمَلَكُ ۔ قُلْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، فَلَمْ يَقُلْ (فَطَافَ) بِهِنَّ فَلَمْ تَلِدْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ وَّاحِدَةٌ نِّصْفَ إِنْسَانٍ، قَالَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ: (وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ!) لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، لَمْ يَحْنَثْ وَكَانَ دَرَكًا لِّحَاجَتِهِ ۔ وَفِي رِوَايَةٍ: (وَّلَقَاتَلُوا) فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا أَجْمَعُونَ]

''حضرت سلیمان بن داود علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں آج رات ستر عورتوں کے پاس جاؤں گا۔[1] دوسری روایت میں نوے اور تیسری میں سو[2] عورتوں کا ذکر ہے۔ اور ان میں سے ہر عورت ایک ایسے بچے کو جنم دے گی جو اللہ کے رستے میں جہاد کرے گا، آپ کی خدمت میں عرض کی گئی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرشتے نے کہا۔[3] کہ آپ ان شاء اللہ کہیں مگر آپ

① صحیح البخاری، کفارات الأیمان، باب الاستثناء فی الأیمان، حدیث:6720. ② صحیح البخاری، النکاح، باب قول الرجل: لأطوفن اللیلة ......، حدیث:5242. ③ صحیح البخاری، النکاح، باب قول الرجل: لأطوفن اللیلة ......، حدیث:5242.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے نہ کہا، پس آپ ان سب عورتوں کے پاس گئے اور ان میں سے صرف ایک عورت نے نصف بچے کو جنم دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو آپ کی قسم پوری ہو جاتی اور اپنی حاجت کو حاصل کر لیتے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں [1] کہ یہ تمام شاہسوار اللہ تعالیٰ کے رستے میں جہاد کرتے۔'' [2]

اس سورت کے شروع میں قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب یہ ہے کہ نبی ﷺ سے جب اصحاب کہف کے قصے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں تمھیں اس کے بارے میں کل بتاؤں گا اور آپ نے ان شاء اللہ نہ کہا جس کی وجہ سے پندرہ دن تک وحی بند رہی تھی۔ [3] سورۂ مبارکہ کے آغاز میں اس آیت کریمہ کے سببِ نزول کے بارے میں تفصیل سے ذکر کیا جا چکا ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ [4]

یاد آنے پر ''ان شاء اللہ'' کہنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيْتَ ﴾ ''اور جب اللہ کا نام لینا بھول جائیں تو یاد آنے پر لے لیں۔'' اس کے معنی یہ ہیں کہ جب آپ ان شاء اللہ کہنا بھول جائیں تو یاد آنے پر ان شاء اللہ کہہ لیا کریں، یہ ابو عالیہ اور امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے۔ [5] ہُشَیم نے اعمش سے، انھوں نے مجاہد سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو شخص قسم کھائے اسے چاہیے کہ ان شاء اللہ کہہ دے، خواہ ایک سال بعد یاد آئے، گویا فرمان باری تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ جب اللہ کا نام لینا بھول جاؤ تو اس سلسلے میں یاد آنے پر لے لیا کرو۔ اعمش سے کہا گیا کیا تم نے اسے مجاہد سے سنا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھ سے لیث بن ابو سلیم نے بیان کیا ہے۔ [6]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو یہ فرمایا ہے کہ خواہ ایک سال بعد یاد آئے تو ان شاء اللہ کہہ لے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جب اسے ایک سال بعد یاد آئے کہ وہ اپنے کلام یا قسم میں ان شاء اللہ کہنا بھول گیا تھا تو اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اسی وقت کہہ لے تاکہ وہ ان شاء اللہ کہنے کی سنت پر عمل کر سکے، خواہ وہ اپنی قسم کو پورا نہ کر سکا ہو تو پھر بھی ان شاء اللہ کہہ دے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ سے اسی طرح منقول ہے۔ [7] اس کے یہ معنی نہیں کہ اس سے قسم کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کی یہ بات صحیح ہے اور زیادہ مناسب یہی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو بھی اسی پر محمول کیا جائے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

امام طبرانی رحمہ اللہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس آیت ﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيْتَ ﴾ کے بارے میں یہی روایت

---

① صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي ﷺ ؟......، حديث: 6639 و صحيح مسلم، الأيمان، باب الاستثناء في اليمين ......، حديث:(25)-1654 ان میں قوسین والے الفاظ کے بجائے [لَجَاهَدُوا] ہے۔ ② صحيح مسلم، الأيمان، باب الاستثناء......، حديث:(24)-1654 لیکن قوسین والے الفاظ کے بجائے [لَأُطِيفَنَّ]، [فَأَطَافَ] اور [نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ] ہے۔ ہاں، صحيح البخاري، حديث: 6639 میں بھی اسی طرح ہے۔ مگر [لَأَطُوفَنَّ] ابن کثیر کے مطابق ہے۔ ③ تفسير الطبري: 239,238/15 و السيرة النبوية لابن هشام، سؤال قريش......:302,301/1. ④ دیکھیے سورۂ کہف کی ابتدا میں عنوان: ''سبب نزول'' کے ذیل میں۔ ⑤ تفسير الطبري: 285/15. ⑥ تفسير الطبري: 285/15. ⑦ تفسير الطبري: 285/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿25﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ

اور وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور مزید نو (سال) ﴿25﴾ کہہ دیجیے: اللہ ہی خوب جاننے والا ہے اس مدت کو جتنا (عرصہ) وہ رہے، آسمانوں اور

بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ

زمین کا غیب اسی کے لیے ہے۔ وہ کیا ہی خوب ہے دیکھنے والا اور کیا ہی خوب سننے والا! ان کے لیے اس (اللہ) کے سوا کوئی بھی مددگار نہیں، اور وہ

مِنْ وَّلِیٍّ ؗ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿26﴾

اپنے حکم میں کسی کو بھی شریک نہیں کرتا ﴿26﴾

بیان کی ہے کہ جب یاد آئے تو ان شاءاللہ کہہ لیا کرو۔[1] ﴿وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿24﴾﴾ ”اور کہہ دیجیے: امید ہے کہ میرا پروردگار اس معاملے میں رشد و بھلائی سے قریب تر بات کی طرف رہنمائی کرے گا۔“ یعنی جب تم سے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال پوچھا جائے جسے آپ نہیں جانتے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیا کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کیا کریں تاکہ وہ آپ کی رہنمائی کرتے ہوئے آپ کو درست جواب بتا دے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 26,25

غار میں قیام کی مدت: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ خبر بتائی ہے کہ جب اس نے اصحاب کہف پر نیند طاری کی تو اس وقت سے لے کر انھیں بیدار کرنے اور اس زمانے کے لوگوں کو ان سے مطلع کرنے تک کی مدت قمری حساب سے تین سو نو سال اور شمسی حساب سے پورے تین سو سال ہے کیونکہ ایک سو قمری و شمسی سالوں میں تین سال کا فرق پڑ جاتا ہے، اس لیے تین سو کا عدد ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿25﴾﴾ ”اور نو اوپر“ ﴿قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ﴾ ”کہہ دیں کہ جتنا (عرصہ) وہ رہے اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے۔“ یعنی جب آپ سے ان کی مدت کے بارے میں پوچھا جائے اور آپ کو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم نہ ہو تو اس سلسلے میں اپنی طرف سے کچھ نہ کہیے بلکہ یہ ﴿قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ﴾ ”کہہ دیجیے کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے جتنا (عرصہ) وہ رہے، اسی کو آسمانوں اور زمین (کے علم) کا غیب ہے۔“ یعنی اسے صرف اللہ ہی جانتا ہے اور مخلوق میں سے وہ جانتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس سے مطلع فرما دیا ہو۔ امام مجاہد اور سلف و خلف میں سے بہت سے ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[2]

اور قتادہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ﴾ ”اور اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو سال رہے۔“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ اہل کتاب کا قول ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ﴾ ”کہہ دیجیے: جتنا (عرصہ) وہ رہے، اُسے اللہ ہی خوب جانتا ہے۔“ عبداللہ کی قراءت میں اس طرح ہے: [وَقَالُوا: وَلَبِثُوا] یعنی لوگوں نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے۔[3] مُطَرِّف بن عبداللہ نے بھی اسی طرح کہا

[1] المعجم الأوسط للطبراني: 147/5، حديث: 6872. [2] تفسير الطبري: 287/15. [3] تفسير الطبري: 287/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ مِنۡ كِتَابِ رَبِّكَ ۚؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ۫ وَلَنۡ تَجِدَ مِنۡ دُوۡنِهٖ

اور آپ اس کی تلاوت کیجیے جو کچھ آپ کے رب کی کتاب میں سے آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں، اور آپ

مُلۡتَحَدًا ﴿27﴾ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ

اس کے سوا کوئی جائے پناہ ہرگز نہیں پائیں گے ﴿27﴾ اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اس کا

وَجۡهَهٗ وَلَا تَعۡدُ عَیۡنٰكَ عَنۡهُمۡ ۚ تُرِیۡدُ زِیۡنَةَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ۚ وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا

چہرہ چاہتے ہیں اور آپ کی آنکھیں ان سے تجاوز نہ کریں کہ دنیاوی زندگی کی زینت چاہنے لگیں اور اس شخص کی اطاعت نہ کریں جس کا دل ہم نے

قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا ﴿28﴾

اپنے ذکر سے غافل کر دیا، اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا، اور اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا ہے ﴿28﴾

ہے۔ لیکن امام قتادہ کی یہ بات محل نظر ہے کیونکہ اہل کتاب کے پیش نظر جو بات ہے وہ یہی ہے کہ وہ اپنے غار میں پورے تین سو سال رہے، نو سال زیادہ نہیں اور ان کی مراد تین سو شمسی سال ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ اہل کتاب کے قول کے طور پر بیان کیا ہوتا تو پھر یہ نہ فرماتا ﴿ وَازۡدَادُوۡا تِسۡعًا ﴿25﴾ ﴾ ”اور نو اوپر“ آیت کریمہ سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے، اہل کتاب کا قول بیان نہیں فرمایا۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی بات کو اختیار کیا ہے۔[1] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿ اَبۡصِرۡ بِهٖ وَاَسۡمِعۡ ؕ ﴾ کا مفہوم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَبۡصِرۡ بِهٖ وَاَسۡمِعۡ ؕ ﴾ ”وہ کیا خوب دیکھنے والا اور کیا خوب سننے والا ہے!“ یعنی وہ انھیں خوب دیکھنے والا اور ان کی باتوں کو خوب سننے والا ہے۔ یہ صیغے مدح میں مبالغے کے لیے ہیں، گویا کہ اس طرح کہا ہے کہ مَا أَبْصَرَهُ وَأَسْمَعَهُ .[2] اور معنی کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر موجود کو خوب دیکھنے والا اور ہر بات کو خوب سننے والا ہے کہ اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ امام قتادہ سے اس کے یہ معنی مروی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر نہ کوئی دیکھنے والا ہے اور نہ سننے والا۔[3]

﴿ مَا لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّلِیٍّ ۫ وَّلَا یُشۡرِكُ فِیۡ حُكۡمِهٖۤ اَحَدًا ﴿26﴾ ﴾ ”اس کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا اور ساری کائنات میں اسی کا امر کارفرما ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کا کوئی وزیر نہیں، کوئی نصیر نہیں، کوئی شریک نہیں، کوئی مشیر نہیں، اس کی ذاتِ گرامی ان سب باتوں سے پاک ہے۔

تفسیر آیات: 28,27

تلاوتِ قرآن اور مومنوں کے ساتھ صبر کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ کتاب عزیز کی تلاوت کریں اور اسے لوگوں تک پہنچائیں۔ ﴿ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ۫ ﴾ ”اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں“ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو

① تفسير الطبري:288/15. ② تفسير الطبري:290/15. ③ تفسير الطبري:290/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی بدل نہیں سکتا، کوئی اس میں تحریف وتاویل نہیں کرسکتا۔ ﴿ وَلَنۡ تَجِدَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مُلۡتَحَدًا ﴿27﴾ ﴾ ''اور اس کے سوا تم کہیں پناہ بھی نہیں پاؤ گے۔'' مجاہد سے روایت ہے کہ ﴿ مُلۡتَحَدًا ﴾ کے معنی ملجأ، یعنی جائے پناہ کے ہیں۔ [1] قتادہ سے روایت ہے کہ اس کے معنی ولی اور مولیٰ کے ہیں۔ [2] ابن جریر کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے محمد (ﷺ!) اگر آپ نے اپنے رب کی اس کتاب کی تلاوت نہ کی جسے آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا آپ کا کوئی ملجا نہ ہوگا۔ [3]

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ ﴾ (المآئدۃ 5:67) ''اے پیغمبر! جو ارشادات اللہ کی طرف سے آپ پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دیں اور اگر ایسا نہ کیا تو آپ اللہ کا پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ ﴾ (القصص 28:85) ''(اے پیغمبر!) بلاشبہ وہ (اللہ) جس نے آپ پر قرآن (کے احکام کو) نازل کیا، یقیناً وہ آپ کو (اچھے) انجام تک پہنچانے والا ہے۔'' یعنی وہ آپ سے اس فرض کے بارے میں پوچھے گا جو اس نے تبلیغ رسالت کے بارے میں عائد کیا ہے۔

﴿ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَالۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ ﴾ ''اور جو لوگ صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کے چہرے کے طالب ہیں، ان کے ساتھ آپ اپنے آپ کو روک رکھیں۔'' یعنی آپ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ جائیں جو اللہ کا ذکر کرتے، لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ پڑھتے، تحمید وتسبیح وتکبیر کرتے اور صبح شام اس سے دعائیں کرتے ہیں، خواہ یہ بندگان الٰہی فقیر ہوں یا امیر، قوی ہوں یا ضعیف۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ آیت کریمہ ان سرداران قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ آپ اکیلے ان کے پاس بیٹھا کریں اور بلال، عمار، صہیب، خبّاب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے کمزور صحابہ ان کے پاس نہ بیٹھیں بلکہ انھیں آپ الگ مجلس میں بٹھایا کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَا تَطۡرُدِ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَالۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ ؕ ...... ﴾ الآیۃ (الأنعام 6:52) ''اور جو لوگ صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں (اور) اس کے چہرے کے طالب ہیں اُن کو (اپنے پاس سے) مت نکالیں......''

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر صبر کرتے رہیں۔ ﴿ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَالۡعَشِیِّ ﴾ ''اور جو لوگ صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کے چہرے کے طالب ہیں، ان کے ساتھ اپنے آپ کو روک رکھیں۔''

رحمٰن کے بندوں سے بے رخی نہ کرنے کی ترغیب: امام مسلم نے اپنی صحیح میں سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ ہم چھ آدمی نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مشرکین نے آپ سے کہا کہ ان لوگوں کو یہاں سے نکال دو یہ ہم

[1] تفسیر الطبری:291/15. [2] تفسیر الطبری:291/15. [3] تفسیر الطبری:291,290/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا

اور کہہ دیجیے: حق تو تمھارے رب کی طرف سے ہے، پھر جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، بلاشبہ ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار

لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ

کررکھی ہے جس کی قناتوں نے ان کا احاطہ کررکھا ہے اور اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں گے تو ایسے پانی کے ساتھ ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو

يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا (29)

تیل کی تلچھٹ کے مانند ہوگا، وہ (ان کے) چہرے بھون ڈالے گا وہ برا مشروب ہے اور وہ بری آرام گاہ ہے (29)

سے بات کی جرأت نہ کریں۔ سعد بیان کرتے ہیں کہ اس وقت نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس میں، ابن مسعود، ہذیل کا ایک شخص، بلال اور دو اور آدمی بیٹھے ہوئے تھے جن کے میں نام بھول گیا ہوں، رسول اللہ ﷺ کے دل میں بھی اس سلسلے میں خیال آیا تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ...... ﴾ الآية (الأنعام 52:6) ''اور جو لوگ صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں (اور) اس کے چہرے کے طالب ہیں ان کو (اپنے پاس سے) مت نکالیں......۔''[1] اس روایت کو صرف امام مسلم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان نہیں فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ﴾ ''اور اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹائیں، آپ دنیوی زندگی کی زیب و زینت کا ارادہ کرتے ہیں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، یعنی ان سے تجاوز کر کے دوسروں کی طرف نہ دیکھیے۔[2] اور ان کے بجائے اصحاب شرف و ثروت کو طلب نہ کیجیے۔

﴿ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا ﴾ ''اور اس شخص کا کہنا نہ مانیں جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کررکھا ہے۔'' یاد سے غافل کردینے سے مراد یہ ہے کہ اس دین سے اور دنیا میں اپنے رب کی عبادت سے غافل کردیا ہے۔

﴿ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (28) ﴾ ''اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔'' اس کے تمام اعمال و افعال احمقانہ، ناکارہ اور برباد ہیں، لہٰذا آپ اس کی بات مانیں نہ اس کے طریقے کو پسند کریں اور نہ اس کے مال و دولت پر رشک کریں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ڏ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○ ﴾ (طٰه 131:20) ''اور آپ ہرگز اپنی دونوں آنکھیں نہ اٹھائیں ان چیزوں کی طرف دنیاوی زندگی کی آرائش کے طور پر ہم نے ان کے کے گروہوں کو دے رکھی ہیں تاکہ ہم انھیں ان کے ذریعے سے آزمائیں اور آپ کے پروردگار کا عطیہ کہیں بہتر اور دیرپا ہے۔''

تفسیر آیت: 29

حق آچکا ہے تو جو کوئی اس کا انکار کرے گا......: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ سے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) آپ

[1] صحیح مسلم، فضائل الصحابة،باب فی فضل سعد بن أبی وقاص رضی الله عنه، حدیث:(46)-2413. [2] تفسیر الطبری: 292/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں سے یہ کہہ دیں کہ یہ دین جو میں تمھارے پروردگار کی طرف سے لایا ہوں یہ حق ہے اور اس میں قطعاً کوئی شک وشبہ نہیں ہے: ﴿ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾ ''جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے۔'' یہ ڈانٹ ڈپٹ اور شدید وعید ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ﴾ ''ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے، اس کی قناتیں ان کو گھیرے ہوئے ہوں گی۔'' یہاں ظالموں سے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اسی کی کتاب کے ساتھ کفر کرنے والے لوگ مراد ہیں۔ سرادق سے مراد دیواریں ہیں۔ ابن جریج نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ﴿ سُرَادِقُهَا ﴾ سے مراد جہنم کی دیواریں ہیں۔[1]

جہنمیوں کا کھانا پینا، زقوم اور تلچھٹ ہوگا: ﴿ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ﴾ ''اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ایسے پانی سے کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا اور وہ چہروں کو بھون ڈالے گا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مھل سے مراد ایسا غلیظ پانی ہے جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو۔[2] مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد خون اور پیپ ہے۔[3] عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی حرارت انتہا کو پہنچ چکی ہو۔[4] کچھ دیگر ائمہ تفسیر کا کہنا ہے کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جسے پگھلا دیا گیا ہو۔[5] قتادہ کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سونے کو بھٹی میں پگھلایا جب وہ خوب پگھل گیا اور جھاگ دینے لگا تو فرمایا کہ یہ المھل کے بہت زیادہ مشابہ ہے۔[6] ضحاک کہتے ہیں کہ جہنم کا پانی سیاہ رنگ کا ہوگا اور جہنمیوں کا رنگ بھی سیاہ ہوگا۔[7]

یہ اقوال ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں کیونکہ مھل ان تمام رذیل اوصاف کے مجموعے کا نام ہے، وہ سیاہ بھی ہے اور بدبودار بھی، غلیظ بھی ہے اور سخت گرم بھی، اس لیے فرمایا: ﴿ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ﴾ ''چہروں کو بھون ڈالے گا'' یعنی شدت حرارت کی وجہ سے وہ چہروں کو بھون ڈالے گا۔ جب کافر اسے پینے کا ارادہ کرے گا اور اسے اپنے منہ کے قریب لائے گا تو وہ اس کے چہرے کو بھون ڈالے گا حتی کہ اس کے چہرے کی کھال اس میں گر جائے گی۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ جہنمی جب بھوکے ہوں گے تو وہ فریاد کریں گے، پھر ان کی فریاد رسی زقوم کے درخت کے ساتھ کی جائے گی جسے وہ کھائیں گے اس سے ان کے چہروں کی کھالیں جھلس جائیں گی، اس کے باوجود ان کے پاس سے گزرنے والا انھیں پہچان لے گا کیونکہ ان کے چہروں سے ان کی کھالوں کی بدبو آ رہی ہوگی، پھر ان پر پیاس طاری کر دی جائے گی، وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ایسے پانی سے کی جائے گی جو مھل کی طرح ہوگا اور انتہائی شدید گرم کہ جب اسے اپنے مونہوں کے قریب کریں گے تو ان کی کھالیں اتر جائیں گی اور گوشت بھن جائے گا۔[8]

[1] تفسیر الطبری:297/15. [2] تفسیر الطبری:299/15. [3] تفسیر الطبری:298/15. [4] تفسیر الطبری:297/15 عن سعید بن جبیر. [5] تفسیر الطبری:298/15. [6] تفسیر الطبری:298/15. [7] تفسیر الطبری:299/15. [8] تفسیر الطبری:300/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿30﴾ اُولٰٓئِكَ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، یقیناً ہم اس کا اجر ضائع نہیں کرتے جس نے اچھا عمل کیا ﴿30﴾

لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

انھی لوگوں کے لیے ابدی باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہاں انھیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے

وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ

اور وہ باریک اور موٹے ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے، وہاں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ کیا اچھا بدلہ ہے

4 ع 9 16 نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿31﴾

اور وہ اچھی آرام گاہ ہے! ﴿31﴾

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پانی کی ان مذموم اور قبیح صفات ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ ﴾ ''کیسا برا ہوگا وہ پانی!'' جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴾ (محمد 47:15) ''اور کھولتا ہوا پانی انھیں پینے کو دیا جائے گا، وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴾ (الغاشیۃ 88:5) ''شدید کھولتے ہوئے چشمے سے انھیں پانی پلایا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴾ (الرحمٰن 55:44) ''وہ جہنم کے درمیان اور سخت کھولتے پانی کے درمیان چکر لگائیں گے۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿29﴾ ﴾ ''اور کیسی بری ہے آرام گاہ!'' یعنی جہنم بہت ہی بری جگہ، برا ٹھکانا اور برا مقام ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴾ (الفرقان 25:66) ''اور بے شک وہ (جہنم) برا ٹھکانا اور (برا) مقام ہے۔''

تفسیر آیات: 31,30

ایمان اور اعمال صالحہ کی جزا: اللہ تعالیٰ نے بد بخت لوگوں کے ذکر کے بعد اب ان سعادت مند لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، جنھوں نے حضرات انبیائے کرام کی تصدیق کی اور وہ ان اعمال صالحہ کو بجا لاتے رہے جن کا حضرات انبیائے کرام نے انھیں حکم دیا تھا: ﴿ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ ﴾ ''ان کے لیے ہمیشگی کے باغ ہیں۔'' ﴿ عَدْنٍ ﴾ کے معنی ہمیشگی اور اقامت کے ہیں۔ ﴿ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ﴾ ''ان کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔'' یعنی ان کے مکانوں اور بالا خانوں کے نیچے نہریں رواں دواں ہوں گی۔ فرعون نے کہا تھا: ﴿ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴾ (الزخرف 43:51) ''اور یہ نہریں میرے نیچے بہ رہی ہیں کیا تم دیکھتے نہیں؟''

پھر فرمایا: ﴿ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ ﴾ ''ان کو اس میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔'' دوسری جگہ فرمایا: ﴿ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾ (الحج 22:23) ''وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کی ریشم کی پوشاک ہوگی۔'' اور یہاں اس پوشاک کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ ﴾ ''اور وہ سبز رنگ کے باریک اور موٹے ریشم کے کپڑے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا رَّجُلَيۡنِ جَعَلۡنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ وَّحَفَفۡنٰهُمَا بِنَخۡلٍ

اور (اے نبی!) ان کے لیے ایک مثال بیان کیجیے، دو آدمی ہیں، ہم نے ان میں سے ایک کو انگوروں کے دو باغ عطا کیے اور ان کے گرد کھجوروں کی باڑ

وَّجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمَا زَرۡعًا ﴿32﴾ كِلۡتَا الۡجَنَّتَيۡنِ اٰتَتۡ اُكُلَهَا وَلَمۡ تَظۡلِمۡ مِّنۡهُ شَيۡـًٔا ۙ وَّفَجَّرۡنَا

لگا دی اور ان دونوں کے درمیان کھیتی اگائی ﴿32﴾ دونوں باغوں نے اپنا پھل دیا، اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کیا اور ان کے درمیان ہم نے ایک نہر

خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿33﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكۡثَرُ مِنۡكَ

بہائی ﴿33﴾ اور اس کے لیے پھل تھے تو وہ اپنے ساتھی سے کہنے لگا، جبکہ اس سے بحث کر رہا تھا: میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں اور جتھے میں (بھی)

مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿34﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنۡ تَبِيۡدَ

زیادہ معزز ہوں ﴿34﴾ اور وہ اپنے باغ میں داخل ہوا، جبکہ وہ اپنی جان کے لیے ظالم تھا، اس نے کہا: میں گمان نہیں کرتا کہ یہ (باغ) کبھی تباہ ہوگا ﴿35﴾

هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿35﴾ وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنۡ رُّدِدۡتُّ اِلٰى رَبِّىۡ لَاَجِدَنَّ خَيۡرًا

اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے، اور اگر (بالفرض) واقعی مجھے اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو یقیناً ضرور میں وہاں ان (باغوں)

مِّنۡهَا مُنۡقَلَبًا ﴿36﴾

سے بہتر لوٹنے کی جگہ پاؤں گا ﴿36﴾

پہنیں گے۔" قمیص کی طرح کا لباس ہوگا جو بہت ہی ملائم اور باریک ہوگا اور ﴿اِسۡتَبۡرَقٍ﴾ ایسے موٹے ریشم کو کہتے ہیں جس میں بہت چمک دمک ہو۔ ﴿مُّتَّكِـِٕيۡنَ فِيۡهَا عَلَى الۡاَرَآئِكِ﴾ "اس میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔" الاتکاء کے معنی لیٹنے کے ہیں اور ایک قول کے مطابق آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کے ہیں اور یہاں یہی معنی قرین صواب معلوم ہوتے ہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَّا أَنَا فَلَا آكُلُ مُتَّكِئًا] "میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔"[1]

أرائك، اریکہ کی جمع ہے، اس سے مراد وہ مسہری ہوتی ہے جو حجلۂ عروسی کے نیچے ہوتی ہے اور حجلہ وہ ہے جسے ہمارے زمانے کے لوگ باش خانے کے نام سے جانتے ہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ

﴿نِعۡمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿31﴾﴾ "کیا اچھا صلہ ہے اور کیسی بہتر جگہ ہے۔" یعنی جنت ان کے اعمال کی بہت اچھی جزا اور بہت بہتر جگہ ہے، بہت اچھا ٹھکانا اور بہت اچھا مقام ہے جیسا کہ جہنم کے بارے میں فرمایا تھا: ﴿بِئۡسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا ○﴾ (الکہف 29:18) "کیسا برا ہوگا وہ پانی اور کیسی بری ہوگی وہ آرام گاہ!" سورۂ فرقان میں بھی ان دونوں میں تقابل کرتے ہوئے جہنم کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنَّهَا سَآءَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○﴾ (الفرقان 44:25) "اور بے شک وہ (جہنم) برا ٹھکانا اور برا مقام ہے۔" اور پھر مومنین کی صفات ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿اُولٰٓئِكَ يُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَةَ بِمَا صَبَرُوۡا وَيُلَقَّوۡنَ فِيۡهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۙ○ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ حَسُنَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا○﴾ (الفرقان 76,75:25) "ایسے لوگوں کو بوجہ ان کی

[1] جامع الترمذي، الأطعمة، باب ماجاء في كراهية الأكل متكئا، حديث:1830 وصحيح البخاري، الأطعمة، باب الأكل متكئا، حديث:5398 میں [إِنِّي لَا آكُلُ مُتَّكِئًا] عن أبي جُحَيفة (علي بن الأقمر ﷺ) ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت قدمی کے بالا خانے ملیں گے اور ان کو وہاں دعا و سلام ملے گا، اسی میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیسا اچھا ہے وہ ٹھکانا اور مقام!''

تفسیر آیات:32-36

دولت مند مشرک اور فقیر مسلم کی مثال: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کے ذکر کے بعد جو از راہ تکبر کمزور اور مسکین مسلمانوں کی مجلس میں بیٹھنا گوارا نہیں کرتے تھے اور اپنے مال و دولت اور حسب و نسب پر بہت فخر کرتے تھے، دو آدمیوں کی مثال بیان فرمائی ہے۔ جن میں سے ایک شخص کے انگوروں کے دو ایسے باغ تھے جنھیں کھجور کے درختوں نے گھیر رکھا تھا اور ان کے درمیان کھیتیاں بھی تھیں، تمام درخت اور کھیتیاں نہایت عمدہ نسل کی تھیں اور وہ خوب خوب پیداوار دیتی تھیں، اسی لیے فرمایا: ﴿كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا﴾ ''دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے اور کسی کی پیداوار میں ذرا کمی نہ رہتی۔'' ﴿وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا﴾ ''اور ہم نے ان دونوں کے درمیان ایک ندی جاری کر رکھی تھی۔'' یعنی اسی میں ادھر ادھر ندیاں بھی رواں دواں تھیں۔ ﴿وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ﴾ ''اور اس (شخص) کے لیے پھل تھے۔'' ﴿ثَمَرٌ﴾ کا لفظ یہاں مال کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد پھل ہی ہیں اور یہی معنی زیادہ قرین صواب ہیں اور دوسری قراءت سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے جو یہ ہے: [وَكَانَ لَهٗ ثُمْرٌ] یعنی اس قراءت کے مطابق ثا پر ضمہ اور میم ساکن ہے اور اس طرح یہ ثَمَرة کی جمع ہوگی جیسے خَشَبَة کی جمع خُشُبٌ آتی ہے۔[1] دوسرے قراء نے اسے ثَمَرٌ ثا اور میم کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔[2]

مال دار فاسق و فاجر کا فخر و غرور کرنا اور اتراتے ہوئے باغ میں داخل ہونا: ﴿فَقَالَ﴾ یعنی ان دو باغوں کے مالک نے کہا: ﴿لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ﴾ ''اپنے ساتھی سے گفتگو کرتے ہوئے۔'' اس سے لڑائی جھگڑا کرتے اور فخر و غرور کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ﴿اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا﴾ ''میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور مجمع میں (بھی) زیادہ معزز ہوں۔'' یعنی میرے پاس تیری نسبت (مال) خدم و حشم اور اولاد زیادہ ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ایک فاجر و فاسق انسان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے پاس مال و دولت کی کثرت ہو اور پارٹی کے اعتبار سے اسے عزت حاصل ہو۔[3]

﴿وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ ''اور وہ اپنے حق میں ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا۔'' وہ کفر، سرکشی، تکبر، فخر و غرور اور آخرت کا انکار کرتے ہوئے اپنے باغ میں داخل ہوا اور ﴿قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا﴾ ''بولا کہ میرا تو یہ خیال نہیں کہ یہ (باغ) کبھی بھی برباد ہو۔'' وہ اپنے کھیتوں، درختوں، پھلوں اور ان میں رواں دواں نہروں کو دیکھ کر فریب خوردہ ہو گیا اور گمان کرنے لگا کہ یہ کبھی بھی فنا اور تباہ و برباد نہ ہوں گی اور اس کا یہ گمان فاسد اس کی قلت عقل، ضعفِ یقین، دنیا کی زندگی اور زینت پر اعجاب اور آخرت کے انکار کا نتیجہ تھا، اس لیے اس نے کہا: ﴿وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً﴾ ''اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت (کبھی) آئے گی۔'' یعنی کبھی برپا ہوگی۔ ﴿وَّلَىِٕنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا﴾

[1] تفسیر الطبری:306/15 و تفسیر القرطبی:403/10. [2] تفسیر الطبری:306/15 و تفسیر القرطبی:403/10. [3] تفسیر الطبری:306/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ

اس کے (مومن) ساتھی نے اس سے کہا، جبکہ اسے جواب دے رہا تھا: کیا تو اس (ذات) کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا،

ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿37﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿38﴾ وَلَوْلَاۤ اِذْ

پھر نطفے سے، پھر تجھے ٹھیک پورا مرد بنا دیا؟ ﴿37﴾ لیکن (میں تو عقیدہ رکھتا ہوں کہ) وہ اللہ ہی میرا رب ہے، اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی

دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا

شریک نہیں کرتا ﴿38﴾ اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو کیوں نہ کہا: ماشاء اللہ، لاقوۃ الا باللہ (جو اللہ نے چاہا، کوئی قوت نہیں مگر اللہ کی مدد سے)؟

وَّوَلَدًا ﴿39﴾ فَعَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ

اگر تو مجھے مال اور اولاد میں کمتر دیکھتا ہے ﴿39﴾ تو امید ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر دے اور اس (تیرے باغ) پر آسمان سے کوئی

السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿40﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿41﴾

عذاب بھیجے تو وہ (باغ) چٹیل پھسلنا میدان ہو جائے ﴿40﴾ یا اس کا پانی گہرا ہو جائے، پھر تو ہرگز اسے تلاش کرنے کی استطاعت نہیں رکھے گا ﴿41﴾

''اور اگر میں اپنے پروردگار کے پاس پہنچایا گیا (بھی) تو میں یقیناً اس (باغ) سے (بھی) بہتر جگہ پاؤں گا۔'' یعنی اگر آخرت واقعی برپا ہوئی اور ہمیں اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جانا ہوا تو وہاں میرے لیے اس سے بھی زیادہ اچھا مقام ہوگا کیونکہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز نہ ہوتا تو وہ مجھے یہ باغات عطا نہ کرتا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:50) ''اور اگر مجھے میرے پروردگار کی طرف لوٹایا گیا تو میرے لیے اس کے پاس بھی بہتری ہی ہوگی۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ ﴾ (مریم19:77) ''کیا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے ہماری نشانیوں کا کفر کیا اور کہا کہ مجھے تو مال واولاد ضرور ملے گا'' یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ کو گویا اس نے قسم دیتے ہوئے یہ کہا۔ یہ آیت کریمہ عاص بن وائل کے بارے میں نازل ہوئی تھی جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی تفصیل بیان کی جائے گی۔[1] اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ،وَبِهِ الثِّقَةُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ.

تفسیر آیات: 37-41

فقیر مومن کا جواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے مومن ساتھی نے اسے وعظ و نصیحت کرتے اور اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور فخر و غرور سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ﴾ ''کیا تو اس (ذات) کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے (پہلے) مٹی سے پیدا کیا۔'' یہ تردید ہے اس کی اس بات کی جو وہ اپنے اس رب کا انکار کرتا تھا جس نے اسے پیدا کیا تھا اور جس نے سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا تھا اور پھر اس کی نسل کو بے قدر پانی سے پیدا کیا جیسا کہ فرمایا: ﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ...... ﴾ الآیة (البقرة2:28) ''تم کس طرح اللہ کا کفر کر سکتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تمھیں زندہ کیا......'' یعنی تم اپنے رب کا کس طرح انکار کر سکتے ہو، حالانکہ اس کی دلالت

[1] دیکھیے مریم، آیت: 77 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم پر بالکل ظاہر اور واضح ہے جیسے ہر انسان خود اپنے نفس ہی سے معلوم کر سکتا ہے کیونکہ مخلوقات میں سے ہر کوئی جانتا ہے کہ پہلے اس کا کوئی ذکر تک مذکور نہ تھا، پھر اسے وجود بخشا گیا۔ اس نے خود اپنے آپ کو وجود نہیں بخشا اور نہ ہی اس کی نسبت مخلوقات میں سے کسی کی طرف کی جاسکتی ہے کیونکہ تمام مخلوقات تو خود اس کے مانند ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسے اس کے خالق نے وجود بخشا ہے اور خالق وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے، اسی لیے اس مرد مومن نے اس سے کہا: ﴿ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ ﴾ ''لیکن (میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ) وہی اللہ میرا پروردگار ہے۔'' میں وہ بات نہیں کہہ سکتا جو تم کہہ رہے ہو بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کا اعتراف کرتا ہوں ﴿ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا۝۳۸ ﴾ ''اور میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔'' کیونکہ وہ اللہ وحدہ لاشریک ہی معبود ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

کوئی بھلی چیز دیکھ کر کیا کہنا چاہیے؟ اس مرد مومن نے پھر یہ بھی کہا: ﴿ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا۝۳۹ ۚ ﴾ ''اور تو جب اپنے باغ میں داخل ہوا تو تو نے یہ کیوں نہ کہا کہ اللہ جو چاہتا ہے (وہی ہوتا ہے) اور (کسی میں) کوئی قوت نہیں سوائے اللہ (کی مدد) کے (اور) اگر چہ تو مجھے مال و اولاد میں کمتر ہی دیکھتا ہے۔'' یہ گویا اسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی ترغیب ہے کہ جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو نے باغ کو دیکھا اور اس کا منظر تجھے بہت خوش کن محسوس ہوا تو تو نے اپنے اس اللہ کا شکر کیوں ادا نہ کیا جس نے تجھ پر انعام فرمایا اور تجھے اس قدر کثرت سے مال و اولاد عطا فرمائے جو تیرے سوا کسی اور کو نہیں دیے، الغرض! تو نے اپنے باغ میں داخل ہوتے وقت یہ کیوں نہ کہا: ﴿ مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ ﴾ بعض ائمۂ سلف نے کہا ہے کہ جس شخص کو اپنے حال، مال یا اولاد میں سے کوئی چیز بہت ہی انوکھی معلوم ہو تو اسے یہ کلمات ﴿ مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ ﴾ پڑھ لینے چاہییں۔ یہ بات اسی آیت کریمہ سے ماخوذ ہے۔

ابوموسیٰ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰی كَنْزٍ مِّنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ؟] ''کیا میں تمھیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' (وہ یہ ہے) [لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ] ''اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے بغیر کسی شخص کو اللہ کی نافرمانی (اور گناہ) سے بچنے کی قدرت نہیں اور اللہ کی مدد (اور توفیق) کے بغیر کسی شخص کو اللہ کی اطاعت کی طاقت نہیں۔''[1]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَعَسٰي رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ ﴾ ''تو عجب نہیں کہ میرا پروردگار مجھے تمھارے باغ سے بہتر عطا فرمائے۔'' یعنی آخرت میں۔ ﴿ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا ﴾ ''اور اس پر بھیج دے'' یعنی دنیا ہی میں تیرے اس باغ پر بھیج دے جس کے بارے میں تو نے یہ گمان کیا ہے کہ یہ کبھی زوال پذیر اور فنا نہیں ہوگا۔ ﴿ حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

[1] صحيح البخاري، الدعوات، باب قول: لا حول ولا قوة إلا بالله، حديث:6409 وصحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب خفض الصوت......، حديث:2704 ومسند أحمد:403/4 واللفظ له.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى

اور اس کا پھل گھیر لیا (تباہ کر دیا) گیا، پھر وہ (ایسے) ہو گیا کہ اس (مال) پر اپنی ہتھیلیاں ملتا تھا جو اس نے اس میں خرچ کیا تھا، جبکہ وہ (باغ) اپنی

عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿42﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ

چھتریوں پر گرا ہوا تھا، اور وہ کہتا تھا: اے کاش! میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرتا﴿42﴾ اور اس کے لیے کوئی ایسا گروہ نہیں تھا جو اللہ

يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿43﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ط

کے سوا اس کی مدد کرتے اور نہ وہ (خود ہم سے) بدلہ لینے والا تھا﴿43﴾ وہاں تو تمام اختیار اللہ سچے ہی کے لیے ہیں، وہ ثواب (دینے) میں بہتر اور انجام

هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿44﴾ ع 5 13 17

کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے﴿44﴾

ضحاک اور قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آسمان سے عذاب آئے۔[1]

اور امام مالک رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ سے بھی روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے عذاب بھیج دے۔ اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد ایسی زبردست اور خوفناک بارش ہے جو کھیتیوں اور درختوں کو بیخ و بُن سے اکھاڑ کر تباہ و برباد کر ڈالے، اس لیے کہا: ﴿فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿40﴾﴾ ''تو وہ صاف میدان ہو جائے۔'' صاف میدان ہو جائے جس کی مٹی ایسی ملائم ہو کہ اس میں قدم نہ جمتا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایسا بنجر میدان بن جائے جس میں کوئی چیز نہیں اگتی۔[2] ﴿اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا﴾ ''یا اس (کی نہر) کا پانی گہرا ہو جائے۔'' یعنی زمین میں گہرا ہو جائے۔ غائر، نابع کی ضد ہے، نابع اس پانی کو کہتے ہیں جو زمین کی سطح کے اوپر آنا چاہتا ہے اور غائر اس کو کہتے ہیں جو زمین کے نچلے حصے کی طرف جانا چاہتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ○﴾ (الملك 30:67) ''کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو اگر تمھارا پانی (جو تم پیتے ہو اور برتتے ہو) گہرا ہو جائے تو (اللہ کے سوا) کون ہے جو تمھارے لیے شیریں پانی کا چشمہ بہا لائے؟'' جو جاری و ساری اور رواں دواں ہو۔ اور یہاں فرمایا: ﴿اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿41﴾﴾ ''یا اس (کی نہر) کا پانی گہرا ہو جائے تو پھر تم اسے نہ لا سکو۔'' غور مصدر ہے بمعنی غائر اور غائر کی نسبت یہ زیادہ بلیغ ہے۔

تفسیر آیات:42-44

کفر کا بدترین انجام: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ﴾ ''اور اس کا پھل گھیر لیا (تباہ کر دیا) گیا۔'' دوسرے قول کے مطابق اس کے مالوں اور پھلوں کو عذاب نے آ گھیرا۔ مقصود یہ ہے کہ کافر اسی انجام سے دو چار ہوا جس کا ڈر تھا اور جس سے مرد مومن نے بھی اسے ڈرایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے باغ پر عذاب نہ بھیج دے جس پر اسے بڑا ناز ہے اور جس نے اسے اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیا ہے: ﴿فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا﴾ ''تو جو مال اس نے اس پر خرچ کیا تھا، اس پر (حسرت

[1] تفسیر الطبری:309/15. [2] تفسیر الطبری:309/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے) ہاتھ ملتے رہ گیا۔'' قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ کف افسوس ملتا تھا اور ان مالوں کے ضائع ہونے کا اسے غم تھا جو اس نے باغ پر خرچ کیے تھے۔[1] ﴿ وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ ﴾ ''اور کہنے لگا کہ کاش! میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا، اور (اس وقت) کوئی جماعت اس کی (مددگار) نہ ہوئی۔'' اس کے رشتے دار یا بیٹے جن پر اسے بڑا ناز اور فخر تھا اس کے کسی کام نہ آسکے۔[2] ﴿ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ط ﴾ ''اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مددگار نہ ہوئی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔ وہاں تو تمام اختیار اللہ سچے ہی کا ہے۔''

﴿ هُنَالِكَ ﴾ اور ﴿ الْوَلَايَةُ ﴾ کی مختلف قراءتیں: قراء کا اس میں اختلاف ہے، بعض نے تو ﴿ هُنَالِكَ ﴾ پر وقف کیا ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اس جگہ اس کا کوئی حامی و ناصر نہ تھا جہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا، عذاب الٰہی سے کوئی اسے بچا نہ سکا، اس صورت میں یہ قراء ﴿ هُنَالِكَ ﴾ پر وقف کرتے اور ﴿ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ط ﴾ سے آغاز کرتے ہیں۔ بعض قراء ﴿ مُنْتَصِرًا ۝ ﴾ پر وقف کر کے ﴿ هُنَالِكَ ﴾ سے آغاز کرتے ہیں، پھر ﴿ الْوَلَايَةُ ﴾ کی قراءت میں بھی اختلاف ہے بعض نے اسے واو کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے، اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے: هُنَالِكَ الْمُوَالَاةُ لِلّٰهِ یعنی جب عذاب الٰہی آجائے گا تو پھر ہر شخص، خواہ وہ مومن ہو یا کافر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا، اس کی دوستی کا اظہار کرے گا اور اس کے سامنے خشوع و خضوع اختیار کرے گا۔[3] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ ﴾ (المؤمن 84:40) ''پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس سے ہم انکار کرتے ہیں۔'' جیسا کہ فرعون کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ ﴾ (یونس 91,90:10) ''یہاں تک کہ جب اس کو غرق (کے عذاب) نے آ پکڑا تو کہنے لگا: میں اس پر ایمان لایا کہ جس (اللہ) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں (اور) یقیناً اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں۔ (جواب ملا کیا) اب (ایمان لاتا ہے؟)، حالانکہ تو پہلے نافرمانی کرتا رہا اور فساد کرنے والوں میں سے تھا۔''

بعض قراء نے ولایت کو واو کے کسرے کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ حکومت صرف اللہ برحق کی ہے۔[4] اور پھر بعض نے حق کو ولایت کی صفت ہونے کی وجہ سے مرفوع پڑھا ہے۔[5] جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ط وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝ ﴾ (الفرقان 26:25) ''اس دن سچی بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر (سخت) مشکل ہوگا۔'' اور بعض نے حق کے ''ق'' کو اللہ عزوجل کی صفت ہونے کی وجہ سے

---

[1] تفسیر الطبری:311/15. [2] تفسیر الطبری:312/15 و تفسیر القرطبی:411/10. [3] تفسیر الطبری:312/15 و تفسیر القرطبی:411/10. [4] تفسیر الطبری:312/15 و تفسیر القرطبی:411/10. [5] تفسیر الطبری:312/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ

اور ان کے لیے دنیاوی زندگی کی مثال بیان کیجیے: جیسے پانی (مینہ)، جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا، پھر اس سے زمین کی نباتات

الۡاَرۡضِ فَاَصۡبَحَ هَشِيۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ مُّقۡتَدِرًا ﴿45﴾

خوب مل جل گئی، پھر وہ چورا چورا ہو گئی جسے ہوائیں اڑائے جاتی ہیں، اور اللہ ہر شے پر بہت قدرت رکھنے والا ہے ﴿45﴾ مال اور بیٹے

اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِيۡنَةُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ

تو دنیاوی زندگی کی زینت ہیں، اور آپ کے رب کے ہاں باقی رہنے والی نیکیاں ہی ثواب میں بہتر ہیں اور امید لگانے کے اعتبار

ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ اَمَلًا ﴿46﴾

سے (بھی) بہتر ہیں ﴿46﴾

مجرور پڑھا ہے۔[1] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ رُدُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ مَوۡلٰٮهُمُ الۡحَـقِّ ؕ ...... ﴾ الآیة (الأنعام 62:6) ''پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک برحق اللہ تعالیٰ کے پاس واپس بلائے جائیں گے......۔''

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿هُوَ خَيۡرٌ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ عُقۡبًا ﴿44﴾﴾ ''اسی کا صلہ بہتر اور (اسی کا) بدلہ اچھا ہے۔'' یعنی وہ اعمال جو اللہ تعالیٰ کے لیے انجام دیے جائیں ان کا صلہ بہت بہتر اور ان کا انجام قابل ستائش اور قابل تعریف ہے کہ یہ اعمال سراپا خیر ہیں۔

تفسیر آیات: 46,45

دنیاوی زندگی کی مثال: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ﴾ ''اور ان سے بیان کریں'' یعنی اے محمد (ﷺ!) آپ لوگوں سے بیان کر دیں ﴿مَّثَلَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا﴾ ''دنیاوی زندگی کی مثال'' جو زوال پذیر، فنا پذیر اور ختم ہو جانے کے اعتبار سے ﴿كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ﴾ ''ایسی ہے جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا تو اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی۔'' زمین میں جو دانہ ڈالا گیا اس میں روئیدگی پیدا ہوئی اور جب اس پر پھول پھل آئے اور وہ سرسبزی و شادابی کی بہار دکھانے لگا تو بہت بھلا نظر آنے لگا مگر اس سب کچھ کے بعد ایک ایسا وقت آیا کہ ﴿فَاَصۡبَحَ هَشِيۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُ ؕ﴾ ''پھر وہ چورا چورا ہو گیا کہ ہوائیں اسے اڑاتی پھرتی ہیں'' کبھی اسے دائیں طرف گرا دیتی ہیں اور کبھی اٹھا کر بائیں طرف پھینک دیتی ہیں۔ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ مُّقۡتَدِرًا ﴿45﴾﴾ ''اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔'' وہ اسے سرسبزی و شادابی بخشنے پر بھی قادر ہے اور تباہی و بربادی سے دوچار کر دینے پر بھی۔

اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر دنیاوی کی زندگی کی یہی مثال بیان فرمائی ہے، مثلاً: سورۂ یونس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا مَثَلُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ مِمَّا يَاۡكُلُ النَّاسُ وَالۡاَنۡعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الۡاَرۡضُ زُخۡرُفَهَا وَازَّيَّنَتۡ وَظَنَّ اَهۡلُهَاۤ اَنَّهُمۡ قٰدِرُوۡنَ عَلَيۡهَاۤ ۙ اَتٰٮهَاۤ اَمۡرُنَا لَيۡلًا اَوۡ نَهَارًا فَجَعَلۡنٰهَا

[1] تفسیر الطبری: 312/15 و تفسیر القرطبی: 411/10.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝﴾ (یونس 24:10) ''دنیاوی زندگی کی مثال مینہ کی سی ہے کہ ہم نے اس کو آسمان سے برسایا، پھر اس کے ساتھ مل کر سبزہ نکلا جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں، یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوش نما اور آراستہ ہوگئی اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں۔ ناگہاں رات کو یا دن کو ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے اس کو کاٹ (کر ایسا کر) ڈالا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ جو لوگ غور کرنے والے ہیں، ان کے لیے ہم (اپنی قدرت کی) نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔''

سورۂ زمر میں فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ۝﴾ (الزمر 21:39) ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس کو زمین میں چشمے بنا کر جاری کیا، پھر اس سے کھیتی اگاتا ہے جس کے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں، پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تم اس کو دیکھتے ہو (کہ) زرد (ہوگئی ہے)، پھر اسے چورا چورا کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔'' سورۂ حدید میں ہے: ﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝﴾ (الحدید 20:57) ''جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل، تماشا اور زینت (و آرائش) اور تمھارے آپس میں فخر (وستائش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (وخواہش) ہے (اس کی مثال ایسے ہے) جیسے بارش (کہ اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے، پھر وہ خوب زور پر آتی ہے، پھر (اے دیکھنے والے) تو اس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے، پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں (کافروں کے لیے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لیے) اللہ کی طرف سے بخشش اور خوش نودی ہے اور دنیا کی زندگی تو صرف متاع فریب ہے۔'' اور حدیث صحیح میں ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) [اَلدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ] ''دنیا شیریں وشاداب ہے۔''[1]

اللہ کی عبادت اموال واولاد سے بہتر ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝﴾ (آل عمران 14:3) ''لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں، یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں (مگر) یہ سب دنیاوی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ

[1] صحیح مسلم، الرقاق، باب أکثر أهل الجنة الفقراء......، حدیث:2742 عن أبي سعید الخدري رضي الله عنه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿ (التغابن 15:64) ''بلاشبہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو آزمائش ہے اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا اور اس کی عبادت کے لیے فارغ ہو جانا مال و دولت میں مشغول ہو جانے، دنیا کی دولت جمع کرنے اور مال و دولت سے محبت کرنے کی نسبت بدرجہا بہتر ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿46﴾﴾ ''اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمھارے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔''

﴿وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ﴾ سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر اور کئی ایک ائمۂ سلف کا قول ہے کہ ''باقیات صالحات'' سے مراد نماز پنجگانہ ہے۔[1] عطاء بن ابورَباح اور سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''باقیات صالحات'' سے مراد یہ کلمات ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ[2] امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ''باقیات صالحات'' سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ ان سے مراد یہ کلمات ہیں: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ[3]

امام احمد نے رسول اللہ ﷺ کے ایک آزاد کردہ غلام سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [بَخٍ بَخٍ لِّخَمْسٍ مَّا أَثْقَلَهُنَّ فِي الْمِيزَانِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالْوَلَدُ الصَّالِحُ يُتَوَفّٰى فَيَحْتَسِبُهُ وَالِدُهُ، وَقَالَ: بَخٍ بَخٍ لِّخَمْسٍ، مَّنْ لَّقِيَ اللّٰهَ مُسْتَيْقِنًا بِهِنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ: يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَبِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْحِسَابِ] ''بہت خوب، بہت خوب! یہ پانچ چیزیں میزان میں کس قدر بھاری ہوں گی: (1) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (2) وَاللّٰهُ أَكْبَرُ (3) سُبْحَانَ اللّٰهِ (4) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور (5) وہ نیک بچہ جو فوت ہو جائے اور اس کا والد اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے۔ اور آپ نے فرمایا: (حسب ذیل) پانچ چیزیں بہت خوب ہیں جو ان کے ساتھ یقین رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو جنت میں داخل ہو جائے گا: وہ (1) اللہ (2) یوم آخرت (3) جنت و جہنم (4) بعث بعد الموت اور (5) حساب پر ایمان رکھتا ہو۔''[4]

علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''باقیات صالحات'' سے مراد اللہ کا ذکر: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَتَبَارَكَ اللّٰهُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، اسْتَغْفِرُاللّٰهَ، صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ اور روزہ، نماز، حج، صدقہ، غلام آزاد کرنا، جہاد، صلہ رحمی اور دیگر تمام اعمال حسنہ ہیں، پس وہ باقیات صالحات ہیں جو اپنے انجام دینے والوں کے لیے جنت میں اس وقت تک باقی رہیں گے جب تک آسمان و زمین باقی رہیں گے۔[5]

---

[1] تفسیر الطبری: 315/15. [2] تفسیر الطبری: 316/15-318. [3] مسند أحمد: 71/1. [4] مسند أحمد: 443/3 و 237/4 و مجمع الزوائد، الأذكار، باب ماجاء في الباقيات الصالحات ونحوها: 101/10، حديث: 16843 عن أبي سلمة ﷺ راعي رسول الله ﷺ و الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 430/24. [5] تفسیر الطبری: 318/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ

اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف کھلی (میدان کی طرح) دیکھیں گے، اور ہم ان کو اکٹھا کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے

اَحَدًا ﴿47﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ

کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے ﴿47﴾ اور وہ آپ کے رب کے سامنے صف بستہ پیش کیے جائیں گے (کہا جائے گا:) یقیناً تم ہمارے پاس (ایسے) آئے

بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿48﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ

ہو جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ تم سمجھتے تھے کہ ہم تمھارے لیے وعدے کا کوئی وقت مقرر نہیں کریں گے ﴿48﴾ اور (ہر ایک کا) اعمال نامہ

مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً

(سامنے) رکھ دیا جائے گا، پھر آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس کے مندرجات (تحریر) سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری کم بختی!

وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ

کیسا ہے یہ اعمال نامہ جو نہیں چھوڑ رہا کسی چھوٹے اور نہ بڑے (عمل) کو مگر اس نے اسے شمار کر رکھا ہے۔ اور انھوں نے جو عمل کیے تھے حاضر پائیں

6 ع 5 18 رَبُّكَ اَحَدًا ﴿49﴾ ع

گے۔ اور آپ کا رب کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا ﴿49﴾

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے مراد پاکیزہ گفتگو ہے۔[1] عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ تمام اعمال صالحہ ہی باقیات صالحات ہیں۔[2] امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو پسند فرمایا ہے۔[3]

تفسیر آیات: 47-49

قیامت کی ہولناکیاں: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور اس دن وقوع پذیر ہونے والے بڑے بڑے امور کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝﴾ (الطور 52:9,10) ''جس دن آسمان کپکپا کر لرزنے لگیں گے اور پہاڑ (خوف ناک طریقے سے) چلنے لگیں۔'' یعنی اپنی جگہ سے ہل جائیں گے، ٹل جائیں گے اور زوال پذیر ہو جائیں گے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ ......﴾ الآیة (النمل 27:88) ''اور آپ پہاڑوں کو دیکھتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ (اپنی جگہ پر) کھڑے ہیں مگر وہ (اس روز) اس طرح گزر جائیں گے جیسے بادل......۔'' اور فرمایا: ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝﴾ (القارعة 101:5) ''اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی (رنگین) اون۔'' اور فرمایا: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۝﴾ (طٰہٰ 20:105-107) ''اور وہ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دیجیے: اللہ ان کو اڑا کر بکھیر دے گا اور زمین کو ہموار میدان کر چھوڑے گا جس میں نہ تم کجی (اور پستی) دیکھو گے نہ ٹیلا (اور بلندی۔)''

[1] تفسیر الطبری:15/318. [2] تفسیر الطبری:15/318. [3] تفسیر الطبری:15/318.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ پہاڑ ختم ہو جائیں گے، زمین ہموار ہو جائے گی۔ ﴿ قَاعًا صَفْصَفًا ﴾ (طٰهٰ 106:20) ''ہموار میدان'' جس کی سطح مستوی ہوگی جس میں کوئی نشیب وفراز نہ ہوگا، وادیاں ہوں گی نہ پہاڑ، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ﴾ ''اور آپ زمین کو صاف میدان دیکھیں گے۔'' صاف اور کھلے میدان کی طرح ہوگی جس میں کسی کی ملکیت کا کوئی نشان نہ ہوگا اور نہ چھپنے کے لیے کسی کے پاس کوئی مکان ہوگا، سب کی سب مخلوق اپنے رب کے سامنے عیاں ہوگی، ان میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے چھپ نہ سکے گا۔ مجاہد اور قتادہ ﴿ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس میں چھپنے اور غائب ہونے کی کوئی جگہ نہ ہوگی۔[1] قتادہ کا یہ بھی قول ہے کہ اس میں کوئی عمارت یا کوئی درخت نہ ہوگا۔[2]

﴿ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴾ ''اور ان (لوگوں) کو ہم جمع کر لیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔'' یعنی اگلے پچھلے تمام لوگوں کو جمع کر لیں گے اور ان میں سے کسی بھی چھوٹے بڑے کو نہیں چھوڑیں گے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۥ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ﴾ (الواقعة 56:49،50) ''کہہ دیجیے: بے شک پہلے اور پچھلے (سب) ایک روز مقررہ وقت پر جمع کیے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝ ﴾ (هود 11:103) ''یہ وہ دن ہوگا جس میں سب اکٹھے کیے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جس میں سب (اللہ کے روبرو) حاضر کیے جائیں گے۔''

فرشتے بھی حضور ایزدی میں قطار اندر قطار کھڑے ہوں گے: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ﴾ ''اور سب آپ کے پروردگار کے سامنے قطار در قطار لائے جائیں گے۔'' اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ہی صف میں کھڑی ہوں گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ ﴾ (النبا 78:38) ''جس دن روح (الامین) اور (دیگر) فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو (اللہ) رحمان اجازت بخشے اور اس نے بات بھی درست کہی ہو۔'' اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ تمام مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے صفوں کی صورت میں کھڑا کیا جائے جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ ﴾ (الفجر 89:22) ''اور آپ کا پروردگار جلوہ فرما ہوگا اور فرشتے قطار باندھے (کھڑے) ہوں گے۔'' فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ ''(تو ہم ان سے کہیں گے کہ) البتہ تحقیق جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا (اسی طرح آج) تم ہمارے سامنے آئے ہو۔'' یہ منکرینِ آخرت کے لیے تمام مخلوقات کے سامنے بہت سخت ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش ہوگی، اسی لیے اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہو کر فرمائے گا: ﴿ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴾ ''لیکن تم نے تو یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم تمھارے لیے (قیامت کا) کوئی وقت مقرر نہیں کریں گے۔'' یعنی تمھارے تو

[1] تفسیر الطبری:319/15. [2] تفسیر الطبری:319/15 و تفسیر ابن أبی حاتم:2365/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ تمھیں اس صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا اور ایک نہ ایک دن یہ وقت ضرور آ کر رہے گا۔

مجرموں کا دم بخود کھڑے ہونا اور سربستہ رازوں کا کھلنا: فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ﴾ اور (عملوں کی) کتاب (کھول کر) رکھی جائے گی۔'' یعنی کتاب اعمال جس میں جلیل وحقیر اور چھوٹے بڑے تمام اعمال لکھے ہوں گے۔ ﴿فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ﴾ تو تم گناہ گاروں کو دیکھو گے کہ وہ اس کے مندرجات سے ڈر رہے ہوں گے۔'' یعنی اپنے ان قبیح اعمال اور برے افعال کی وجہ سے جن کی مکمل تفصیل اس میں درج ہوگی۔ ﴿وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا﴾ ''اور کہیں گے: ہائے شامت!'' حسرت وافسوس اس کوتاہی پر جو ہم نے اپنی زندگی میں کی تھی۔ ﴿مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا﴾ ''یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں) مگر اسے لکھ رکھا ہے۔'' یعنی چھوٹا یا بڑا عمل اور گناہ ایسا نہیں جسے اس نے محفوظ اور ضبط نہ کر رکھا ہو۔ ﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا﴾ ''اور جو عمل کیے ہوں گے سب کو حاضر پائیں گے۔'' یعنی تمام اچھے برے اعمال جو انھوں نے کیے ہوں گے انھیں اپنے سامنے لکھا ہوا موجود پائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ﴾ الآية (آل عمرٰن 3:30) ''جس دن ہر شخص اپنے اعمال کی نیکی کو موجود پالے گا اور ان کی برائی کو بھی (دیکھ لے گا)......''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ (القيمة 75:13) ''اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑیں ہوں گے سب بتا دیے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَاۗىِٕرُ﴾ (الطارق 86:9) ''جس دن (دلوں کے) بھید جانچے جائیں گے۔'' یعنی دلوں کے بھیدوں اور خفیہ باتوں کو ظاہر کر دیا جائے گا۔

غدار کا ذلیل ورسوا ہونا: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهِ] ''غداری کرنے والے ہر شخص کے لیے قیامت کے دن جھنڈا ہوگا جس کے ساتھ وہ پہچانا جائے گا۔'' [1] یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے۔ [2]

اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ (عِنْدَ اسْتِهِ) يُرْفَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرِهِ] [يُقَالُ: هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ] ''ہر غداری کرنے والے کے لیے روز قیامت اس کی سرین کے پاس اس کی غداری کے مطابق ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غداری ہے۔'' [3]

اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ بھر ظلم کرتا ہے، نہ کرے گا: فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور آپ کا پروردگار

---

[1] مسند أحمد: 142/3 و 270. [2] صحيح البخاري، الحيل، باب إذاغصب جارية ......، حديث: 6966 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما و صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب تحريم الغدر، حديث: 1737 عن أنس رضی اللہ عنہ. [3] پہلا حصہ صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب تحريم الغدر، حديث: (16)-1738 کے مطابق ہے جبکہ قوسین والے الفاظ، حديث: 1738 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ میں اور دوسرا حصہ صحيح البخاري، الأدب، باب مايدعى الناس......، حديث: 6177 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مطابق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔'' وہ اپنے بندوں کے تمام اعمال کا فیصلہ فرمائے گا مگر اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا بلکہ معاف فرمائے گا، درگزر کرے گا اور رحم فرمائے گا اور اپنی قدرت و حکمت اور عدل کے مطابق جسے چاہے گا عذاب بھی دے گا اور کفار اور گناہ گاروں سے جہنم کو بھر دے گا، پھر گناہ گاروں کو بھی جہنم سے نجات دے دے گا اور کافروں کو اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رکھے گا، وہ ایسا حاکم ہے جو کسی پر قطعاً کوئی ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ (النسآء 4:40) ''اللہ کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کرتا اور اگر نیکی (کی) ہوگی تو اس کو دو چند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝ ﴾ (الأنبیآء 21:47) ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو کھڑے کریں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو لا موجود کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔'' اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

ہر ایک کو اس کا پورا پورا حق دیا جائے گا: امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن محمد بن عقیل کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ مجھے ایک شخص کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس کے پاس ایک ایسی حدیث ہے جسے اس نے نبی ﷺ سے سنا ہے تو میں نے ایک اونٹ خریدا، اس پر کجاوا کسا اور ایک مہینے کے سفر کے بعد میں ان کے پاس شام میں پہنچ گیا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص عبداللہ بن اُنیس ہیں۔ میں نے دربان سے کہا کہ انھیں بتاؤ کہ دروازے پر جابر ہیں، اس نے پوچھا: ابن عبداللہ؟ میں نے جواب دیا: ہاں، وہ اپنے کپڑے کو گھسیٹتے ہوئے باہر نکلے تو انھوں نے مجھے اور میں نے انھیں گلے لگایا۔ میں نے کہا کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آپ کے پاس قصاص سے متعلق ایک ایسی حدیث ہے جسے آپ نے رسول ﷺ سے سنا ہے، مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ سے اس حدیث کے سننے سے پہلے آپ کا انتقال نہ ہو جائے یا میں نہ فوت ہو جاؤں (اس لیے میں اس حدیث کو سننے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں) انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

[يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - أَوْ قَالَ: الْعِبَادُ - عُرَاةً غُرْلًا بُهْمًا، قَالَ: قُلْنَا: وَمَا بُهْمًا؟ قَالَ: لَيْسَ مَعَهُمْ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنَادِيهِمْ بِصَوْتٍ (يَّسْمَعُهُ مَنْ بَعُدَ كَمَا يَسْمَعُهُ مَنْ قَرُبَ): أَنَا الْمَلِكُ، أَنَا الدَّيَّانُ، وَلَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ النَّارِ أَنْ يَّدْخُلَ النَّارَ، وَلَهُ عِنْدَ أَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَقٌّ حَتّٰى أَقُصَّهُ مِنْهُ، وَلَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ وَلِأَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ النَّارِ عِنْدَهُ حَقٌّ حَتّٰى أَقُصَّهُ مِنْهُ حَتَّى اللَّطْمَةَ، قَالَ قُلْنَا: كَيْفَ وَإِنَّا إِنَّمَا نَأْتِي اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عُرَاةً غُرْلًا بُهْمًا؟ قَالَ: بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ]

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو — یا فرمایا کہ بندوں کو — اس طرح جمع فرمائے گا کہ وہ عریاں، غیر مختون اور بُہم ہوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ اِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ کَانَ مِنَ الۡجِنِّ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا: تم آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا، چنانچہ اس نے اپنے

فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّہٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوۡنَہٗ وَ ذُرِّیَّتَہٗۤ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِیۡ وَ ہُمۡ لَکُمۡ

رب کے حکم کی نافرمانی کی، کیا پھر (بھی) تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو جبکہ وہ تمھارے دشمن ہیں؟ وہ

عَدُوٌّ ؕ بِئۡسَ لِلظّٰلِمِیۡنَ بَدَلًا ﴿50﴾

(شیطان) ظالموں کے لیے بطور بدل برا ہے ﴿50﴾

گے۔ میں نے پوچھا کہ بُہم کا کیا مطلب۔ انھوں نے کہا (اس کا مطلب یہ ہے کہ) ان کے ساتھ کوئی چیز نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سب کو ایسی آواز کے ساتھ بلائے گا جس کو قریب و بعید کے سب لوگ یکساں طور پر سنیں گے اور فرمائے گا: میں ہوں بادشاہ، میں ہوں حاکم۔ کوئی جہنمی اس وقت تک جہنم میں داخل نہیں ہوسکتا کہ اس کا اہل جنت میں سے کسی پر کوئی حق ہو اور میں اس سے اس کا حق اسے دلا نہ دوں اور نہ کوئی جنتی اس وقت تک جنت میں داخل ہوسکتا ہے کہ اس کا اہل جہنم میں سے کسی پر کوئی حق ہو اور میں اس سے اس کا حق اسے دلا نہ دوں حتی کہ اگر کسی کا ایک تھپڑ مارنے کا حق ہو تو وہ بھی اسے دلا دیا جائے گا۔ راوی نے کہا کہ ہم نے عرض کی کہ حق کس طرح دلایا جائے گا جبکہ ہم تو اللہ عزوجل کے پاس اس حالت میں آئیں گے کہ برہنہ پاؤں، برہنہ جسم اور غیر مختون ہوں گے اور ہمارے پاس کوئی چیز بھی نہ ہوگی! تو آپ نے فرمایا: حقوق نیکیوں اور برائیوں کی صورت میں ادا کیے جائیں گے۔‘‘[1]

شعبہ نے عوّام بن مُراجم سے، انھوں نے ابوعثمان سے اور انھوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ الْجَمَّاءَ لَتُقَصُّ مِنَ الْقَرْنَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ’’قیامت کے دن بے سینگ بکری کا سینگوں والی بکری سے بھی بدلہ لیا جائے گا۔‘‘[2] اسے عبداللہ بن امام احمد نے روایت کیا ہے۔[3] اور اس کے دیگر سندوں سے بھی کئی شواہد موجود ہیں۔[4]

تفسیر آیت:50

قصۂ آدم و ابلیس: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ ابلیس کو ان سے بے حد عداوت ہے جیسا کہ وہ قبل ازیں ان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی دشمن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سرزنش بھی کی ہے جو ابلیس کی پیروی کریں، اپنے خالق اور اپنے آقا و مولا کی نافرمانی کریں۔ یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ انسان کو پیدا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اپنے لطف و کرم سے اسے رزق عطا فرمایا مگر اس سب کچھ کے باوجود وہ ابلیس کا دوست اور اپنے اللہ کا دشمن بن جاتا ہے! ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ﴾ ’’اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا۔‘‘ یعنی تمام فرشتوں کو جیسا کہ سورۂ بقرہ کے آغاز میں قبل ازیں

---

[1] مسند أحمد:495/3 اور قوسین والے الفاظ صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنۡفَعُ ......﴾ (سبا 23:34)......، قبل الحدیث:7481. [2] مسند البزار:41,40/2، حدیث:387 . [3] مسند أحمد:72/1. [4] صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحریم الظلم، حدیث:2582 و مسند أحمد:235/2 عن أبی ہریرة رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا جا چکا ہے[1] کہ ﴿ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ﴾ ''آدم کو سجدہ کرو۔'' یہ تشریف وتکریم اور تعظیم کا سجدہ تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ ﴾ (الحجر 29,28:15) ''اور جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں، جب اس کو (صورت انسانیہ میں) درست کرلوں اور اس میں روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔''

اور فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ ﴾ ''تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا۔'' یعنی اس کی اصلیت نے اس کی مخالفت کی اور اسے دھوکا دیا کیونکہ اسے آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا تھا جبکہ فرشتے نور سے پیدا ہوئے تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُّورٍ وَّ خُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ، وَّ خُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ] ''فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، جنّوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا اور آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جسے تمھارے سامنے بیان کیا جا چکا ہے۔''[2] (ضرب المثل ہے) ''بوقتِ ضرورت برتن سے وہی کچھ چھلکتا ہے جو اس میں ہو۔'' چنانچہ اس موقع پر ابلیس کو بھی اس کی اصلیت نے دھوکا دیا (اور اسے سجدہ نہ کرنے دیا)۔ اس نے فرشتوں کے افعال شروع کر کے ان کے ساتھ مشابہت اختیار کر لی تھی اور عبادت وریاضت شروع کر دی تھی، اس لیے وہ بھی اس خطاب میں داخل تھا جو فرشتوں کے لیے تھا مگر اس نے مخالفت کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرما کر کہ وہ جنات میں سے تھا، اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اسے آگ سے پیدا کیا گیا تھا جیسا کہ اس نے خود بھی کہا تھا: ﴿ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ ﴾ (صٓ 76:38) ''میں اس سے بہتر ہوں (کہ) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے بنایا۔''

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابلیس لمحہ بھر کے لیے بھی فرشتوں میں سے نہ تھا کیونکہ وہ تو جنات کی اصل تھا جیسا کہ آدم علیہ السلام انسانوں کی اصل ہیں۔ اسے امام ابن جریر نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔[3]

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ ﴾ ''تو وہ اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے خارج ہو گیا، فسق کے معنی خروج کے ہیں۔ فَسَقَتِ الرُّطَبَةُ اس وقت کہا جاتا ہے جب کھجور اپنے خوشوں سے نکل آئے اور فَسَقَتِ الْفَأْرَةُ مِنْ جُحْرِهَا اس وقت کہتے ہیں جب چوہا چیزیں خراب کرنے کے لیے اپنے بل سے باہر نکل آئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی اطاعت وفرماں برداری کرنے والوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ ﴾ ''کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو؟'' یعنی میرے بجائے تم ان کو دوست بناتے ہو، اسی

---

[1] دیکھیے آیت:34 کے ذیل میں۔ [2] صحیح مسلم، الزهد والرقائق، باب فی أحاديث متفرقة، حديث: 2996. [3] تفسیر الطبری:323/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ

میں نے انھیں نہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں گواہ حاضر کیا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے میں، اور میں گمراہ کرنے والوں کو بازو

الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿51﴾

(مددگار) بنانے والا نہیں ﴿51﴾

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ

اور جس دن وہ (اللہ) کہے گا: پکارو میرے ان شریکوں کو جنھیں تم (میرا شریک) سمجھتے تھے، پھر وہ انھیں پکاریں گے مگر وہ انھیں کوئی جواب نہ دیں گے،

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿52﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ

اور ہم ان کے درمیان ہلاکت گاہ بنا دیں گے ﴿52﴾ اور مجرم آگ کو دیکھیں گے تو یقین کریں گے کہ بے شک وہ اس میں گرنے والے ہیں، اور وہ اس

7 ع 4 19 يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿53﴾ ع

سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے ﴿53﴾

لیے فرمایا: ﴿ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿50﴾ ﴾ ''اور (شیطان کی دوستی) ظالموں کے لیے (اللہ کی دوستی کا) برا بدل ہے۔'' یہ مقام اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے سورۂ یٰسٓ میں قیامت اور اس کی ہولناکیوں اور سعادت مند و بد بخت لوگوں کے انجام کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ○ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ○ ﴾ (یٰسٓ 36:59-62) ''اے گناہ گارو! اور تم آج الگ ہو جاؤ، اے آدم کی اولاد! ہم نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا وہ تمھارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا، پس یہ سیدھا رستہ ہے اور اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر دیا تھا تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے۔''

تفسیر آیت: 51

مشرک جنھیں پکارتے ہیں وہ ذرے کے بھی مالک نہیں: مشرکوں کے معبودوں کو کسی چیز کی تخلیق کے وقت نہیں بلایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ جنھیں تم نے مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا لیا ہے یہ تو تمھاری طرح میرے غلام ہیں، یہ کسی چیز کے مالک نہیں، میں نے انھیں آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے وقت بلایا بھی نہیں تھا اور یہ اس وقت موجود ہی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمام اشیاء کو صرف میں ہی پیدا کرتا، میں ہی ان کی تدبیر کرتا اور ان کے اندازے مقرر کرتا ہوں، میرا نہ کوئی شریک ہے اور نہ وزیر، کوئی مشیر ہے اور نہ کوئی نظیر جیسا کہ فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ○ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ﴾ (سبا 34:22,23) ''کہہ دیجیے: جن کو تم اللہ کے سوا (معبود) خیال کرتے ہو ان کو بلاؤ، وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں اور نہ ان دونوں میں ان کی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہی ہے۔ اور اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہاں (کسی کے لیے) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔"

اس لیے یہاں فرمایا: ﴿ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝51 ﴾ "اور میں ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناتا۔"

مالک کہتے ہیں کہ ﴿ عَضُدًا ۝51 ﴾ کے معنی اعوان و مددگار کے ہیں۔

تفسیر آیات: 53,52

شرکاء کی جواب سے عاجزی اور مجرمین کی آگ پر حاضری: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کے طور پر مشرکوں سے مخاطب ہو کر فرمائے گا: ﴿ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ ﴾ "میرے شریکوں کو جن کی نسبت تم گمان (اُلوہیت) رکھتے تھے بلاؤ!" دنیا میں جن کے بارے میں تم یہ گمان رکھتے تھے، آج انھیں بلاؤ تا کہ وہ تمھیں اس سے نجات دلائیں جس میں تم مبتلا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 94:6) "اور البتہ تحقیق جیسا ہم نے تم کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا ایسا ہی آج اکیلے اکیلے ہمارے پاس آئے اور جو (مال ومتاع) ہم نے تمھیں عطا فرمایا تھا وہ سب اپنی پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے اور ہم تمھارے ساتھ تمھارے سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم خیال کرتے تھے کہ وہ تمھارے (شفیع اور ہمارے) شریک ہیں (آج) تمھارے آپس کے سب تعلقات منقطع ہو گئے اور جو دعوے تم کیا کرتے تھے سب جاتے رہے۔" فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ ﴾ "تو وہ ان کو بلائیں گے مگر وہ ان کو کچھ جواب نہ دیں گے۔" جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ ...... ﴾ الآية (القصص 64:28) "اور کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ تو وہ ان کو پکاریں گے اور وہ ان کو جواب نہ دے سکیں گے......" اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ (الأحقاف 6,5:46) "اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور ان کو ان کے پکارنے ہی کی خبر نہ ہو اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کر دیں گے۔" اور فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝ ﴾ (مریم 82,81:19) "اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں تا کہ وہ ان کے لیے موجب عزت ہوں، ہرگز نہیں وہ (معبودانِ باطلہ) ان کی پرستش سے انکار کریں گے اور ان کے دشمن (ومخالف) ہوں گے۔" فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝52 ﴾ "اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔" ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور کئی ایک ائمۂ سلف نے فرمایا ہے کہ ﴿ مَّوْبِقًا ۝52 ﴾ کے معنی ہلاکت کی جگہ کے ہیں۔[1]

[1] تفسیر الطبری: 328/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گمراہ و ہدایت یافتہ کو الگ الگ اور مجرموں کو جدا کر دیا جائے گا: بہر حال معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ان مشرکوں کے لیے اپنے ان معبودوں تک پہنچنے کی کوئی سبیل نہ ہوگی جن کو وہ دنیا میں مانتے تھے۔ آخرت میں ان میں اور ان کے معبودوں میں جدائی ڈال دی جائے گی، ان میں سے کوئی فریق دوسرے تک نہیں پہنچ سکے گا بلکہ دونوں میں ہلاکت کی جگہ بنا دی جائے گی۔ اگر ﴿ بَيْنَهُمْ ﴾ کی ضمیر کا مرجع مومنوں اور کافروں کو قرار دیا جائے جیسا کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اہل ہدایت و ضلالت میں فرق کر دیا جائے گا۔ [1] تو یہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ ۝ ﴾ (الروم 14:30) ''اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس روز وہ الگ الگ فرقے ہو جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ۝ ﴾ (الروم 43:30) ''اس روز (سب) لوگ منتشر ہو جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ۝ ﴾ (یٰسٓ 59:36) ''اور الگ ہو جاؤ آج اے مجرمو!'' اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ۝ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ۝ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ ۚ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ ﴾ (یونس 10:28-30) ''اور جس دن ہم سب لوگوں کو جمع کریں گے، پھر مشرکوں سے کہیں گے: تم اور تمھارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو، پھر ہم ان کے درمیان جدائی ڈال دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے: تم ہماری عبادت تو کرتے ہی نہیں تھے، چنانچہ ہمارے اور تمھارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے، بے شک ہم تمھاری عبادت سے بالکل غافل تھے۔ وہاں ہر شخص جانچ لے گا جو کچھ اس نے پہلے (دنیا میں) کیا تھا اور وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے، اور وہ سب کچھ ان سے جاتا رہے گا جو وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے۔''

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا أَنَّهُمْ مُوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿٥٣﴾ ﴾ ''اور گناہ گار لوگ دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں اور اس سے بچنے کا کوئی رستہ نہ پائیں گے۔'' یعنی جب وہ جہنم کو اس وقت دیکھیں گے جب اسے ستر ہزار زنجیروں کے ساتھ جکڑ کر لایا جائے گا اور ہر زنجیر کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔ [2] ﴿ وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ ﴾ ''اور گناہ گار لوگ دوزخ کو دیکھیں گے'' تو انھیں یقین ہو جائے گا کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں۔ جہنم کا مشاہدہ انھیں اس لیے کرایا جائے گا تاکہ اس میں پڑنے سے پہلے ہی غم و حزن میں مبتلا ہو جائیں کیونکہ عذاب میں مبتلا ہونے سے پہلے اس کے خوف کا طاری ہو جانا بھی عذاب ہی ہے۔ ﴿ وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿٥٣﴾ ﴾ ''اور اس سے بچنے کا کوئی رستہ نہ پائیں گے۔'' ان کے لیے کوئی ایسا رستہ نہ ہوگا جو انھیں دوزخ سے ہٹا کر دور لے جائے بلکہ وہ ضرور اسی میں داخل ہو کر رہیں گے۔

---

[1] تفسير الطبري:328/15 . [2] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها ......، باب جهنم أعاذنا الله منها، حديث: 2842 عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِیۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِلنَّاسِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ ؕ وَکَانَ الۡاِنۡسَانُ

اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے پھیر پھیر کر ہر قسم کی مثال بیان کی ہے، اور انسان تمام چیزوں سے

اَکۡثَرَ شَیۡءٍ جَدَلًا ﴿54﴾

زیادہ جھگڑالو ہے ﴿54﴾

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰی وَیَسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِیَهُمۡ

اور لوگوں کو ایمان لانے سے نہیں روکا جب ان کے پاس ہدایت آگئی اور اپنے رب سے استغفار کرنے سے مگر (اس بات نے) کہ (وہ چاہتے ہیں)

سُنَّةُ الۡاَوَّلِیۡنَ اَوۡ یَاۡتِیَهُمُ الۡعَذَابُ قُبُلًا ﴿55﴾ وَمَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِیۡنَ

انھیں پہلے لوگوں کا (سا) معاملہ پیش آئے، یا ان پر عذاب بالکل سامنے آجائے ﴿55﴾ اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر (لوگوں کو) خوشخبری دینے والے اور

وَمُنۡذِرِیۡنَ ۚ وَیُجَادِلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِالۡبَاطِلِ لِیُدۡحِضُوۡا بِهِ الۡحَقَّ وَاتَّخَذُوۡۤا

ڈرانے والے، اور کافر لوگ تو باطل طریقے سے جھگڑتے ہیں تاکہ اس کے ساتھ حق کو باطل کر دیں اور انھوں نے ہماری آیات کو اور جس چیز سے

اٰیٰتِیۡ وَمَاۤ اُنۡذِرُوۡا هُزُوًا ﴿56﴾

ڈرائے گئے اس کو استہزا بنا لیا ﴿56﴾

تفسیر آیت: 54

قرآن میں بیان کردہ مثالیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ہم نے اس قرآن میں تمام امور کو نہایت وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے تاکہ وہ حق سے دور اور راہ ہدایت سے گمراہ نہ ہوں لیکن اس بیان وفرقان کے باوجود انسان بہت جھگڑالو ہے اور وہ باطل کے ساتھ حق کا مقابلہ کرتا رہتا ہے، البتہ ان لوگوں کا طرز عمل مختلف ہے جن کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دے اور راہ نجات کی بصیرت سے نواز دے۔ امام احمد نے علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور اپنی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور آپ نے فرمایا: [اَلَا تُصَلِّیَانِ؟] ''کیا تم نماز نہیں پڑھتے؟'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں جب وہ ہمیں اٹھانا چاہے تو اٹھا دیتا ہے۔ جب میں نے یہ بات کہی تو آپ واپس تشریف لے گئے اور میری بات کا کوئی جواب نہ دیا، میں نے سنا کہ آپ جب واپس تشریف لے جا رہے تھے تو اپنی ران پر ہاتھ مارتے اور فرماتے جا رہے تھے: ﴿وَکَانَ الۡاِنۡسَانُ اَکۡثَرَ شَیۡءٍ جَدَلًا ﴿54﴾﴾ ''اور انسان سب چیزوں سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔''[1] اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

تفسیر آیات: 56,55

کفار کی سرکشی: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ کفار قدیم وجدید ہر دور میں سرکشی کرتے اور روشن نشانیاں اور واضح دلائل

[1] مسند أحمد: 112/1. [2] صحیح البخاری، التهجد، باب تحریض النبی ﷺ علی قیام اللیل ......، حدیث: 1127 وصحیح مسلم، صلاة المسافرین......، باب الحث علی صلاة اللیل ......، حدیث: 775.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات سے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ موڑ لے اور جو کچھ اس کے دونوں ہاتھوں نے

اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ

آگے بھیجا ہے اسے بھول جائے، بے شک ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں اس سے کہ وہ اس (قرآن) کو سمجھیں اور ان کے کانوں

تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿57﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ

میں گرانی (ڈال دی۔) اور اگر آپ انھیں ہدایت کی طرف بلائیں تو تب وہ ہرگز ہدایت نہ پائیں گے کبھی بھی ﴿57﴾ اور آپ کا رب خوب بخشنے والا، رحمت

لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ

والا ہے۔ اگر وہ ان کے کیے پر انھیں پکڑے تو یقیناً ان کے لیے عذاب جلدی لائے، بلکہ ان کے لیے وعدے کا (مقرر) وقت ہے، وہ ہرگز اس سے

يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿58﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا

(بچنے کی) کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے ﴿58﴾ اور یہ بستیاں ہم نے انھیں ہلاک کیا جب انھوں نے ظلم کیا، اور ہم نے ان کی ہلاکت کے لیے ایک مقرر

8 ع 6 20 لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿59﴾

وقت طے کیا تھا ﴿59﴾

دیکھنے کے باوجود واضح اور ظاہر حق کی تکذیب کرتے رہے ہیں۔ اتباعِ حق سے انھیں صرف اس بات نے روکا کہ انھوں نے مطالبہ کیا تھا کہ جس عذاب کی آمد کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ اس کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ انھوں نے اپنے نبی سے کہا تھا: ﴿ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۟ؕ﴾ (الشعرآء 187:26) ''اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لا گراؤ۔'' دوسروں نے کہا: ﴿ ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝﴾ (العنکبوت 29:29) ''اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ۔'' کفار قریش نے کہا: ﴿ اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝﴾ (الأنفال 32:8) ''اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب بھیج۔'' اور ﴿ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ؕ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝﴾ (الحجر 7,6:15) ''اور (کفار) کہتے ہیں کہ اے شخص جس پر نصیحت (کی کتاب) نازل ہوئی ہے تو تو دیوانہ ہے اگر تو سچا ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا۔'' اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ ''سوائے اس کے کہ (اس بات کے منتظر ہوں کہ) انھیں بھی پہلوں کا سا معاملہ پیش آئے۔'' یعنی عذاب آجائے اور ان سب کو اپنی گرفت میں لے لے۔ ﴿ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿55﴾﴾ ''یا ان پر عذاب سامنے آجائے۔'' اور اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ﴾ ''اور ہم پیغمبروں کو صرف اس لیے بھیجا کرتے ہیں کہ (لوگوں کو اللہ کی نعمتوں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوش خبریاں سنائیں اور (عذاب سے) ڈرائیں۔'' عذاب سے پہلے پیغمبروں کو بھیجا جاتا ہے تاکہ وہ ان کو خوش خبری سنائیں جو ان کو سچا مانیں اور ان کے ساتھ ایمان لائیں اور ان کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں جو ان کی تکذیب و مخالفت کریں، پھر کفار کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ ﴾ ''اور جو کافر ہیں وہ باطل (کی سند) سے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو شکست دے دیں۔'' یعنی اس حق کو کمزور کر دیں جو پیغمبران کے پاس لے کر آئے تھے مگر یہ ایسا ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ ﴿ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنذِرُوا هُزُوًا ﴾ ''اور انھوں نے ہماری آیتوں کو اور جس چیز سے ان کو ڈرایا جاتا ہے، ہنسی بنالیا۔'' یعنی انھوں نے ان دلائل و براہین اور معجزات کو جن کے ساتھ پیغمبروں کو مبعوث کیا گیا تھا اور اس عذاب کو جس سے پیغمبروں نے ڈرایا تھا ہنسی مذاق بنالیا تھا اور یہ تکذیب کی انتہا ہے۔

تفسیر آیات: 57-59

سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو نصیحت کے بعد اعراض کرے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے مگر وہ ان سے منہ پھیر لے، انھیں بھلا دے اور ان کی طرف قطعاً کوئی توجہ نہ دے۔ ﴿ وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ﴾ ''اور جو اعمال وہ آگے کر چکا اس کو بھول گیا۔'' یعنی اپنے برے اعمال اور قبیح افعال کو۔ ﴿ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ ﴾ ''ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے اس سے کہ اسے سمجھ سکیں۔'' یعنی اس قرآن و بیان کو سمجھ نہ سکیں۔ ﴿ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ﴾ ''اور ان کے کانوں میں ثقل (پیدا کر دیا ہے کہ سن نہ سکیں۔)'' یعنی معنوی ثقل پیدا کر دیا تاکہ رشد و ہدایت کی باتیں سن نہ سکیں۔ ﴿ وَإِن تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ فَلَن يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا ﴾ ''اور اگر آپ ان کو رستے کی طرف بلائیں تو کبھی بھی رستے پر نہ آئیں گے۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ﴾ ''اور آپ کا پروردگار بخشنے والا صاحب رحمت ہے۔'' اے محمد (ﷺ!) آپ کا پروردگار بخشنے والا اور بے پایاں رحمت والا ہے۔ ﴿ لَوْ يُؤَاخِذُهُم بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ﴾ ''اگر وہ ان کے کرتوتوں پر ان کو پکڑنے لگے تو ان پر جھٹ عذاب بھیج دے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِن دَابَّةٍ ...... ﴾ الآیة (فاطر 45:35) ''اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑنے لگتا تو زمین کی پشت پر ایک جاندار نہ چھوڑتا......'' اور فرمایا: ﴿ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ ﴾ (الرعد 6:13) ''اور آپ کا پروردگار لوگوں کو باوجود ان کے ظلم کے معاف کر دینے والا ہے اور بے شک آپ کا پروردگار بہت سخت عذاب دینے والا ہے۔'' اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ حلم سے کام لیتا، اپنے بندوں کے عیوب کی پردہ پوشی کرتا اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ بعض کو رشد و ہدایت عطا فرما دیتا ہے اور جو شخص اپنی سرکشی و ضلالت ہی پر اڑا رہے تو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا دن بھی تیار کر رکھا ہے جس کی ہولناکیوں کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور تمام حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے، اسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿60﴾

اور جب موسیٰ نے اپنے جوان (یوشع بن نون) سے کہا: میں تو چلتا ہی رہوں گا، حتی کہ [مَجْمَعُ الْبَحْرَيْنِ] ''دو دریاؤں کے سنگم'' پر پہنچ جاؤں، یا میں

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿61﴾ فَلَمَّا

مدت ہائے دراز گزاروں (چلتا رہوں) ﴿60﴾ پھر جب وہ دونوں ان دونوں (دریاؤں) کی آپس میں ملنے کی جگہ پر پہنچے، (تو) وہ اپنی مچھلی بھول گئے، سو

جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿62﴾ قَالَ

اس نے دریا میں اپنا راستہ سرنگ نما بنا لیا ﴿61﴾ پھر جب وہ دونوں آگے گزر گئے تو اس (موسیٰ) نے اپنے جوان سے کہا کہ ہمیں ہمارا ناشتہ دے، بلاشبہ

اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ

یقیناً اپنے اس سفر سے ہم تھکاوٹ سے دوچار ہوئے ہیں ﴿62﴾ وہ بولا: بھلا آپ نے دیکھا جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو بے شک میں مچھلی

اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿63﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا

بھول گیا، اور مجھے وہ نہیں بھلائی مگر شیطان ہی نے کہ میں اسے یاد رکھوں، اور اس نے عجیب طرح دریا میں اپنا راستہ بنایا ﴿63﴾ اس نے کہا: یہی تو ہے

عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿64﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا

جو ہم تلاش کر رہے تھے، پھر وہ اپنے قدموں کے نشانات کی اتباع کرتے ہوئے لوٹے ﴿64﴾ چنانچہ ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿65﴾

بندے (خضر) کو پایا، جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت دی تھی اور ہم نے اسے اپنے پاس سے (خاص) علم سکھایا تھا ﴿65﴾

لیے فرمایا: ﴿ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿58﴾ ﴾ ''مگر ان کے لیے وعدے کا وقت (مقرر) ہے کہ اس کے عذاب سے کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔'' اللہ تعالیٰ کے بجائے ان کے لیے کوئی جائے پناہ اور ٹھکانا نہ ہوگا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ﴾ ''اور یہ بستیاں (جو ویران پڑی ہیں) جب انھوں نے (کفر سے) ظلم کیا تو ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔'' یعنی سابقہ امتوں اور قوموں کو ہم نے ان کے کفر و عناد کی وجہ سے ہلاک کر دیا تھا۔ ﴿ وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿59﴾ ﴾ ''اور ہم نے ان کی تباہی کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا تھا۔'' ہم نے ان کے لیے ایک مدت معلوم اور وقت معین مقرر کر رکھا تھا جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی تھی، اسی طرح مشرکو! تم بھی ڈرو کہیں تم بھی اسی طرح عذاب کی لپیٹ میں نہ آ جاؤ جس میں یہ سابقہ امتیں مبتلا ہو گئی تھیں کیونکہ تم نے تو اشرف رسول اور اعظم نبی ﷺ کی تکذیب کی ہے اور تم ہمارے نزدیک ان سے زیادہ معزز نہیں ہو، لہٰذا میرے عذاب اور میرے ڈرانے سے ڈرو!

تفسیر آیات: 65-60

موسیٰ و خضر علیہما السلام کا واقعہ: موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد، یعنی یوشع بن نون سے یہ اس لیے فرمایا تھا کہ آپ سے کہا گیا تھا کہ مجمع البحرین میں اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا بندہ ہے جن کے پاس وہ علم ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہیں ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے پسند فرمایا کہ سفر کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوں، اسی لیے انھوں نے اپنے شاگرد سے فرمایا: ﴿ لَآ اَبْرَحُ ﴾ ''میں چلتا رہوں گا۔'' یعنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلسل چلتا رہوں گا۔ ﴿ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ ﴾ ''جب تک میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں۔'' یعنی اس جگہ نہ پہنچ جاؤں جہاں دو دریا ملتے ہیں۔ ﴿ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝ ﴾ ''خواہ برسوں چلتا رہوں۔'' یعنی خواہ عرصۂ دراز تک چلتا رہوں۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عربی زبان کے بعض علماء کا کہنا ہے کہ بنو قیس کی لغت میں حقب ایک سال کو کہتے ہیں۔① پھر انھوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حُقُبَة کے معنی اسی (80) سال ہیں۔② اور مجاہد کا قول ہے اس سے مراد ستر (70) سال ہیں۔③ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حقب ایک زمانے کو کہتے ہیں۔④ قتادہ اور ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔⑤

مچھلی کا دریا میں چھلانگ لگانا اور ان کا منزل مقصود کو پالینا: ﴿ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا ﴾ ''چنانچہ جب وہ دونوں (دریاؤں) کے ملنے کے مقام پر پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے۔'' موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک بھنی ہوئی مچھلی بھی اپنے ساتھ لے لیں اور جہاں مچھلی گم ہو جائے تو اسی جگہ وہ بندہ ملے گا۔ موسیٰ و یوشع (علیہما السلام) دونوں چلتے رہے حتی کہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر پہنچ گئے، اسی مقام پر وہ چشمہ ہے جسے چشمۂ حیات کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں وہاں سو گئے۔ مچھلی پر وہاں جب پانی کے چھینٹے پڑے تو اس میں حرکت پیدا ہوئی، یہ مچھلی اس وقت یوشع علیہ السلام کے پاس ایک تھیلے میں تھی، مچھلی نے تھیلے سے باہر نکل کر دریا میں چھلانگ لگا دی، یوشع علیہ السلام بیدار ہو گئے اور انھوں نے مچھلی کے تعاقب میں پانی میں چلنا شروع کر دیا، ان کے لیے پانی طاق کی طرح تھا اور پانی آپس میں ملتا نہیں تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝ ﴾ ''تو اس نے دریا میں سرنگ کی طرح اپنا رستہ بنا لیا۔'' یعنی اس طرح جیسے زمین میں سرنگ ہوتی ہے۔ ابن جریج نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے نشانات اس طرح تھے جیسے پتھر ہو۔⑥ محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: [مَا انْجَابَ مَاءٌ مُّنْذُ كَانَ النَّاسُ غَيْرُهٗ ثَبَتَ مَكَانُ الْحُوتِ الَّذِي فِيهِ فَانْجَابَ كَالْكُوَّةِ حَتّٰى رَجَعَ إِلَيْهِ مُوسٰى ، فَرَأٰى مَسْلَكَهٗ، فَقَالَ: ﴿ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ﴾] ''مچھلی کی اس جگہ کے سوا پانی کبھی بھی نہیں پھٹا تھا اور مچھلی کی جگہ ایسی ہی سرنگ کی طرح رہی حتی کہ جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو اس جگہ سے پانی پھٹ کر طاق کی طرح ہو گیا جس سے موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی کے رستے کو دیکھ لیا تو فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ﴾ ''یہی تو (وہ مقام) ہے جسے ہم چاہتے تھے۔''⑦

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَمَّا جَاوَزَا ﴾ ''پھر جب وہ دونوں آگے گزر گئے۔'' یعنی جب اس جگہ سے آگے چلے گئے جہاں وہ مچھلی بھول گئے تھے، اگرچہ مچھلی بھولے صرف یوشع بن نون تھے مگر نسیان کی نسبت دونوں کی طرف کی گئی ہے جس

---

① تفسیر الطبری:337/15 وتفسیر القرطبی:10/11. ② تفسیر الطبری:337/15. ③ تفسیر الطبری:337/15.
④ تفسیر الطبری:337/15. ⑤ تفسیر الطبری:338/15. ⑥ تفسیر الطبری:339/15. ⑦ تفسیر الطبری: 339/15.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجمع البحرین

موسیٰ علیہ السلام اور خضر کی ملاقات

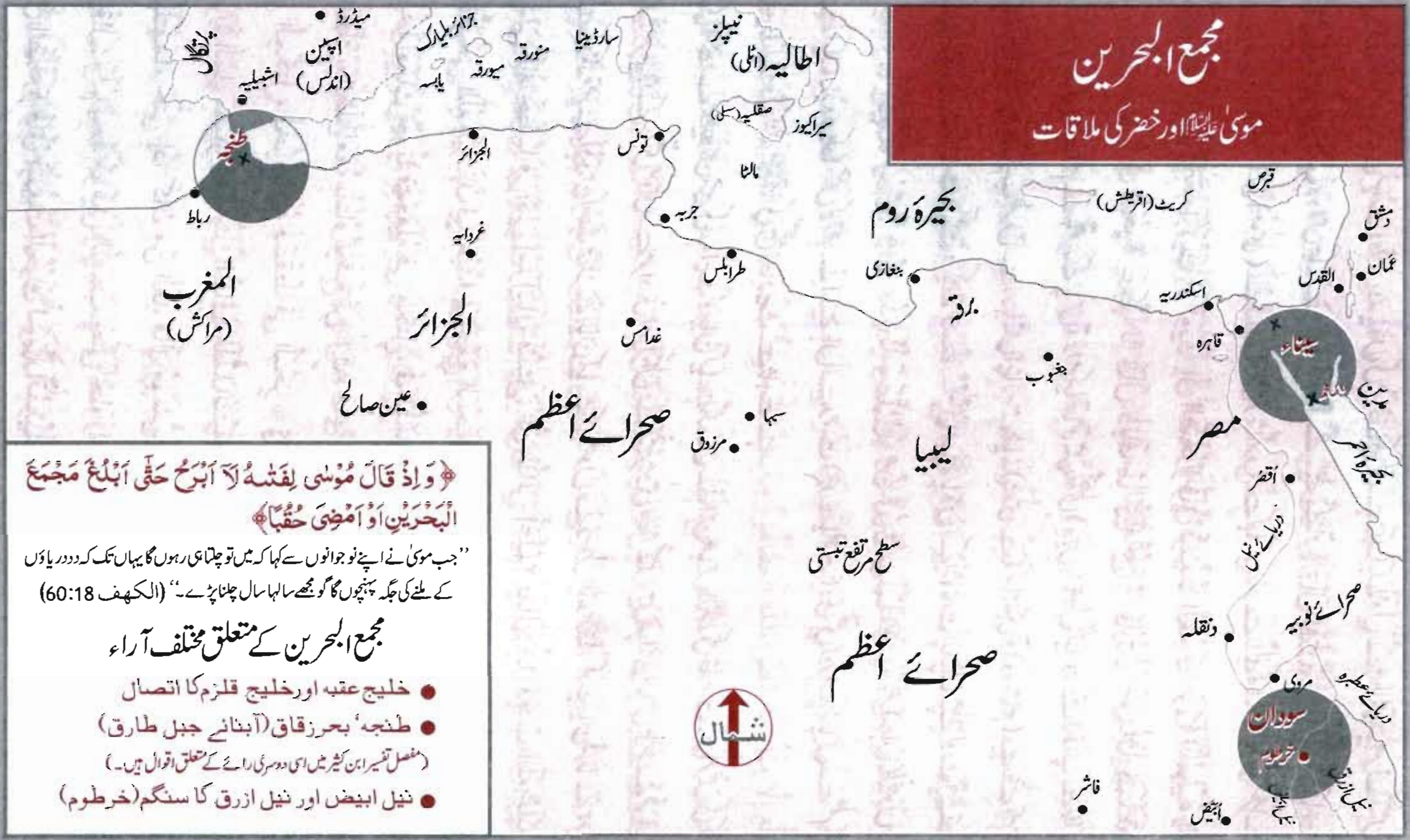

﴿ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ﴾

''جب موسیٰ نے اپنے نوجوانوں سے کہا کہ میں تو چلتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچوں گا گو مجھے سالہا سال چلنا پڑے۔'' (الکہف 18:60)

مجمع البحرین کے متعلق مختلف آراء

- خلیج عقبہ اور خلیج قلزم کا اتصال
- طنجہ' بحرزقاق (آبنائے جبل طارق)
  (مفصل تفسیر ابن کثیر میں اسی دوسری رائے کے متعلق اقوال ہیں۔)
- نیل ابیض اور نیل ازرق کا سنگم (خرطوم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح آیت کریمہ: ﴿ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴾ (الرحمٰن 22:55) ”دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں“ میں موتی اور مونگے کی نسبت دونوں دریاؤں کی طرف کی گئی ہے جبکہ ایک قول کے مطابق یہ صرف نمکین پانی والے دریا سے نکلتے ہیں۔ بہر حال جب وہ اس جگہ سے ایک مرحلہ آگے چلے گئے تو ﴿ قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ؗ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿62﴾ ﴾ ”اس (موسیٰ) نے اپنے جوان (شاگرد) سے کہا کہ ہمارے لیے کھانا لاؤ، اس سفر سے ہم کو بہت تکان ہوگئی ہے۔“ تو اس نے کہا: ﴿ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَاۤ اِلَی الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ ؗ وَمَاۤ اَنْسٰىنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿63﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰۤی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿64﴾ ﴾ ”بھلا آپ نے دیکھا کہ جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا تو میں مچھلی (وہیں) بھول گیا اور مجھے (آپ سے) اس کا ذکر کرنا شیطان نے بھلا دیا اور اس نے عجب طرح سے دریا میں اپنا رستہ بنایا۔ (موسیٰ نے) کہا: یہی تو (وہ مقام) ہے جسے ہم تلاش کرتے تھے، پھر وہ اپنے پاؤں کے نشانات دیکھتے دیکھتے لوٹے۔“ یعنی اپنے پاؤں کے نشانات پر چلتے چلتے لوٹ آئے۔ ﴿ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿65﴾ ﴾ ”پھر (وہاں) انھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ دیکھا جس کو ہم نے اپنے ہاں سے رحمت (نبوت یا نعمت) دی تھی اور اپنے پاس سے علم بخشا تھا۔“ یہ خضر علیہ السلام تھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سعید بن جبیر کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کی کہ نوف بکالی کا گمان ہے کہ خضر علیہ السلام کے ساتھی موسیٰ سے مراد بنی اسرائیل کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے کیونکہ ہم سے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا:

[إِنَّ مُوسٰى قَامَ خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَسُئِلَ: أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ فَقَالَ: أَنَا، فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ: إِنَّ لِي عَبْدًا بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ، قَالَ مُوسٰى: يَا رَبِّ! فَكَيْفَ لِي بِهِ؟ قَالَ: تَأْخُذُ مَعَكَ حُوتًا فَتَجْعَلُهُ فِي مِكْتَلٍ، فَحَيْثُمَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَهُوَ ثَمَّ، فَأَخَذَ حُوتًا، فَجَعَلَهُ فِي مِكْتَلٍ، ثُمَّ انْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهُ بِفَتَاهُ يُوشَعَ بْنِ نُونٍ، حَتّٰى إِذَا أَتَيَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا رُءُوسَهُمَا فَنَامَا، وَاضْطَرَبَ الْحُوتُ فِي الْمِكْتَلِ، فَخَرَجَ مِنْهُ فَسَقَطَ فِي الْبَحْرِ ﴿ فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿61﴾ ﴾ وَأَمْسَكَ اللّٰهُ عَنِ الْحُوتِ جِرْيَةَ الْمَاءِ فَصَارَ عَلَيْهِ مِثْلَ الطَّاقِ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ نَسِيَ صَاحِبُهُ أَنْ يُّخْبِرَهُ بِالْحُوتِ، فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَلَيْلَتَهُمَا، حَتّٰى إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ قَالَ مُوسٰى لِفَتَاهُ: ﴿ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ؗ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿62﴾ ﴾ قَالَ: وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَا الْمَكَانَ الَّذِي أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ- فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ: ﴿ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَاۤ اِلَی الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ ؗ وَمَاۤ اَنْسٰىنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿63﴾ ﴾ قَالَ: فَكَانَ لِلْحُوتِ سَرَبًا وَّلِمُوسٰى وَلِفَتَاهُ عَجَبًا- فَقَالَ مُوسٰى: ﴿ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿64﴾ قَالَ: رَجِعَا يَقُصَّانِ آثَارَهُمَا حَتَّى انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِذَا رَجُلٌ مُّسَجًّى ثَوْبًا، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوسٰى فَقَالَ الْخَضِرُ: وَأَنّٰى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ؟ قَالَ: أَنَا مُوسٰى، قَالَ: مُوسٰى بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَ: نَعَمْ أَتَيْتُكَ، لِتُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا، ﴿ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴾ يَامُوسٰى! إِنِّي عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ، وَأَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَ اللّٰهُ لَا أَعْلَمُهُ، فَقَالَ مُوسٰى: ﴿ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴾ فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ: ﴿ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴾ فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَمَرَّتْ سَفِينَةٌ فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَّحْمِلُوهُمْ فَعَرَفُوا الْخَضِرَ فَحَمَلُوهُ بِغَيْرِ نَوْلٍ، فَلَمَّا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ لَمْ يَفْجَأْ إِلَّا وَالْخَضِرُ قَدْ قَلَعَ لَوْحًا مِّنْ أَلْوَاحِ السَّفِينَةِ بِالْقَدُومِ، فَقَالَ لَهُ مُوسٰى: قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلٰى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا ﴿ لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴾ قَالَ ﴿ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴾ قَالَ ﴿ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴾ قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: وَكَانَتِ الْأُولٰى مِنْ مُّوسٰى نِسْيَانًا، قَالَ: وَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَنَقَرَ فِي الْبَحْرِ نَقْرَةً، فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ: مَا عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ إِلَّا مِثْلُ مَا نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُورُ مِنْ هٰذَا الْبَحْرِ، ثُمَّ خَرَجَا مِنَ السَّفِينَةِ، فَبَيْنَاهُمَا يَمْشِيَانِ عَلٰى السَّاحِلِ إِذْ بَصَرَ الْخَضِرُ غُلَامًا يَّلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ، فَأَخَذَ الْخَضِرُ رَأْسَهُ بِيَدِهِ فَاقْتَلَعَهُ بِيَدِهِ فَقَتَلَهُ، فَقَالَ لَهُ مُوسٰى: ﴿ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴾ قَالَ: ﴿ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴾ قَالَ: وَهٰذَا أَشَدُّ مِنَ الْأُولٰى قَالَ: ﴿ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴾ ﴿ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ ﴾ قَالَ:- مَائِلٌ- فَقَامَ الْخَضِرُ ﴿ فَاَقَامَهٗ ۭ ﴾ بِيَدِهِ، فَقَالَ مُوسٰى: قَوْمٌ أَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُطْعِمُونَا وَلَمْ يُضَيِّفُونَا، ﴿ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴾ قَالَ: ﴿ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ: ﴿ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴾ (الکھف 18:61-78) فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: وَدِدْنَا أَنَّ مُوسٰى كَانَ صَبَرَ حَتّٰى يَقُصَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا.

قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ: فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَّقْرَأُ: (وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَّلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا) وَّكَانَ يَقْرَأُ: (وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَّكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ)]

''موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے۔ آپ نے جواب دیا: میں، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی سرزنش کی کہ انھوں نے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ مجمع البحرین میں میرا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرض کی: یا اللہ میں ان کے پاس کس طرح پہنچ سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے ساتھ ایک مچھلی لے لو، اسے تھیلے میں ڈال لو اور جہاں تم مچھلی گم پاؤ وہاں وہ تمھیں مل جائیں گے۔ موسیٰ نے ایک مچھلی پکڑ کر تھیلے میں ڈال لی اور سفر پر روانہ ہو گئے، آپ کے شاگرد یوشع بن نون علیہ السلام بھی اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔ چلتے چلتے جب ایک پتھر کے پاس پہنچے تو دونوں اس پر سر رکھ کر سو گئے، تھیلے میں رکھی ہوئی مچھلی میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ تھیلے سے نکل کر دریا میں چلی گئی ﴿ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝ ﴾ ''پھر اس نے دریا میں اپنا سرنگ نما رستہ بنا لیا۔'' اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے پانی کی روانی کو روک لیا اور وہ پانی کی سطح پر طاق کی طرح تھی۔ جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو آپ کے شاگرد مچھلی کے بارے میں آپ کو بتانا بھول گئے اور پھر باقی دن اور رات چلتے رہے حتی کہ جب اگلا دن آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد سے کہا: ﴿ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝ ﴾ ''ہمارے لیے کھانا لاؤ، اس سفر سے ہم کو بہت تکان ہو گئی ہے۔'' موسیٰ علیہ السلام کو تکان اسی وقت ہوئی تھی جب انھوں نے اس جگہ سے تجاوز کیا تھا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا تھا تو آپ کے شاگرد نے کہا: ﴿ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۗ عَجَبًا ۝ ﴾ ''بھلا آپ نے دیکھا کہ جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا تو میں مچھلی (وہیں) بھول گیا اور مجھے (آپ سے) اس کا ذکر کرنا شیطان نے بھلا دیا اور اس نے عجب طرح سے دریا میں اپنا رستہ بنا لیا تھا۔'' مچھلی کے لیے تو یہ رستہ سرنگ کی طرح تھا اور موسیٰ اور آپ کے شاگرد کے لیے یہ ایک تعجب انگیز بات تھی۔ تو یہ بات سن کر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓي اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝ ﴾ ''یہی تو (وہ مقام) ہے جسے ہم تلاش کرتے تھے تو وہ اپنے پاؤں کے نشانات دیکھتے دیکھتے لوٹے۔'' اور اپنے قدموں کے نشانات پر چلتے چلتے واپس پتھر کے پاس آ گئے تو دیکھا کہ وہاں کپڑے میں لپٹا ہوا ایک آدمی ہے، موسیٰ علیہ السلام نے انھیں سلام کہا تو خضر علیہ السلام نے کہا کہ تمھاری اس زمین میں سلام کہاں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں تو انھوں نے کہا: بنی اسرائیل والے موسیٰ؟ آپ نے جواب دیا: ہاں! اور میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ جو علم اللہ کی طرف سے آپ کو سکھایا گیا ہے اس میں سے کچھ بھلائی کی باتیں مجھے بھی سکھا دیں: ﴿ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ ﴾ ''(خضر نے) کہا کہ یقیناً تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔'' (اور پھر یہ بھی کہا:) اے موسیٰ (علیہ السلام!) اللہ تعالیٰ نے مجھے کچھ ایسا علم سکھایا ہے جو آپ نہیں جانتے اور اس نے کچھ علم آپ کو ایسا سکھایا ہے جو میں نہیں جانتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ﴿ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝ ﴾ ''اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کے ارشاد کے خلاف نہیں کروں گا۔'' خضر نے کہا: ﴿ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْــَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓي اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ ﴾ ''اگر تم میری اتباع کرنا چاہو تو (شرط یہ ہے کہ) مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر تم سے نہ کروں۔''

اس کے بعد دونوں دریا کے کنارے کنارے چلنے لگے تو ان کے پاس سے ایک کشتی گزری، انھوں نے کشتی والوں سے بات

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کہ وہ انھیں بھی کشتی میں بٹھالیں، انھوں نے خضر کو پہچان لیا اور انھیں کرایہ لیے بغیر کشتی پر بٹھالیا۔ جب یہ دونوں کشتی میں سوار ہوگئے تو اچانک خضر نے تیشے کے ساتھ کشتی کے ایک تختے کو توڑ دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ان لوگوں نے کرایہ لیے بغیر ہمیں اپنی کشتی پر بٹھایا (اور ہم پر یہ احسان کیا مگر) آپ نے ان کی کشتی کو اس لیے پھاڑ دیا ہے ﴿ لِتُغۡرِقَ اَهۡلَهَا ۚ لَقَدۡ جِئۡتَ شَيۡـًٔـا اِمۡرًا ○ ﴾ ''کہ سواروں کو غرق کردیں، یہ تو آپ نے بڑی (عجیب) بات کی ہے!'' اس (خضر) نے کہا: ﴿ اَلَمۡ اَقُلۡ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا ○ ﴾ ''کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کرسکو گے۔'' (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا: ﴿ لَا تُؤَاخِذۡنِىۡ بِمَا نَسِيۡتُ وَلَا تُرۡهِقۡنِىۡ مِنۡ اَمۡرِىۡ عُسۡرًا ○ ﴾ ''جو بھول مجھ سے ہوئی اس پر مؤاخذہ نہ کیجیے اور میرے معاملے میں مجھ پر مشکل نہ ڈالیے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام سے یہ پہلی بات واقعی بھول جانے کی وجہ سے سرزد ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک چڑیا آئی اور کشتی کے ایک کنارے پر بیٹھ گئی اس نے دریا سے پانی کی ایک چونچ بھری تو خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرا علم اور آپ کا علم اللہ کے علم کے مقابلے میں اتنا ہے جس قدر کہ اس چڑیا کے چونچ بھرنے سے دریا کے پانی میں کمی ہوئی ہے۔

پھر دونوں کشتی سے باہر نکل کر سمندر کے ساحل پر چلنے لگے تو خضر نے ایک لڑکا دیکھا جو دوسرے لڑکوں کے ساتھ مل کر کھیل رہا تھا، خضر نے اس لڑکے کے سر کو پکڑا اور اسے ہاتھ سے کچل کر قتل کردیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيۡرِ نَفۡسٍ ؕ لَقَدۡ جِئۡتَ شَيۡـًٔـا نُّكۡرًا ○ ﴾ ''آپ نے ایک بے گناہ شخص کو (ناحق) بغیر قصاص کے مار ڈالا (یہ تو) آپ نے بری بات کی۔'' تو انھوں نے جواب دیا: ﴿ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا ○ ﴾ ''کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم سے میرے ساتھ صبر نہیں ہوسکے گا۔'' اور یہ پہلی سے بھی زیادہ سخت بات تھی: ﴿ قَالَ اِنۡ سَاَلۡتُكَ عَنۡ شَىۡءٍۢ بَعۡدَهَا فَلَا تُصٰحِبۡنِىۡ ۚ قَدۡ بَلَغۡتَ مِنۡ لَّدُنِّىۡ عُذۡرًا ○ فَانۡطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهۡلَ قَرۡيَةِ ۨاسۡتَطۡعَمَاۤ اَهۡلَهَا فَاَبَوۡا اَنۡ يُّضَيِّفُوۡهُمَا فَوَجَدَا فِيۡهَا جِدَارًا يُّرِيۡدُ اَنۡ يَّنۡقَضَّ ﴾ ''اس (موسیٰ) نے کہا کہ اگر میں اس کے بعد (پھر) کوئی بات پوچھوں (اعتراض کروں) تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیے گا کہ آپ میری طرف سے عذر (کے قبول کرنے میں غایت) کو پہنچ گئے، پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے اور ان سے کھانا طلب کیا، انھوں نے ان کی ضیافت کرنے سے انکار کیا، پھر انھوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو (جھک کر) گرا چاہتی تھی۔'' یعنی ایک طرف کو جھک گئی تھی تو خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے ﴿ فَاَقَامَهٗ ؕ ﴾ ''اس کو سیدھا کردیا۔'' موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہم ان لوگوں کے پاس آئے تھے مگر انھوں نے ہماری ضیافت کی اور نہ ہمیں کھانا کھلایا، ﴿ لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَيۡهِ اَجۡرًا ○ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاۡوِيۡلِ مَا لَمۡ تَسۡتَطِعْ عَّلَيۡهِ صَبۡرًا ○ ﴾ ''اگر آپ چاہتے تو ان سے (اس کا) معاوضہ لیتے (تاکہ کھانے کا کام چلتا) اس (خضر) نے کہا کہ اب مجھ میں اور تم میں علیحدگی ہے۔ (مگر) جن باتوں پر تم صبر نہ کرسکے میں ان کا تمھیں بھید بتائے دیتا ہوں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اے کاش! موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں کی کچھ اور باتیں بھی بتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿66﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ

موسیٰ نے اس سے کہا: کیا اس (شرط) پر میں تیری اتباع کروں کہ تو مجھے اس میں سے سکھائے جو تجھے بھلائی سکھائی گئی ہے؟﴿66﴾ وہ بولا: بے شک

تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿67﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿68﴾ قَالَ

تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا ﴿67﴾ اور جو چیز تیرے احاطۂ علم ہی میں نہیں، تو اس پر صبر کیسے کرے گا؟ ﴿68﴾ اس (موسیٰ) نے کہا: یقیناً ان شاء اللہ تو

سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿69﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ

مجھے صابر پائے گا اور میں کسی بھی حکم میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا ﴿69﴾ اس (خضر) نے کہا: پھر اگر تو نے میری اتباع کرنی ہے تو کسی شے کی بابت

فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿70﴾ ع 9/11/21

مجھ سے سوال نہ کرنا، حتی کہ میں خود ہی اس کا ذکر تجھ سے شروع کروں ﴿70﴾

دیتا۔'' سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح قراءت فرمایا کرتے تھے: [وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا] ''اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر صحیح کشتی غصب کر لیتا تھا۔'' نیز آپ اس طرح بھی قراءت فرماتے: [وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَّكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ] ''پس غلام (بچہ) کافر تھا اور اس کے والدین مومن تھے۔''[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک اور روایت اسی طرح بیان فرمائی ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

[فَخَرَجَ مُوسٰى وَمَعَهُ فَتَاهُ يُوشَعُ بْنُ نُونٍ، وَّمَعَهُمَا الْحُوتُ، حَتّٰى انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَنَزَلَا عِنْدَهَا، قَالَ: فَوَضَعَ مُوسٰى رَأْسَهُ فَنَامَ ...... قَالَ: وَفِي أَصْلِ الصَّخْرَةِ عَيْنٌ يُّقَالُ لَهَا: الْحَيَاةُ، لَا يُصِيبُ مِنْ مَّائِهَا شَيْءٌ إِلَّا حَيِيَ، فَأَصَابَ الْحُوتَ مِنْ مَّاءِ تِلْكَ الْعَيْنِ، فَتَحَرَّكَ وَانْسَلَّ مِنَ الْمِكْتَلِ فَدَخَلَ الْبَحْرَ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ مُوسٰى ﴿قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا﴾ ...... وَوَقَعَ عُصْفُورٌ عَلٰى حَرْفِ السَّفِينَةِ، فَغَمَسَ مِنْقَارَهُ فِي الْبَحْرِ، فَقَالَ الْخَضِرُ لِمُوسٰى: مَا عِلْمُكَ وَعِلْمِي وَعِلْمُ الْخَلَائِقِ فِي عِلْمِ اللّٰهِ إِلَّا مِقْدَارُ مَا غَمَسَ هٰذَا الْعُصْفُورُ مِنْقَارَهُ]

''موسیٰ علیہ السلام سفر پر روانہ ہوئے تو آپ کے ہمراہ آپ کے شاگرد یوشع بن نون بھی تھے، دونوں نے اپنے ساتھ مچھلی بھی لی تھی۔ جب پتھر کے پاس پہنچے تو وہاں پڑاؤ ڈال دیا، موسیٰ علیہ السلام نے اس پتھر پر سر رکھا اور سو گئے...... اس پتھر کے نیچے ایک چشمہ تھا جسے حیات کہا جاتا تھا کیونکہ اس کا پانی جس چیز کو لگتا وہ زندہ ہو جاتی تھی، مچھلی کو بھی اس چشمے کا پانی لگا جس سے اس میں حرکت پیدا ہوگئی اور وہ تھیلے سے باہر نکل کر دریا میں داخل ہوگئی، موسیٰ علیہ السلام جب بیدار ہوئے تو آپ نے اپنے شاگرد سے کہا: ﴿اٰتِنَا غَدَآءَنَا﴾ ''ہمارے لیے کھانا لاؤ۔'' اور پھر باقی حدیث پہلی روایت ہی کی طرح بیان کی ہے۔ اس میں بھی ہے کہ ایک چڑیا آکر کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی اور اس نے اپنی چونچ دریا میں ڈبو دی تو خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرا علم، آپ کا

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا﴾ (الكهف 18:60) ......، حديث: 4725 و صحيح مسلم، الفضائل، باب من فضائل الخضر عليه السلام، حديث: 2380.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَانۡطَلَقَا ٚ حَتّٰۤی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیۡنَۃِ خَرَقَہَا ؕ قَالَ اَخَرَقۡتَہَا لِتُغۡرِقَ اَہۡلَہَا ۚ

پھر وہ دونوں چلے حتی کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو اس (خضر) نے کشتی میں شگاف کر دیا، اس (موسیٰ) نے کہا: کیا تو نے اس میں شگاف کیا کہ اس

لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡئًا اِمۡرًا ﴿71﴾ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ اِنَّکَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا ﴿72﴾ قَالَ لَا

کشتی والوں کو غرق کر دے؟ تو نے بڑا ہولناک (اور انوکھا) کام کیا ہے ﴿71﴾ اس (خضر) نے کہا: کیا میں نے کہا نہ تھا کہ تو یقیناً میرے ساتھ صبر کرنے

تُؤَاخِذۡنِیۡ بِمَا نَسِیۡتُ وَ لَا تُرۡہِقۡنِیۡ مِنۡ اَمۡرِیۡ عُسۡرًا ﴿73﴾

کی استطاعت ہرگز نہیں رکھے گا ﴿72﴾ اس (موسیٰ) نے کہا: میری بھول چوک پر تو مجھے نہ پکڑ، اور میرے معاملے میں مجھے مشکل میں نہ ڈال ﴿73﴾

علم اور تمام مخلوقات کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اس طرح ہے جس طرح چونچ کا وہ حصہ دریا کے مقابلے میں ہے جسے چڑیا نے پانی میں ڈبویا تھا۔'' باقی حدیث پہلی حدیث ہی کی طرح ہے۔[1]

تفسیر آیات: 66-70

موسیٰ اور خضر علیہما السلام کی ملاقات اور ان کا ساتھ: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس عالم شخص سے کہا جو کہ خضر تھے اور جنھیں اللہ تعالیٰ نے ایسے علم سے نوازا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو حاصل نہ تھا جیسا کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو ایسے علم سے نوازا تھا جو خضر کو حاصل نہ تھا، بہر حال: ﴿ قَالَ لَہٗ مُوۡسٰی ہَلۡ اَتَّبِعُکَ ﴾ ''موسیٰ علیہ السلام نے ان (خضر) سے کہا: کیا میں آپ کی پیروی کروں؟'' اس سوال میں ان سے درخواست کی گئی، یہ نہیں کہ انھیں مجبور کیا اور ان کے ساتھ رہنے کو لازم قرار دیا اور متعلم کو عالم سے اسی انداز میں سوال کرنا چاہیے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَتَّبِعُکَ ﴾ یعنی میں آپ کا ساتھی اور رفیق بنوں۔ ﴿ عَلٰۤی اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا ﴾ ''تاکہ جو علم (اللہ کی طرف سے) آپ کو سکھایا گیا ہے آپ اس میں سے بھلائی کی کچھ باتیں مجھے بھی سکھا دیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم نافع اور عمل صالح سکھایا ہے میں اس سے رہنمائی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ﴿ قَالَ اِنَّکَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا ﴾ ''(خضر نے) کہا کہ تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکو گے۔'' یعنی جب تم میرے ایسے افعال دیکھو گے جو تمھاری شریعت کے مخالف ہوں گے تو تم میرے ساتھ رہ نہیں سکو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا علم سکھایا ہے جو تمھیں نہیں سکھایا اور اس نے تمھیں ایسا علم سکھایا ہے جو اس نے مجھے نہیں سکھایا۔ ہم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے ایسے امور کا مکلّف ہے جن کا دوسرا مکلّف نہیں ہے، لہٰذا تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے۔ ﴿ وَ کَیۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰی مَا لَمۡ تُحِطۡ بِہٖ خُبۡرًا ﴾ ''اور جس بات کی تمھیں خبر ہی نہیں اس پر صبر کر بھی کیونکر سکتے ہو؟'' میں جانتا ہوں کہ ان امور کے بارے میں تم اعتراض کرو گے جن کے بارے میں تم اعتراض کرنے میں معذور ہو کیونکہ ان کی باطنی حکمت و مصلحت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے تو مطلع فرما دیا ہے مگر تمھیں مطلع نہیں فرمایا: ﴿ قَالَ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا ﴾ ''موسیٰ نے کہا: اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔'' اپنے ان امور کے بارے میں جو میں دیکھوں گا، ﴿ وَّ لَاۤ اَعۡصِیۡ لَکَ اَمۡرًا ﴾ ''اور

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿ قَالَ اَرَءَیۡتَ اِذۡ ...... ﴾ (الکھف 18:63-82)، حدیث: 4727.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تیرے ارشاد کے خلاف نہیں کروں گا۔'' یعنی میں کسی چیز میں بھی آپ کی مخالفت نہیں کروں گا۔ خضر علیہ السلام نے اس سلسلے میں اپنی شرط پیش کرتے ہوئے کہا: ﴿ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَکَ مِنْهُ ذِکْرًا ﴾ ''اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو (شرط یہ ہے:) مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر تم سے نہ کروں۔'' یعنی جب تک تمھارے سوال کرنے سے پہلے میں خود ہی اس کے بارے میں تم سے گفتگو نہ شروع کر دوں۔

تفسیر آیات: 71-73

کشتی کو توڑنے کا واقعہ: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ خضر کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ جب دونوں اس شرط پر متفق ہو گئے کہ موسیٰ علیہ السلام اگر کسی چیز کو غلط سمجھیں تو اس کے بارے میں کوئی سوال نہیں کریں گے یہاں تک کہ خود خضر اس کی تشریح و توضیح بیان نہ کرنے لگ جائیں۔ اس شرط پر اتفاق کے بعد وہ دونوں چل پڑے اور پھر ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ قبل ازیں حدیث کے حوالے سے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ کشتی میں کس طرح سوار ہوئے تھے، نیز یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ کشتی والوں نے خضر کو پہچان لیا تھا جس کی وجہ سے انھوں نے خضر اور موسیٰ علیہما السلام کو کشتی میں سوار کر لیا اور ان سے خضر کے احترام کی وجہ سے کرایہ بھی نہ لیا۔ جب کشتی اپنے سفر پر روانہ ہوئی اور دریا کی موجوں سے کھیلنے لگی تو خضر اٹھے اور انھوں نے کشتی کو پھاڑ دیا، یعنی اس کا ایک تختہ نکال دیا جسے بعد میں انھوں نے کشتی میں لگا بھی دیا تھا۔[1]

بہرکیف موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہو سکا اور انھوں نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: ﴿ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ﴾ ''تو نے اس کو اس لیے پھاڑا ہے کہ سواروں کو غرق کر دے!'' ﴿ لِتُغْرِقَ ﴾ کا لام عاقبت (انجام) کے لیے ہے تعلیل کے لیے نہیں۔ ﴿ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا ﴾ ''یہ تو تو نے بڑی (عجیب) بات کی۔'' مجاہد نے کہا ہے: ﴿ اِمْرًا ﴾ کے معنی بری بات کے ہیں اور قتادہ نے کہا ہے کہ اس کے معنی عجیب بات کے ہیں۔[2] موسیٰ علیہ السلام کی یہ بات سن کر خضر نے انھیں اپنی شرط یاد دلاتے ہوئے کہا: ﴿ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴾ ''کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے۔'' یعنی میں نے یہ کام قصداً کیا ہے اور یہ ان امور میں سے ہے جن کے بارے میں میں نے تمھارے ساتھ یہ شرط عائد کی تھی کہ تم ان کے بارے میں مجھ پر کوئی اعتراض نہیں کرو گے کیونکہ ان کے بارے میں تمھیں علم نہیں ہے اور ان میں ایسی مصلحت کارفرما ہے جس کو تم نہیں جانتے: ﴿ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴾ ''اس (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ جو بھول مجھ سے ہو گئی اس پر مؤاخذہ نہ کیجیے اور میرے معاملے میں مجھ پر مشکل نہ ڈالیے۔'' یعنی میرے لیے تنگی اور سختی نہ کیجیے، قبل ازیں حدیث کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كَانَتِ الْأُولٰى مِنْ مُّوسٰى نِسْيَانًا] ''موسیٰ علیہ السلام نے پہلا یہ اعتراض از راہ نسیان کیا تھا۔''[3]

---

[1] دیکھیے الکہف، آیات: 60-65 کے ذیل میں عنوان: ''موسیٰ و خضر علیہما السلام کا واقعہ'' [2] تفسیر الطبری: 352/15. [3] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله تعالىٰ: ﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ﴾ (الکہف 18:60) ......، حدیث: 4725 عن أُبي بن كعب رضی اللہ عنہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ

پھر وہ دونوں چلے، حتی کہ جب وہ دونوں ایک لڑکے سے ملے، تو اس (خضر) نے اسے قتل کر دیا، اس (موسیٰ) نے کہا: کیا تو نے ایک پاک (بے گناہ) نفس

نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿74﴾

کو کسی جان کے (قصاص کے) بغیر قتل کر دیا ہے؟ یقیناً تو نے تو بہت ہی برا کام کیا ہے!﴿74﴾

تفسیر آیت :74

لڑکے کو قتل کرنے کا واقعہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ ﴾ ”پھر دونوں چلے یہاں تک کہ (رستے میں) ایک لڑکے سے ملے تو (خضر نے) اسے مار ڈالا۔“ قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ لڑکا ایک بستی میں دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔[1] یہ لڑکا ان تمام لڑکوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھا، خضر نے تمام لڑکوں میں سے اسے پکڑا اور قتل کر دیا۔[2] موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ دیکھا تو پہلی بات سے بھی اس کی زیادہ سخت تردید کی اور فوراً بول اٹھے ﴿ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ ﴾ ”کیا تو نے ایک بے گناہ نفس مار ڈالا؟“ یعنی یہ ایک چھوٹا لڑکا تھا جو ابھی بلوغت کو نہیں پہنچا تھا، اس نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا مگر آپ نے اسے مار ڈالا؟ ﴿ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ ﴾ ”(ناحق) بغیر قصاص کے“ یعنی اس کے قتل کی کوئی وجہ نہ تھی، ﴿ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿74﴾ ﴾ ”البتہ تحقیق تو نے بری بات کی۔“

[1] دیکھیے الکھف، آیت: 65 کے تحت۔ [2] مسند أحمد: 119/5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿75﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ

اس (خضر) نے کہا: کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ بلاشبہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکے گا؟ (75) اس (موسیٰ) نے کہا: اگر اس کے بعد میں تجھ

شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿76﴾

سے کسی چیز کی بابت سوال کروں تو پھر مجھے ہرگز صحبت میں نہ رکھنا، یقیناً میری طرف سے تو عذر کو پہنچ چکا ہے (76)

فَانْطَلَقَا وقفة حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا

پھر وہ دونوں چلے حتی کہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے، اس کے رہنے والوں سے طعام مانگا، تو انھوں نے ان کی ضیافت کرنے سے انکار کر دیا،

فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ

پھر ان دونوں نے ایک دیوار پائی جو گرا چاہتی تھی، تو اس (خضر) نے وہ سیدھی کر دی۔ اس (موسیٰ) نے کہا: اگر تو چاہتا تو اس پر ضرور اجرت لے

اَجْرًا ﴿77﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿78﴾

لیتا (77) اس (خضر) نے کہا: یہ (اب) میرے اور تیرے درمیان جدائی ہے، یقیناً میں تجھے ان (باتوں) کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تو صبر نہ کر سکا (78)

تفسیر آیات: 76,75

﴿ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿75﴾ ﴾ ”اس (خضر) نے کہا: کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا۔“ خضر علیہ السلام نے نہایت سختی کے ساتھ اپنی پہلی شرط یاد دلائی، اسی لیے موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا ﴾ ”اگر میں اس کے بعد تجھ سے کوئی بات پوچھوں۔“ اور اس کے بعد آئندہ تم پر کوئی اعتراض کروں: ﴿ فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿76﴾ ﴾ ”تو تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا کہ تو میری طرف سے عذر (کے قبول کرنے میں غایت) کو پہنچ گیا۔“ یعنی آپ نے بار بار میرے پاس عذر پیش کیا ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اُبی بن کعب سے روایت کو ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کا ذکر کرتے ہوئے دعا فرماتے تو اپنے آپ سے دعا کا آغاز فرماتے۔ ایک دن آپ نے فرمایا: [رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلٰى مُوسٰى لَوْ لَبِثَ مَعَ صَاحِبِهِ لَأَبْصَرَ الْعَجَبَ وَلٰكِنَّهُ قَالَ: ﴿ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿76﴾ ﴾] ”اللہ تعالیٰ کی ہم پر اور موسیٰ علیہ السلام پر رحمت ہو اگر وہ اپنے ساتھی کے ساتھ کچھ عرصہ اور رہتے تو یقیناً عجیب وغریب باتیں دیکھتے لیکن انھوں نے جلدی میں کہہ دیا: ”اگر میں اس کے بعد کوئی بات پوچھوں تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا کہ تو میری طرف سے عذر (کے قبول کرنے میں غایت) کو پہنچ گیا۔“ [1]

تفسیر آیات: 78,77

دیوار سیدھی کرنے کا واقعہ: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ وخضر کے واقعے کو جاری رکھتے ہوئے بیان فرمایا ہے: ﴿ فَانْطَلَقَا وقفة ﴾ ”پھر دونوں چلے۔“ پہلی دو دفعہ کے بعد پھر انھوں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ ﴿ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨ ﴾ ”یہاں تک کہ ایک گاؤں

[1] تفسیر الطبری: 356/15۔ مزید دیکھیے صحیح مسلم، الفضائل، باب من فضائل الخضر، حدیث: (172)-2380 و سنن أبی داود، الحروف والقراءات، باب، حدیث: 3984 و مسند أحمد: 122/5۔ الفاظ کی تقدیم وتاخیر اور کمی بیشی کے ساتھ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ

رہی کشتی تو وہ چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے، لہٰذا میں نے ارادہ کیا کہ اس میں عیب ڈال دوں جبکہ ان کے آگے ایک بادشاہ

مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿79﴾

تھا جو ہر کشتی زبردستی لے لیتا تھا ﴿79﴾

والوں کے پاس پہنچے۔'' امام ابن جریر نے ابن سیرین کا قول ذکر کیا ہے کہ اس گاؤں کا نام ایلہ تھا۔[1] اور حدیث میں ہے: [حَتّٰى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ لِّئَامًا] ''وہ ایک گاؤں کے بخیل لوگوں کے پاس پہنچے۔''[2] ﴿ اسْتَطْعَمَا اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ ﴾ ''تو ان سے کھانا طلب کیا۔ انھوں نے ان کی ضیافت کرنے سے انکار کیا، پھر انھوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو (جھک کر) گرا چاہتی تھی۔'' یہاں دیوار کی طرف ارادے کی نسبت استعارے کے طور پر ہے کیونکہ (غیر ذوی العقول) اشیاء کی طرف ارادے کی نسبت میلان کے معنی میں ہوتی ہے۔ اور انقضاض کے معنی گرنے کے ہیں۔ ﴿ فَاَقَامَهٗ ﴾ ''تو اس (خضر) نے اس کو سیدھا کر دیا۔'' اسے سیدھا کھڑے ہونے کی حالت میں لوٹا دیا۔ قبل ازیں یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے کہ خضر نے اس دیوار کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کر دیا تھا اور اس کے جھکاؤ کو ختم کر دیا تھا اور یہ بھی ایک معجزہ تھا۔[3] موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھ کر فرمایا: ﴿ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿77﴾ ﴾ ''اگر تو چاہتا تو ان سے اس کا معاوضہ لیتا۔'' کیونکہ انھوں نے ہماری ضیافت نہیں کی، لہٰذا ان کے لیے بلا معاوضہ کام نہیں کرنا چاہیے: ﴿ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ﴾ ''اس (خضر) نے کہا کہ اب مجھ میں اور تجھ میں علیحدگی ہے۔'' کیونکہ لڑکے کے قتل کے وقت تم نے کہا تھا کہ اگر میں اس کے بعد کوئی بات پوچھوں اور اعتراض کروں تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا، لہٰذا اب مجھ میں اور تجھ میں علیحدگی کا وقت آ گیا ہے: ﴿ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿78﴾ ﴾ ''(مگر) جن باتوں پر تو صبر نہ کر سکا، میں ان کا تجھے بھید بتائے دیتا ہوں۔''

تفسیر آیت: 79

کشتی پھاڑنے کا راز: یہ وضاحت ہے اس کام کی جسے سمجھنے میں موسیٰ علیہ السلام کو مشکل پیش آئی اور انھوں نے ظاہر حال کے مطابق اس پر اعتراض کر دیا تھا جبکہ اس کی باطنی حکمت کو اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام پر ظاہر کر دیا تھا۔ خضر علیہ السلام نے اس کی باطنی حکمت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اس کشتی کو اس لیے پھاڑا تھا کہ ان کا ایک ایسے ظالم بادشاہ کے پاس سے گزر ہونے والا تھا: ﴿ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿79﴾ ﴾ ''جو ہر ایک (عمدہ اور اچھی) کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔'' تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں تاکہ عیب کی وجہ سے ظالم بادشاہ کے چھیننے سے اسے بچا سکوں اور کشتی کے غریب مالکان اس سے فائدہ اٹھا سکیں جن کے پاس گزر بسر کے لیے اس کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کشتی کے مالکان یتیم بچے تھے۔

[1] تفسیر الطبری: 357/15. [2] صحیح مسلم، الفضائل، باب من فضائل الخضر، حدیث: (172)-2380 و مسند أحمد: 119/5 عن أبي بن کعب رضی اللہ عنہ. [3] دیکھیے الکہف، آیت: 65 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَمَّا الۡغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤۡمِنَيۡنِ فَخَشِيۡنَاۤ اَنۡ يُّرۡهِقَهُمَا طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا ۚ﴿80﴾

اور رہا لڑکا، تو اس کے ماں باپ مومن تھے، چنانچہ ہم ڈرے کہ وہ سرکشی اور کفر کی وجہ سے انھیں مشقت میں ڈال دے گا ﴿80﴾ چنانچہ ہم نے

فَاَرَدۡنَاۤ اَنۡ يُّبۡدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيۡرًا مِّنۡهُ زَكٰوةً وَّاَقۡرَبَ رُحۡمًا ﴿81﴾

چاہا کہ ان دونوں کا رب انھیں (ایسا) بدل دے جو اس سے پاکیزگی میں بہتر اور مہربانی میں قریب تر ہو ﴿81﴾

وَاَمَّا الۡجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيۡنِ يَتِيۡمَيۡنِ فِى الۡمَدِيۡنَةِ وَكَانَ تَحۡتَهٗ كَنۡزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوۡهُمَا

اور رہی دیوار تو وہ شہر میں دو یتیم لڑکوں کی تھی، اور اس کے نیچے ان کے لیے خزانہ تھا اور ان کا باپ صالح تھا، چنانچہ تیرے رب نے چاہا کہ

صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنۡ يَّبۡلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسۡتَخۡرِجَا كَنۡزَهُمَا ۖ رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلۡتُهٗ

وہ دونوں (یتیم) اپنی جوانی کو پہنچیں اور تیرے رب کی رحمت کے سبب اپنا خزانہ نکال لیں اور میں نے یہ اپنی رائے سے نہیں کیا، یہ ان (باتوں) کی

عَنۡ اَمۡرِىۡ ؕ ذٰلِكَ تَاۡوِيۡلُ مَا لَمۡ تَسۡطِعْ عَّلَيۡهِ صَبۡرًا ؕ﴿82﴾ ع 10/12/1

حقیقت ہے جن پر تو صبر نہ کر سکا ﴿82﴾

تفسیر آیات: 81,80

لڑکے کے قتل کا راز: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلْغُلَامُ الَّذِی قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ یَوْمَ طُبِعَ کَافِرًا] ''یہ لڑکا جسے خضر نے قتل کیا تھا، یہ روز اول ہی سے کافر پیدا ہوا تھا۔''[1] اسی لیے خضر علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤۡمِنَيۡنِ فَخَشِيۡنَاۤ اَنۡ يُّرۡهِقَهُمَا طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا ۚ﴿80﴾ ﴾ ''اس کے ماں باپ دونوں مومن تھے ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (بڑا ہو کر بدکردار ہو گا کہیں) ان کو سرکشی اور کفر میں نہ پھنسائے۔'' یعنی لڑکے کی محبت والدین کو کفر اختیار کرنے پر مجبور نہ کر دے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ جب یہ لڑکا پیدا ہوا تو اس کے ماں باپ بہت خوش ہوئے اور جب قتل ہوا تو بہت غمگین ہو گئے تھے۔ اگر یہ لڑکا زندہ رہتا تو اس میں اس کے والدین کی تباہی و ہلاکت تھی، لہٰذا ہر انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے۔ مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کا وہ فیصلہ جسے وہ ناپسند کرے اس فیصلے سے بہتر ہے جسے وہ پسند کرے۔[2] اور صحیح حدیث میں ہے: [لَا یَقْضِی اللّٰهُ لِلْمُؤْمِنِ (مِنْ قَضَاءٍ) إِلَّا کَانَ خَیْرًا لَّهُ] ''اللہ تعالیٰ مومن کے لیے جو فیصلہ بھی فرمائے وہ اس کے لیے بہتر ہے۔''[3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ ۚ ...... ﴾ الآیة (البقرة 2:216) ''اور ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمھارے حق میں بھلی ہو......''

---

[1] صحيح مسلم، القدر، باب معنى كل مولود يولد ......، حديث:2661 و سنن أبي داود، السنة، باب في القدر، حديث:4706,4705 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الكهف، حديث:3150 و اللفظ له و مسند أحمد:121,120/5 و تفسير الطبري:5/16. [2] تفسير الطبري:6/16. [3] مسند أحمد:184/3 عن أنس رضی اللہ عنہ لیکن قوسین والے الفاظ کے بجائے اس میں [إن الله لا یقضي] اور [قضاءً] ہے۔ اور دیکھیے صحيح ابن حبان، الرقاق، ذكر الإخبار عما يجب على المؤمن ......:507/2، حديث: 728 و مسند أبي يعلى الموصلي:221,220/7، حديث:4218,4217 و السلسلة الصحيحة:277/1، حديث:148.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمان الٰہی ہے: ﴿فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴾ ''تو ہم نے چاہا کہ ان کا پروردگار اس کی جگہ ان کو اور (بچہ) عطاء فرمائے جو پاک طینتی میں بہتر اور محبت میں زیادہ قریب ہو۔'' یعنی ایسا بچہ جو اس سے زیادہ پاکیزہ ہو اور والدین اس سے زیادہ محبت کرنے والے ہوں۔ یہ ابن جریر کا قول ہے۔ ①

تفسیر آیت:82

بغیر اجرت دیوار سیدھی کرنے میں حکمت: یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ ﴿قَرْيَةٍ﴾ ''بستی (گاؤں)'' کے لفظ کا مدینۃ ''شہر'' پر بھی اطلاق کیا جا سکتا ہے کیونکہ پہلے فرمایا: ﴿حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةٍ﴾ (الکھف 77:18) ''یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ﴾ ''سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی (جو) شہر میں (رہتے تھے۔)'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْۤ اَخْرَجَتْكَ ...... ﴾ الآیة (محمد 13:47) ''اور بہت سی بستیاں تمھاری بستی سے جس (کے باشندوں) نے تمھیں (وہاں سے) نکال دیا زور و قوت میں کہیں بڑھ کر تھیں......'' اور فرمایا: ﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝﴾ (الزخرف 31:43) ''اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا۔''

اس آیت کریمہ میں دونوں بستیوں سے مکہ اور طائف کے شہر مراد ہیں۔ بہر حال مذکورہ بالا آیت کے معنی یہ ہیں کہ میں نے اس دیوار کو درست اس لیے کیا ہے کہ یہ ان دو یتیموں کی ہے جو اس شہر میں رہتے ہیں اور اس کے نیچے ان کا خزانہ مدفون ہے۔ عکرمہ، قتادہ اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس دیوار کے نیچے ان دونوں یتیم بچوں کا مال مدفون تھا۔ ② آیت کریمہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے اور امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ③

﴿وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا﴾ ''اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔'' یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ نیک آدمی کی اولاد کی بھی حفاظت کی جاتی ہے اور اس کی شفاعت کی وجہ سے اس کی عبادت کی برکت اس کی اولاد کو بھی دنیا و آخرت میں حاصل ہوتی ہے، نیز اس کی اولاد کے جنت میں بھی درجات بلند کیے جاتے ہیں تاکہ اسے اپنی اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل ہو جیسا کہ قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے باپ کی نیکی کی وجہ سے ان کے مال کی حفاظت کی گئی اور حضرت خضر نے ان لڑکوں کی نیکی کا ذکر نہیں کیا۔ ④ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا﴾ ''تو آپ کے پروردگار نے چاہا کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور (پھر) اپنا خزانہ نکالیں۔'' یہاں ارادے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے کیونکہ انھیں جوانی تک پہنچانے پر صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے جبکہ لڑکے کے معاملے میں حضرت خضر علیہ السلام نے ارادے کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً﴾ (الکھف 81:18) ''تو ہم نے چاہا کہ ان کا پروردگار اس کی جگہ ان

---

① تفسیر الطبری: 7/16. ② تفسیر الطبری: 10,9/16. ③ تفسیر الطبری: 10/16. ④ تفسیر الطبری: 10/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو دوسرا (بچہ) عطا فرمائے جو پاک طینتی میں بہتر۔'' اسی طرح کشتی کے بارے میں بھی انھوں نے ارادے کی نسبت اپنی طرف کی تھی: ﴿ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا ﴾ (الکھف 79:18) ''تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں۔'' وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

کیا خضر نبی تھے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ﴾ ''یہ آپ کے پروردگار کی مہربانی ہے اور یہ کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کیے۔'' یعنی یہ تینوں کام جو میں نے کیے ہیں: (1) یہ کشتی والوں، (2) لڑکے کے والدین اور (3) نیک آدمی کے دو یتیم لڑکوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ظہور ہے، یہ کام میں نے از خود نہیں کیے بلکہ مجھے ان کے بارے میں حکم دیا گیا اور ان کے بارے میں مطلع کر دیا گیا۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ کے نبی تھے، علاوہ ازیں یہ آیت کریمہ: ﴿ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ ﴾ (الکھف 65:18) ''(وہاں) انھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جس کو ہم نے اپنے ہاں سے رحمت دی تھی اور اپنے پاس سے علم بخشا تھا۔'' جو قبل ازیں گزر چکی ہے، یہ بھی حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کی دلیل ہے۔

خضر کی وجہ تسمیہ: امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خضر کے بارے میں فرمایا: [إِنَّمَا سُمِّيَ خَضِرًا (لِأَنَّهُ) جَلَسَ عَلٰى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ ، فَإِذَا هِيَ تَحْتَهُ تَهْتَزُّ خَضْرَاءَ] ''ان کا نام خضر اس لیے رکھا گیا کہ وہ سفید رنگ کی خشک گھاس پر بیٹھے تو وہ ان کے نیچے سبز رنگ میں لہلہانے لگی تھی۔''[1] اور امام احمد نے اس حدیث کو عبدالرزاق کے واسطے سے بھی روایت کیا ہے۔[2] صحیح بخاری میں بھی ہمام کے واسطے سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرُ لِأَنَّهُ جَلَسَ عَلٰى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ فَإِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهِ خَضْرَاءَ] ''انھیں خضر کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ وہ خشک گھاس پر بیٹھے تو وہ ان کے نیچے سبز رنگ میں لہلہانے لگی تھی۔''[3] ان احادیث میں جو لفظ ''فروہ'' آیا ہے اس کے معنی یہاں خشک گھاس کے ہیں اور وہ گھاس چوڑا چوڑا ہو جیسا کہ عبدالرزاق نے کہا ہے۔[4] یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد سطح زمین ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿82﴾ ﴾ ''یہ ان باتوں کی حقیقت ہے جن پر تو صبر نہ کر سکا۔'' یعنی یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن کی وجہ سے تو نے اپنے دل میں تنگی محسوس کی اور صبر نہ کر سکا حتی کہ تجھے از خود ان کے بارے میں بتا دیتا۔ اور جب اس نے ان باتوں کی تشریح و توضیح بیان کر کے مشکل زائل کر دی تو کہا ﴿ مَا لَمْ تَسْطِعْ ﴾ ''جن پر تو صبر نہ کر سکا'' جبکہ اس سے پہلے وہ بہت قوی اور شدید قسم کے اشکال میں مبتلا تھا، اسی لیے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝ ﴾ (الکھف 78:18) ''جن باتوں پر تو صبر نہ کر سکا میں ان کا تجھے بھید بتائے دیتا ہوں۔'' زیادہ ثقیل اشکال کے مقابلے میں انھوں نے ثقیل اور خفیف اشکال کے مقابلے میں خفیف الفاظ استعمال فرمائے جیسا کہ فرمایا:

---

[1] مسند أحمد:312/2 ، لیکن قوسین والے الفاظ بعض نسخوں میں نہیں ہیں۔ [2] مسند أحمد:318/2. [3] صحیح البخاری، الأحادیث الأنبیآء، باب حدیث الخضر ......، حدیث:3402. [4] مسند أحمد:318/2. البتہ اس میں فروۃ کی تفسیر میں صرف الحَشِيشُ الْأَبْيَضُ وَمَا أَشْبَهَهُ ''سفید گھاس اور اس سے ملتی جلتی'' ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿83﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي

اور (یہ لوگ) آپ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے: عنقریب میں اس کا کچھ ذکر تمھارے سامنے تلاوت کروں گا﴿83﴾ بے شک

الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿84﴾

ہم نے اسے زمین میں اقتدار دیا اور اسے ہر چیز سے اسباب دیے﴿84﴾

﴿ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ ﴾ (الکھف 97:18) ''پھر ان میں یہ قدرت نہ رہی کہ اس پر چڑھ سکیں۔'' اس سے مراد اوپر کی طرف چڑھنا ہے اور پھر فرمایا: ﴿ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴾ (الکھف 97:18) ''اور نہ یہ طاقت رہی کہ اس میں نقب لگا سکیں۔'' یہ پہلے کی نسبت چونکہ زیادہ سخت کام تھا اس لیے یہاں ﴿ اسْطَاعُوْۤا ﴾ کے بجائے ﴿ اسْتَطَاعُوْا ﴾ استعمال کیا گیا، یعنی ہر فعل کے لیے وہ لفظ استعمال کیا گیا جو لفظاً اور معنًی ہر اعتبار سے مناسب تھا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد کا اس قصے کے آغاز میں تو ذکر کیا گیا مگر بعد میں ان کا ذکر نہیں آیا تو اس کی کیا وجہ ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہاں مقصود موسیٰ و خضر علیہما السلام اور ان کے مابین پیش آنے والے واقعات کا ذکر ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا شاگرد تو ان کے تابع ہے۔ کتب صحاح وغیرہ کی احادیث میں پہلے صراحت ہو چکی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے یہ شاگرد یوشع بن نون تھے۔[1] اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے یہی والی تھے۔

تفسیر آیات: 84,83

ذوالقرنین کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ﴾ ''اور یہ لوگ آپ سے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں'' کہ ان کی کیا خبر تھی۔ ہم قبل ازیں یہ بیان کر آئے ہیں کہ کفار مکہ نے اہل کتاب کے پاس اپنے آدمی بھیجے تھے تاکہ وہ ان سے ایسے سوالات سیکھیں جن سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لیں تو انھوں نے کہا (1) آپ سے زمین میں بہت سفر کرنے والے آدمی کے بارے میں پوچھو۔'' (2) ان نوجوانوں کے بارے میں پوچھو جن کی بابت معلوم نہیں کہ انھوں نے کیا کیا۔ (3) اور آپ سے روح کے بارے میں پوچھو۔ تو انھی سوالات کے جواب میں سورۂ کہف نازل ہوئی تھی۔[2]

ذوالقرنین کی عظیم الشان سلطنت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''بلاشبہ ہم نے اس کو زمین میں بڑی دسترس دی تھی۔'' یعنی ہم نے انھیں بڑی عظیم الشان سلطنت دی تھی۔ انھیں بادشاہت، لشکر ہائے جرار، آلاتِ حرب، قلعے اور اس کی سلطنت میں سب کچھ تھا جو بادشاہوں کے پاس ہوتا ہے، اسی لیے وہ زمین کے مشرق سے لے کر مغرب تک کا مالک تھا۔ تمام ممالک اس کے تابع تھے، بادشاہ اس کے فرمانبردار تھے، عرب وعجم کی تمام قومیں اس کی خادم تھیں، اسی وجہ سے بعض اہل علم نے یہ ذکر کیا ہے کہ انھیں ذوالقرنین کے نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ مشرق و مغرب میں سورج کے طلوع و غروب کے

[1] دیکھیے الکھف، آیت: 65 کے تحت۔ [2] دیکھیے الکھف کے شروع میں عنوان: ''سبب نزول'' کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿85﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ

چنانچہ وہ سامان لے کر چلا﴿85﴾ حتی کہ جب وہ غروب آفتاب کی جگہ پہنچا، اس نے اسے پایا کہ وہ سیاہ کیچڑ (دلدل) والے چشمے میں غروب ہو رہا ہے

وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ۬ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ

اور اس نے اس کے پاس ایک قوم پائی۔ ہم نے کہا: اے ذوالقرنین! (تجھے اختیار ہے) خواہ تو (انھیں) سزا دے، خواہ ان سے اچھا برتاؤ کرے﴿86﴾

حُسْنًا ﴿86﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا

اس نے کہا: رہا وہ جس نے ظلم کیا، تو اسے ہم عنقریب سزا دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا، چنانچہ وہ اسے سخت ترین عذاب دے

نُّكْرًا ﴿87﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ

گا﴿87﴾ اور رہا وہ جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو اس کے لیے (اللہ کے ہاں) بدلے میں خوب تر بھلائی ہے، اور ہم لازماً اپنے کام میں سے اس کے

اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿88﴾ ؕ

لیے نہایت آسانی کا حکم دیں گے﴿88﴾

مقامات تک پہنچ گیا تھا۔ ﴿وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿84﴾﴾ ''اور ہم نے اس کو ہر طرح کا سامان عطا کیا تھا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، سدی، قتادہ، ضحاک اور دیگر کئی ائمہ تفسیر رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انھیں ہر طرح کا علم عطا کر دیا تھا۔[1] قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی زمین کے مقامات ونشانات کے ہیں۔[2]

اللہ تعالیٰ نے بلقیس کے بارے میں بھی فرمایا: ﴿وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾...... الآیة (النمل 23:27) ''اور ہر چیز اسے میسر کی گئی......۔'' یعنی ہر وہ چیز جو اس طرح کے بادشاہوں کو میسر ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو بھی وہ تمام اسباب ووسائل مہیا فرما دیے تھے جو ملکوں اور لوگوں کو فتح کرنے، شہروں اور علاقوں پر قبضہ جمانے، دشمنوں کا زور کم کرنے، زمین کے بادشاہوں کو شکست دینے اور مشرکوں کو ذلیل ورسوا کرنے کے لیے ضروری ہوتے ہیں، یعنی اسے وہ تمام اسباب و وسائل مہیا کر دیے گئے تھے جو اس طرح کے کاموں کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:85-88

ذوالقرنین کا کوچ کرنا اور غروب شمس کی جگہ پہنچنا: ﴿فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿85﴾﴾ ''پھر وہ ایک راہ کے پیچھے لگا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں سبب سے مراد منزل ہے۔[3] مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مشرق ومغرب کے درمیان منزل اور رستے ہیں۔[4] مجاہد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس سے مراد زمین میں رستے ہیں۔[5] قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے زمین کے منازل ومعالم کا رخ کیا۔[6]

[1] تفسیر الطبری :14,13/16 وتفسیر ابن أبی حاتم :2382/7 والبدایة والنھایة ، خبر ذی القرنین:97/2. [2] تفسیر الطبری :15,14/16 وتفسیر ابن أبی حاتم :2383/7 والبدایة والنھایة ، خبر ذی القرنین :97/2. [3] تفسیر الطبری : 14/16. [4] تفسیر الطبری :14/16. [5] تفسیر الطبری :14/16. [6] تفسیر الطبری :14/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچا۔'' یعنی وہ ایک ایسے رستے پر چلے حتی کہ مغرب کی طرف سے زمین کے آخری کنارے تک پہنچ گئے، مغرب سے یہاں مراد زمین کا مغرب ہے کیونکہ آسمان میں غروبِ آفتاب کی جگہ تک پہنچنا تو بہت مشکل ہے۔ قصے بیان کرنے والے لوگوں نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ وہ ایک مدت تک زمین میں چلتے رہے اور سورج ان کے پیچھے غروب ہوتا تھا تو یہ ایک ایسی بات ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، اس قبیل کی اکثر باتوں کا تعلق اہل کتاب کی خرافات اور ان کے زندیقوں کی بنائی ہوئی جھوٹی اور من گھڑت باتوں سے ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ ﴾ ''اس نے اسے ایسا پایا کہ سیاہ کیچڑ والے ایک چشمے میں ڈوب رہا ہے۔'' انھوں نے بحر محیط (بحیرۂ روم) میں سورج کے غروب ہونے کا منظر دیکھا اور جو شخص بھی اس کے ساحل پر کھڑا ہو کر اسے دیکھے تو اسے اسی طرح معلوم ہوگا کہ جیسے وہ اس میں غروب ہو رہا ہے، حالانکہ یہ فلک چہارم کو نہیں چھوڑتا جس میں اسے ثبت کیا گیا ہے۔ ﴿ حَمِئَةٍ ﴾ کا لفظ دو قراءتوں میں سے ایک قراءت کے مطابق اَلْحَمْأَةُ سے مشتق ہے[1] جس کے معنی مٹی کے ہیں۔[2] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ ﴾ (الحجر 28:15) ''بلاشبہ میں کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔'' اس آیت کریمہ کی تفسیر قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔[3]

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ ﴾ ''اور اس نے اس (ندی) کے پاس ایک قوم دیکھی۔'' جس کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انسانوں کی یہ ایک بہت بڑی امت تھی: ﴿ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا ۝۸۶ ﴾ ''ہم نے کہا: ذوالقرنین! تو ان کو، خواہ تکلیف دے، خواہ ان (کے بارے) میں بھلائی اختیار کر۔'' معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو ان پر دسترس دے دی، ان کا حاکم بنا دیا، ان پر فتح ونصرت سے نوازا اور اختیار دے دیا کہ اگر چاہیں تو انھیں قتل کر دیں اور قیدی بنا لیں اور اگر چاہیں تو ان پر احسان کر دیں یا ان سے فدیہ لے لیں۔ ان کے عدل وایمان کا ان کے اس جواب سے اندازہ ہوتا ہے: ﴿ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ ﴾ ''جو (کفر وبد کرداری سے) ظلم کرے گا'' اور کفر اور اپنے رب کے ساتھ شرک پر قائم رہے گا۔ ﴿ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ﴾ ''اسے ہم عنقریب عذاب دیں گے۔'' قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اسے ہم قتل کر دیں گے۔[4] ﴿ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝۸۷ ﴾ ''پھر (جب) وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ بھی اسے بڑا عذاب دے گا۔'' ﴿ عَذَابًا نُّكْرًا ۝۸۷ ﴾ کے معنی بہت شدید دردناک عذاب کے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے آخرت اور جزا وسزا کا اثبات بھی ہوتا ہے۔ اور فرمایا: ﴿ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ ﴾ ''اور جو ایمان لائے گا۔'' اور ہماری اس دعوت کو قبول کرے گا جو ہم اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دیتے ہیں: ﴿ فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰی ۚ ﴾ ''تو اس کے لیے بہت اچھا بدلہ ہے۔'' یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ ﴿ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا ۝۸۸ ﴾ ''اور ہم اپنے معاملے میں (اس پر کسی طرح کی سختی نہیں

[1] جبکہ دوسری قراءت (حامیة) ہے۔ [2] تفسیر الطبری :17/16 وتفسیر القرطبی :49/11. [3] دیکھیے الحجر، آیت: 28 کے ذیل میں۔ [4] تفسیر الطبری :17/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿89﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ

پھر وہ (اور) سامان لے کر چلا ﴿89﴾ حتی کہ جب وہ طلوع شمس کی جگہ پہنچا، اس نے اسے پایا کہ وہ ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جس کے لیے ہم نے

لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿90﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿91﴾

سورج کے آگے کوئی پردہ نہیں رکھا ﴿90﴾ (واقعہ) ایسا ہی ہے اور یقیناً اس کے پاس جو کچھ تھا علم کے اعتبار سے ہم نے اس کا احاطہ کر لیا تھا ﴿91﴾

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿92﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ

پھر وہ (دیگر) سامان لے کر چلا ﴿92﴾ حتی کہ جب وہ دو دیواروں کے درمیان پہنچا تو اس نے ان دونوں کے اس طرف ایک قوم پائی جو قریب نہ تھا کہ

يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿93﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ

وہ کوئی بات سمجھیں ﴿93﴾ وہ کہنے لگے: اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد کرنے والے ہیں تو کیا ہم تیرے لیے

نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿94﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ

کچھ پیداوار طے کر دیں اس (شرط) پر کہ تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دے ﴿94﴾ اس نے کہا: میرے رب نے مجھے اس میں جو قدرت

فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿95﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا

دی ہے بہت بہتر ہے، چنانچہ تم میری (افرادی) قوت سے مدد کرو، میں تمھارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط بند بنا دوں گا ﴿95﴾ تم مجھے لوہے کے

سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْۤ اُفْرِغْ

تختے لا دو حتی کہ جب اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیانی خلا کو برابر کر دیا (تو) کہا: (اب اس میں) دھونکو، حتی کہ جب اس نے اسے آگ (جیسا) بنا دیا

عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿96﴾ؕ

تو کہا: میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ کہ اس پر ڈال دوں ﴿96﴾

کریں گے بلکہ) اس سے نرم بات کہیں گے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس سے اچھی بات کہیں گے۔ [1]

تفسیر آیات: 89-91

ذوالقرنین کا مشرق کی طرف سفر: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ پھر ذوالقرنین نے مغرب کی طرف سے مشرق کا سفر اختیار کیا اور رستے میں جہاں بھی کسی امت کے پاس سے گزرتا تو انھیں مقہور و مغلوب کر لیتا اور اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دیتا اگر وہ اس کی اطاعت کر لیتے تو ٹھیک ورنہ وہ انھیں ذلیل و رسوا کر کے ان کے مال و متاع کو لوٹ لیتا اور ہر امت سے وہ خدمت لیتا جو اس کے لشکر ہائے جرار کے لیے مخالف ملکوں سے جنگ کے لیے معاون ثابت ہوتی اور جب وہ سفر کرتے کرتے زمین میں سورج کے طلوع ہونے کے مقام پر پہنچا تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿90﴾ ﴾ ''تو دیکھا کہ وہ ایسے لوگوں پر طلوع ہو رہا ہے جن کے لیے ہم نے سورج کے درمیان کوئی اوٹ نہیں بنائی تھی۔'' یعنی سورج کی حرارت سے بچنے کے لیے ان کے پاس نہ تو کوئی عمارت تھی اور نہ کوئی سایہ دار درخت ہی تھے۔ قتادہ

[1] تفسیر الطبری: 18/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ وہ لوگ ایک ایسی زمین میں تھے جہاں کچھ نہیں اگتا تھا، جب سورج طلوع ہوتا تو وہ سرنگوں میں داخل ہو جاتے اور جب سورج غروب ہو جاتا تو وہ سرنگوں سے باہر آ کر اپنے کام کاج میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ①

﴿ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴾ ''حقیقت حال یوں (تھی) اور جو کچھ اس کے پاس تھا اس کی تفصیل ہمارے احاطۂ علم میں ہے۔'' مجاہد اور سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی علم کے ہیں ②، یعنی ہمیں اس کے اور اس کے لشکر کے تمام حالات کی خبر تھی اور ہم سے کوئی چیز بھی مخفی نہ تھی، گو اس کے لشکر میں مختلف قوموں اور علاقوں کے لوگ تھے لیکن اس ذات پاک کی شان یہ ہے: ﴿ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ؕ ﴾ (آل عمرٰن 5:3) ''کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔''

تفسیر آیات: 92-96

سرزمین یاجوج و ماجوج میں پہنچنا اور دیوار کی تعمیر: اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے حالات کو بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴾ ''پھر وہ ایک راہ کے پیچھے لگا۔'' یعنی اب وہ زمین کے مشرق کی طرف سے ایک رستے پر چلا اور دو دیواروں کے درمیان میں پہنچ گیا، یہ دونوں پہاڑ ایک دوسرے کے بالمقابل تھے اور ان میں ایک رستہ بنا ہوا تھا جس سے نکل کر یاجوج ماجوج ترکوں کے علاقوں میں آ جاتے، وہاں فتنہ و فساد برپا کرتے اور کھیتوں اور فصلوں کو تباہ کر دیتے تھے۔ یاجوج و ماجوج بھی حضرت آدم علیہ السلام ہی کی اولاد میں سے ہیں جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے:

[يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا آدَمُ! فَيَقُولُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ......، قَالَ: يَقُولُ: أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ، قَالَ: وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَمِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِينَ (إِلَى النَّارِ وَوَاحِدٌ إِلَى الْجَنَّةِ) فَذَاكَ حِينَ يَشِيبُ الصَّغِيرُ ﴿ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا ...... ﴾ (الحج 2:22) (فَقَالَ: إِنَّ فِيكُمْ أُمَّتَيْنِ، مَا كَانَتَا فِي شَيْءٍ إِلَّا كَثَّرَتَاهُ) يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ]

''بے شک اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے آدم! وہ جواب دیں گے: لبیک وسعدیک......! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جہنم کا حصہ نکال دو۔ حضرت آدم علیہ السلام عرض کریں گے: جہنم کا حصہ کتنا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنم میں اور ایک جنت میں۔ یہ وہ وقت ہوگا جب (خوف کی وجہ سے) بچہ بوڑھا ہو جائے گا۔ ''اور ہر حمل والی اپنے حمل کو گرا دے گی......'' آپ نے فرمایا: تم میں دو امتیں ایسی ہیں کہ جس چیز سے بھی مقابلہ کیا جائے تو ان کی تعداد زیادہ ہے اور وہ ہیں یاجوج اور ماجوج۔'' ③

① تفسير الطبری:20/16 و تفسير ابن أبی حاتم:2386/7. ② تفسير الطبری:20/16 و تفسير ابن أبی حاتم:2387/7.

③ صحيح البخاری، الرقاق، باب: ﴿ إِنَّ زَلْزَلَةَ ...... ﴾ (الحج 1:22)......، حديث:6530 و صحيح مسلم، الإيمان، باب قوله: [يقول الله لآدم: أخرج بعث النار......]، حديث:222 عن أبی سعيد رضی اللہ عنہ. لیکن دونوں قوسین والی عبارتیں صحیحین میں نہیں بلکہ پہلی قوسین والی عبارت جامع الترمذی، تفسير القرآن، باب ومن سورة الحج، حديث:3169 عن عمران بن حصين رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے اور ترمذی ہی میں دوسری قوسین کی جگہ یہ الفاظ ہیں: [إِنَّكُمْ لَمَعَ خَلِيقَتَيْنِ مَا كَانَتَا مَعَ شَيْءٍ إِلَّا كَثَّرَتَاهُ].

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿93﴾﴾ ''تو اس نے ان کے اس طرف کچھ لوگوں کو پایا جو قریب نہ تھے کہ کوئی بات سمجھیں۔'' اس لیے کہ ان کی زبان عجمی ہے اور وہ لوگوں سے دور اور الگ تھلگ رہ رہے ہیں۔ ﴿قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا﴾ ''ان لوگوں نے کہا کہ ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد کرتے رہتے ہیں، بھلا ہم تیرے لیے خرچ (کا انتظام) کر دیں۔'' ابن جریج نے عطاء سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿خَرْجًا﴾ کے معنی بہت زیادہ اجرت کے ہیں۔[1] یعنی ان کا ارادہ یہ تھا کہ اگر ذوالقرنین ان کے درمیان ایک دیوار بنا دے تو وہ بہت سا مال جمع کر کے انھیں دے دیں گے لیکن ذوالقرنین نے عفت و دیانت اور نیکی و خیر کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ﴾ ''خرچ کا جو مقدور اللہ نے مجھے بخشا ہے وہ بہت اچھا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے جس بادشاہت واقتدار سے سرفراز فرمایا ہے وہ اس مال سے کہیں بہتر ہے جسے تم جمع کرو گے۔ جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا: ﴿اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ......﴾ الآیة (النمل 36:27) ''تم مجھے مال سے مدد دینا چاہتے ہو کہ جو کچھ اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمھیں دیا ہے......۔''

اسی طرح ذوالقرنین نے بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھے حکومت وقوت عطا فرمائی ہے وہ تمھارے مال و دولت سے بدرجہا بہتر ہے، البتہ تم مجھے قوت بازو اور آلات تعمیر کے ساتھ مدد دو۔ ﴿اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿95﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ﴾ ''میں تمھارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط اوٹ بنا دوں گا تو تم لوہے کے (بڑے بڑے) تختے لاؤ۔'' زُبَر، زُبرۃ کی جمع ہے اس کے معنی لوہے کے ٹکڑے ہیں، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور قتادہ کا قول ہے۔[2] اور یہ ٹکڑے اینٹ کی طرح ہوتے ہیں اور ہر اینٹ دمشقی قنطار کے برابر یا اس سے بھی زیادہ وزنی ہوتی ہے۔

اور فرمان باری ہے: ﴿حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ﴾ ''یہاں تک کہ جب اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان کا حصہ برابر کر دیا۔'' حتی کہ جب اس نے لوہے کی ان اینٹوں کو بنیاد سے ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر طول وعرض کی طرف سے دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں تک رکھ کر دیوار بنا دی اس دیوار کی طول وعرض کی پیمائش کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ ﴿قَالَ انْفُخُوْا ؕ﴾ ''کہا کہ (اب اسے) دھونکو۔'' یعنی اس میں آگ لگا دی حتی کہ ساری دیوار آگ بن گئی۔ ﴿قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿96﴾﴾ ''تو کہا: (اب) میرے پاس پگھلا تانبا لاؤ تا کہ میں اس پر ڈال دوں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، ضحاک، قتادہ اور سدی کا قول ہے کہ قِطر کے معنی تانبے کے ہیں اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کے معنی پگھلائے ہوئے تانبے کے ہیں۔[3] اس سلسلے میں درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے بھی استشہاد کیا جاتا ہے: ﴿وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ﴾ (سبا 12:34) ''اور ان کے لیے ہم نے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا۔'' یہی وجہ ہے کہ یہ دیوار دھاری دار چادروں سے مشابہ ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (دیکھیے آیات :97-99)

---

[1] تفسیر الطبری :30/16. [2] تفسیر الطبری :32,31/16. [3] تفسیر الطبری :34/16 وتفسیر ابن أبی حاتم :2389/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿97﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ

پھر وہ (یاجوج ماجوج) استطاعت نہ رکھتے تھے کہ اس پر چڑھ جائیں اور نہ استطاعت رکھتے تھے کہ اس میں نقب لگائیں ﴿97﴾ ذوالقرنین نے کہا: یہ

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿98﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ

میرے رب کی طرف سے رحمت ہے، پھر جب میرے رب کا وعدہ آجائے گا تو وہ اسے ہموار کردے گا، اور میرے رب کا وعدہ حق ہے ﴿98﴾ اور اس

يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿99﴾

روز ہم ان کے کچھ کو چھوڑ دیں گے، وہ دوسروں میں گھس جائیں گے، اور صور میں پھونکا جائے گا، پھر ہم ان (سب) کو جمع کریں گے جمع کرنا ﴿99﴾

تفسیر آیات: 97-99

ذوالقرنین کی تعمیر کردہ دیوار رکاوٹ بن گئی اور یہ قیامت کے قریب ٹوٹے گی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یاجوج و ماجوج کو اس بات کی طاقت نہیں ہے کہ اس دیوار کے اوپر سے چڑھ سکیں اور نہ انھیں اس بات ہی کی استطاعت ہے کہ نیچے سے اس میں نقب لگا سکیں۔ اوپر چڑھنا نیچے سے نقب لگانے کی نسبت آسان ہے، لہٰذا ہر کام کے مناسب حال فعل کے صیغے استعمال کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿97﴾﴾ ''پھر ان کو یہ قدرت نہ رہی کہ اس پر چڑھ سکیں اور نہ یہ طاقت رہی کہ اس میں نقب لگا سکیں۔'' یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ انھیں اس دیوار میں نقب لگانے یا اسے توڑنے وغیرہ کی قطعاً قدرت نہ تھی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نیند سے بیدار ہوئے تو رخ انور سرخ تھا اور آپ فرما رہے تھے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهِ، ...... قَالَ: نَعَمْ، إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ] ''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ عربوں کے لیے خرابی ہے اس شر کی وجہ سے جو قریب آچکا ہے۔ آج دیوار یاجوج وماجوج میں اتنا سوراخ کر دیا گیا ہے۔ یہ فرماتے ہوئے آپ نے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی کا حلقہ بنایا۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے جبکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے؟ فرمایا: ہاں، جب برائی کی کثرت ہو جائے گی۔''[1] یہ حدیث صحیح ہے اسے امام بخاری و مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔[2]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ﴾ ''بولا کہ یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے۔'' یعنی ذوالقرنین نے جب اس دیوار کو بنا دیا تو کہا: ﴿هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ﴾ کہ یہ میرے پروردگار کی لوگوں پر مہربانی ہے کہ اس نے لوگوں اور یاجوج و ماجوج کے درمیان یہ رکاوٹ کھڑی کر دی ہے جس کی وجہ سے وہ اب زمین میں فتنہ وفساد نہیں پھیلا سکیں گے۔

﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ﴾ ''جب میرے پروردگار کا وعدہ آپہنچے گا۔'' یعنی جب سچا وعدہ پورا ہو جائے گا۔ ﴿جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ﴾ ''تو اس کو (ڈھا کر) ہموار کر دے گا۔'' یعنی زمین کے برابر کر دے گا۔ عرب ناقة دکاء ایسی اونٹنی کو کہتے ہیں جس کی پشت ہموار ہو

---

[1] مسند أحمد:6/428. [2] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قصة يأجوج ومأجوج ......، حديث:3346 وصحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، باب اقتراب الفتن وفتح ردم يأجوج ومأجوج، حديث:2880.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوراس کی کوہان نہ ہو۔[1] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا﴾ (الأعراف7:143) ”پس جب ان کے پروردگار نے پہاڑ پر جلوہ ڈالا اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔“ اور زمین کے برابر کر دیا۔ ﴿وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا﴾ ”اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے۔“ جو یقیناً پورا ہونے والا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ﴾ ”(اسی روز) ہم ان کو چھوڑ دیں گے۔“ یعنی جس دن یہ دیوار ہموار ہوگی اس دن یہ نکل کر لوگوں میں گھس جائیں گے اور لوگوں کے مال خراب اور ان کی چیزیں تباہ کر دیں گے۔ سدی نے اس آیت کریمہ: ﴿وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ﴾ کا یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ جب یہ نکلیں گے تو لوگوں کے مال تباہ کر دیں گے۔[2] اور یہ سب کچھ قیامت سے پہلے لیکن خروج دجال کے بعد ہوگا جیسا کہ اس کا ذکر ارشاد باری تعالیٰ: ﴿حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ○ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ ......﴾ الآية (الأنبيآء21:96,97) ”یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں گے اور (قیامت کا) سچا وعدہ قریب آ جائے گا......“ کی تفسیر میں آگے بیان کیا جائے گا۔[3]

نفخ صور: اور اس کا فرمان ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ﴾ ”اور صور میں پھونکا جائے گا۔“ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: [اَلصُّورُ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيهِ] ”صور ایک سینگ ہوگا جس میں پھونکا جائے گا۔“[4] اور اس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے جیسا کہ اس سلسلے میں ایک طویل حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔[5] اس کے بارے میں اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔[6] اور عطیہ کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے،[7] نیز ابوسعید کی مرفوع حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كَيْفَ أَنْعَمُ وَقَدِ الْتَقَمَ صَاحِبُ الْقَرْنِ الْقَرْنَ وَحَنٰى جَبْهَتَهُ، ...... (وَاسْتَمَعَ) مَتٰى يُؤْمَرُ؟ (قَالُوا: كَيْفَ نَقُولُ؟) قَالَ: قُولُوا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ، عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا] ”میں کیسے خوش رہوں جبکہ سینگ والے فرشتے نے سینگ کو منہ سے تھام لیا ہے اور اپنی پیشانی کو جھکا دیا ہے...... اور سننے کے لیے تیار ہے کہ اسے کب حکم دیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی: (اس حالت میں) آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم یہ کہو: ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے، ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا۔“[8]

---

[1] تفسیر الطبری:35/16. [2] الدر المنثور:454/4. [3] دیکھیے الأنبیاء، آیت: 96 کے ذیل میں۔ [4] سنن أبي داود، السنة، باب ذکر البعث......، حدیث:4742 وجامع الترمذی، صفة القیامة والرقائق والورع، باب ماجاء فی شأن الصور، حدیث:2430 ومسند أحمد:162/2 عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ. [5] دیکھیے الأنعام، آیت:73 کے ذیل میں۔ [6] سنن أبي داود، أول کتاب الحروف و القراء ات، باب، حدیث:3999 ومسند أحمد:10/3 والمستدرك للحاکم: 264/2 وفتح الباری:367/11 تحت الحدیث:6517 وكتاب العظمة، صفة إسرافیل:820/3-860 وجامع الترمذی، حدیث: 2430 ومسند أحمد: 162/2 وصحیح ابن حبان: 307/16، حدیث: 7312. [7] مسند أحمد:326/1 والمستدرك للحاکم:559/4 والمعجم الکبیر للطبرانی:128/12، حدیث:12671 وتفسیر الطبری:38/16. [8] مسند أحمد: 7/3 و374/4 لیکن اس میں دونوں قوسین والے الفاظ جامع الترمذی، صفة القیامة والرقائق والورع، باب ماجاء فی شأن الصور، حدیث:2431 و3243 وصحیح ابن حبان، الرقاق: 105/3، حدیث: 823 والمستدرك للحاکم:559/4 والسلسلة الصحیحة: 66/3، حدیث:1079 میں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَىِٕذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَاۙ۝۱۰۰ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ

اور اس دن ہم جہنم کو کافروں کے روبرو لے آئیں گے ۝۱۰۰ وہ لوگ جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور وہ سننے کی استطاعت نہ

11 ع 19 2 وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا۝۱۰۱ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْۤ

رکھتے تھے ۝۱۰۱ کیا پھر ان لوگوں نے جو کافر ہوئے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو (اپنا) کارساز بنالیں گے؟ بے شک ہم نے

اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا۝۱۰۲

کافروں کے لیے بطور مہمانی جہنم تیار کر رکھا ہے ۝۱۰۲

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًاۙ۝۹۹ ﴾ ''تو ہم سب کو جمع کر لیں گے۔'' یعنی ہم سب کو حساب کے لیے حاضر کر لیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَۙ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ۬ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ۝ ﴾ (الواقعة 56:49,50) ''کہہ دیجیے کہ بے شک پہلے اور پچھلے (سب) ایک روز مقررہ وقت پر جمع کیے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًاۚ۝ ﴾ (الکهف 18:47) ''اور ان (لوگوں) کو ہم جمع کر لیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔''

تفسیر آیات: 100-102

جہنم کو کافروں کے سامنے لایا جائے گا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ روز قیامت کافروں کے ساتھ یہ معاملہ کرے گا کہ ان کے سامنے جہنم کو لائے گا، یعنی اسے ظاہر کرے گا تاکہ وہ جہنم رسید ہونے سے پہلے ہی اس کے عذاب اور سزاؤں کو دیکھ لیں اور اس طرح جہنم میں داخل ہونے سے پہلے ہی انھیں جلدی سے غم وحزن میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ صحیح مسلم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ، لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ مَّعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا] ''اس (قیامت کے) دن جہنم کو ستر ہزار زنجیروں سے باندھ کر لایا جائے گا اور ہر زنجیر کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔''[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ ﴾ ''جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں۔'' وہ غفلت میں مبتلا ہو کر قبولِ ہدایت اور اتباع حق سے اندھے اور بہرے ہو گئے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۝ ﴾ (الزخرف 43:36) ''اور جو کوئی اللہ کی یاد سے آنکھیں بند کر لے (تغافل کرے) ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا۝۱۰۱ ﴾ ''اور وہ سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔'' اللہ کے اوامر ونواہی کو سمجھتے نہیں تھے، پھر فرمایا: ﴿ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْۤ اَوْلِيَآءَ ؕ ﴾ ''کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ میرے بندوں

[1] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب جهنم أعاذنا الله منها، حديث: 2842 و جامع الترمذي، صفة جهنم، باب ماجاء في صفة النار، حديث: 2573.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿103﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ

کہیے: کیا ہم تمھیں اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارہ پانے والے بتائیں؟﴿103﴾ جن کی سعی دنیاوی زندگی میں اکارت گئی، جبکہ وہ سمجھتے ہیں

يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿104﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ

کہ یقیناً وہ اچھے کام کر رہے ہیں﴿104﴾ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، چنانچہ ان کے اعمال برباد

اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿105﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا

ہو گئے، لہٰذا روزِ قیامت ہم ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے﴿105﴾ یہ ہے ان کی سزا جہنم، اس وجہ سے کہ انھوں نے کفر کیا، اور میری آیات

وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿106﴾

اور میرے رسولوں کو ٹھٹھا بنایا﴿106﴾

کو میرے سوا (اپنا) کارساز بنائیں گے۔'' یعنی ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ بات ان کے لیے درست اور نفع بخش ہے: ﴿ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝ ﴾ (مریم 82:19) ''ہرگز نہیں وہ (معبودان باطلہ) ان کی پرستش سے انکار کریں گے اور الٹے ان کے دشمن (و مخالف) ہوں گے۔'' اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ مطلع فرمایا ہے کہ اس نے قیامت کے دن کافروں کے لیے جہنم کی مہمانی تیار کر رکھی ہے۔

تفسیر آیات:103-106

اعمال اور بدلے کے لحاظ سے خسارے والے لوگ: امام بخاری رحمہ اللہ نے عمرو سے اور انھوں نے مصعب سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے والد، یعنی سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿103﴾ ﴾ ''کہہ دیجیے: ہم تمھیں بتائیں جو عملوں کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں'' کے بارے میں پوچھا، کیا اس سے حُرُورِیَّة فرقے کے لوگ مراد ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ یہودیوں نے حضرت محمد ﷺ کی تکذیب کی تھی اور نصاریٰ نے جنت کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ اس میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہوگی جبکہ حروریہ تو وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے پختہ عہد کرنے کے بعد اسے توڑ دیتے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ انھیں فاسقین کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے۔[1] حضرت علی بن ابو طالب، ضحاک اور کئی ایک ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ اس سے حروریہ ہی مراد ہیں۔[2]
یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ حروریہ، یہود و نصاریٰ اور ایسے دیگر سب لوگوں کو بھی شامل ہے، یہ عام ہے اور ان میں سے کسی مخصوص گروہ کے لیے نہیں ہے کیونکہ یہ آیت کریمہ مکی ہے اس وقت ابھی یہود و نصاریٰ سے خطاب شروع نہیں ہوا تھا اور خوارج کا تو اس وقت قطعاً کوئی وجود ہی نہ تھا، لہٰذا یہ آیت کریمہ عام ہے اور ہر وہ شخص اس کا مصداق ہے جو غیر پسندیدہ طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور گمان یہ کرے کہ وہ درست اور اس کا عمل

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ ...... ﴾ (الكهف 103:18)، حديث:4728.

[2] تفسير الطبري: 43/16 وتفسير ابن أبي حاتم: 2392,2393/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقبول ہے، حالانکہ وہ خطا کار اور اس کا عمل مردود ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ ﴾ (الغاشية 88:2-4) ’’اس روز بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے، سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے، دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:23) ’’اور جو عمل انھوں نے کیے ہوں گے، ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے تو ان کو اڑتی خاک کر دیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا ﴾ (النور 24:39) ’’اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال (کی مثال ایسی ہے) جیسے میدان میں چمکتی ریت کہ پیاسا اسے پانی سمجھے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئے تو اسے کچھ بھی نہ پائے۔‘‘

کافر کا ہر اچھا کام آخرت میں عبث اور بے کار ہے: اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ ﴾ ’’(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے ہم تمھیں بتائیں جو عملوں کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں۔‘‘ اور پھر ان کے بارے میں بتاتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ’’وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی۔‘‘ یعنی جنھوں نے ایسے باطل عمل کیے جو غیر شرعی، ناپسندیدہ اور غیر مقبول تھے۔ ﴿ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ ﴾ ’’اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔‘‘ یعنی وہ اعتقاد یہ رکھتے ہیں کہ وہ صحیح راستے پر ہیں اور وہ مقبول و محبوب لوگ ہیں لیکن حقیقت میں ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ ﴾ ’’یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کے سامنے جانے سے انکار کیا۔‘‘ یعنی دنیا میں انھوں نے ان دلائل و براہین کا انکار کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور اپنے رسولوں کی صداقت کے بارے میں بیان فرمائے تھے، نیز انھوں نے آخرت کی تکذیب کی۔ ﴿ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ ﴾ ’’اور ہم قیامت کے دن ان کے لیے کچھ بھی وزن قائم نہیں کریں گے۔‘‘ یعنی قیامت کے دن ہم ان کے اعمال کے ترازو کو بھاری نہیں کریں گے کیونکہ ان کے اعمال خیر سے خالی تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيمُ السَّمِينُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَزِنُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ وَّقَالَ: اِقْرَءُوا: ﴿ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ ﴾] ’’قیامت کے دن ایک بہت بڑا اور موٹا آدمی آئے گا مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا مچھر کے پر کے برابر بھی وزن نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا: یہ آیت کریمہ پڑھو: ’’اور ہم قیامت کے دن ان کے لیے ترازو ہی قائم نہیں کریں گے۔‘‘[1] اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2] اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا ﴾ ’’یہ ہے ان کی سزا جہنم اس لیے کہ انھوں نے کفر کیا۔‘‘ یعنی ہم نے انھیں یہ سزا اس لیے دی کہ انھوں نے کفر کیا، اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس کے پیغمبروں کی

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ ﴾ (الكهف 18:105)، حديث:4729. [2] صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب صفة القيامة والجنة والنار، حديث:2785.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿107﴾ خَالِدِينَ فِيهَا

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے بطور مہمانی فردوس کے باغات ہیں ﴿107﴾ اس حال میں کہ وہ ان میں

لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿108﴾

ہمیشہ مقیم ہوں گے، وہاں سے جگہ بدلنا نہیں چاہیں گے ﴿108﴾

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ

کہہ دیجیے: اگر میرے رب کی باتوں (کے لکھنے) کے لیے سمندر روشنائی ہو تو یقیناً میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے

جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ﴿109﴾

گا اور اگرچہ ہم اس کے مثل (اور سمندر) بطور مدد لے آئیں ﴿109﴾

ہنسی اڑائی اور ان کی سخت تکذیب کی تھی۔

تفسیر آیات: 108,107

مومنوں کی جزا: اللہ تعالیٰ نے اپنے سعادت مند بندوں، یعنی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لانے والوں اور انبیائے کرام کے لائے ہوئے دین و شریعت کی تصدیق کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کے لیے بہشت کے باغ ہوں گے۔ ابو اُمامہ کہتے ہیں کہ فردوس بہترین جنت ہے۔[1] قتادہ کہتے ہیں کہ فردوس اوسط و افضل جنت ہے۔[2] سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [اَلْفِرْدَوْسُ مِنْ رَبْوَةِ الْجَنَّةِ هِيَ أَوْسَطُهَا وَأَحْسَنُهَا] ''فردوس بلند ترین، بہترین اور احسن جنت ہے۔''[3] قتادہ نے انس بن مالک کے حوالے سے مرفوع حدیث بھی اسی طرح بیان کی ہے اور ان تمام روایات کو ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔[4] صحیح بخاری میں حدیث ہے: [فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ (الْجَنَّةَ) فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ، وَأَعْلَى الْجَنَّةِ...... وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ] ''جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو اس سے فردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ اعلیٰ اور افضل جنت ہے...... اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔''[5] ﴿نُزُلًا ﴿107﴾﴾ کے معنی مہمانی کے ہیں۔ ﴿خَالِدِينَ فِيهَا﴾ ''ہمیشہ ان میں رہیں گے۔'' ان میں اقامت و سکونت اختیار کریں گے اور ان سے کبھی بھی نہیں نکلیں گے۔ ﴿لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿108﴾﴾ ''وہاں سے مکان بدلنا نہیں چاہیں

① تفسیر الطبری: 46/16 لیکن اس میں ابو امامہ کے بجائے ابو اسامہ ہے، البتہ تفسیر ابن أبی حاتم: 2393/7 میں یہ قول ابو امامہ ہی سے منقول ہے۔ ② تفسیر الطبری: 46/16۔ ③ تفسیر الطبری: 48/16 والمعجم الکبیر للطبرانی: 213/7، حدیث: 6886,6885 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2393/7 والسلسلة الصحیحة: 9/5، حدیث: 2003۔ ④ تفسیر الطبری: 49,48/16 وجامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المؤمنین، حدیث: 3174 ومسند أحمد: 260/3۔ ہاں، البتہ [وَالْفِرْدَوْسُ: رَبْوَةُ الْجَنَّةِ، وَأَوْسَطُهَا وَأَفْضَلُهَا] قتادہ کے الفاظ ہیں۔ اور دیکھیے السلسلة الصحیحة: 427/4، حدیث: 1811۔ ⑤ صحیح البخاری، الجهاد والسیر، باب درجات المجاهدین......، حدیث: 2790 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ البتہ قوسین والا لفظ المصنف لابن أبی شیبة، الجنة، باب ماذکر......: 67/7 میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ يُوۡحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: میں تو بس تمھاری ہی طرح بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا الٰہ صرف ایک الٰہ ہے، پھر جو شخص کہ اپنے رب کی

12 ع 9 3 فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿110﴾

ملاقات کی امید رکھتا ہو تو وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائے ﴿110﴾

گے۔'' کیونکہ جنت کے علاوہ وہ کسی اور مقام کو پسند ہی نہیں کریں گے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنت سے انھیں کس قدر رغبت اور محبت ہوگی، حالانکہ جو شخص کسی جگہ ہمیشہ ہمیشہ مقیم ہو تو اس کے بارے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید وہ اس جگہ سے اکتا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے بارے میں فرمایا ہے کہ دوام اور خلود سرمدی کے باوجود وہ جنت سے کہیں اور جانا، وہاں سے کوچ کرنا اور رخت سفر باندھنا پسند ہی نہیں کریں گے۔

تفسیر آیت:109

اللہ کی باتیں کبھی ختم نہ ہوں گی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے محمد (ﷺ!) کہہ دیجیے: اگر سمندر کا پانی قلم کے ساتھ لکھنے کے لیے سیاہی بن جائے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی باتیں، حکمتیں اور وہ نشانیاں لکھنی شروع کر دی جائیں جو اس کی ذات پاک پر دلالت کرتی ہیں تو ان باتوں کے تمام ہونے سے پہلے سمندر کی یہ سیاہی ختم ہو جائے گی۔ ﴿وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِهٖ مَدَدًا ﴿109﴾﴾ ''اگر چہ ہم ویسا ہی (دوسرا) اس کی مدد کو لائیں۔'' یعنی ایک سمندر اور لے آئیں اور پھر اس کے بعد ایک اور لے آئیں اور اسی طرح اور سمندر لاتے جائیں اور ان کے ساتھ لکھا جائے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوۡ اَنَّ مَا فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ شَجَرَةٍ اَقۡلَامٌ وَّالۡبَحۡرُ يَمُدُّهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ سَبۡعَةُ اَبۡحُرٍ مَّا نَفِدَتۡ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ○﴾ (لقمٰن 27:31) ''اور اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں اور سمندر (کا تمام پانی) سیاہی ہو (اور) اس کے بعد سات سمندر اور (سیاہی ہو جائیں) تو اللہ تعالیٰ کی باتیں (اس کی صفتیں) ختم نہ ہوں، بے شک اللہ نہایت غالب، بڑی حکمت والا ہے۔''

ربیع بن انس کہتے ہیں کہ تمام بندوں کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسے تمام سمندروں کے مقابلے میں پانی کا ایک قطرہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلۡ لَّوۡ كَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّىۡ﴾ ''کہہ دیجیے: اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے (لکھنے کے) لیے سیاہی ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر ختم ہو جائے۔'' یعنی اگر یہ تمام سمندر اللہ تعالیٰ کی باتیں لکھنے کے لیے سیاہی بن جائیں اور سارے درخت قلمیں بن جائیں تو قلمیں ٹوٹ جائیں گی اور سمندروں کا پانی ختم ہو جائے گا مگر اللہ تعالیٰ کی باتیں باقی اور قائم رہیں گی، انھیں کوئی چیز ختم نہیں کر سکتی کیونکہ کسی کو اس بات کی استطاعت ہی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا اندازہ لگا سکے اور اس کی اس طرح ثنا بیان کر سکے جس طرح اس کی ذات گرامی کے شایانِ شان ہے، اس طرح کی ثنا تو وہ خود ہی بیان فرما سکتا ہے کیونکہ ہمارا پروردگار اسی طرح ہے جس طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے بارے میں وہ خود فرماتا ہے۔ وہ ہماری تعریف سے بہت بلند و بالا اور ارفع واعلیٰ ہے۔ اول سے لے کر آخر تک دنیا بھر کی تمام نعمتیں آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں اس طرح ہیں جس طرح ساری دنیا کے مقابلے میں رائی کا ایک دانہ ہو۔

تفسیر آیت:110

محمد ﷺ بشر اور رسول ہیں اور معبود ایک ہی ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿ قُلْ ﴾ ''کہہ دیجیے۔'' ان مشرکوں سے جو آپ کی رسالت کی تکذیب کرتے ہیں۔ ﴿ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ﴾ ''میں تمھاری طرح کا ایک بشر ہوں۔'' اگر کوئی مجھے سچا نہیں سمجھتا تو پھر وہ بھی اس طرح کا قرآن لا دکھائے جس طرح کا قرآن میں لے کر آیا ہوں۔ میں نے تمھیں اصحاب کہف اور ذوالقرنین سے متعلق ماضی کے واقعات جو صحیح صحیح اور حقیقت حال کے مطابق بیان کیے ہیں تو وہ اس لیے نہیں کہ میں غیب جانتا ہوں بلکہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے بارے میں مطلع فرما دیا ہے اور اگر وہ مجھے ان کے بارے میں مطلع نہ فرماتا تو میں ان کے بارے میں تمھیں کچھ نہیں بتا سکتا تھا، اسی طرح میں تمھیں یہ بات بھی بتاتا ہوں: ﴿ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ ﴾ ''بے شک تمھارا معبود'' جس کی عبادت کی میں تمھیں دعوت دیتا ہوں۔ ﴿ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴾ ''ایک معبود ہے۔'' یعنی جس کا کوئی شریک نہیں۔

عند اللہ مقبول اعمال: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ ﴾ ''تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھے۔'' یعنی اس سے ثواب اور اچھی جزا کی امید رکھے۔ ﴿ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا ﴾ ''چاہیے کہ عمل نیک کرے۔'' جو اللہ کی شریعت کے مطابق ہو۔ ﴿ وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴾ (110) ''اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔'' یعنی ایسی عبادت کرے جو محض اللہ وحدہ لا شریک ہی کی ذات پاک کے لیے کی گئی ہو۔ کسی عمل کے مقبول ہونے کے لیے یہی دو شرطیں ہیں: (1) عمل خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کیا جائے۔ (2) اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق سرانجام دیا جائے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے محمود بن لبید کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ، قَالُوا: وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: الرِّيَاءُ، يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا جُزِيَ النَّاسُ بِأَعْمَالِهِمْ: اذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاءُونَ فِي الدُّنْيَا، فَانْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً] ''مجھے تمھارے بارے میں سب سے زیادہ خوف شرک اصغر کے بارے میں ہے، صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! شرک اصغر سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ریاکاری۔ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا تو (ریاکاری کرنے والوں سے) فرمائے گا: تم ان لوگوں کے پاس چلے جاؤ جن کو دنیا میں دکھانے کے لیے تم عمل کرتے تھے، بھلا دیکھو تو سہی! کیا تم ان کے پاس کوئی جزا پاتے ہو؟''[1]

---

[1] مسند أحمد: 428/5 والسلسلة الصحيحة: 634/2، حديث: 951.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام احمد رحمہ اللہ نے ابوسعید بن ابوفضالہ انصاری کی روایت کو بیان کیا ہے جو صحابہ میں سے تھے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: [إِذَا جَمَعَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ، نَادٰى مُنَادٍ: مَّنْ كَانَ أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَحَدًا فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ] ''جب اللہ تعالیٰ قیامت کے اس دن جس کے بارے میں کوئی شک نہیں، اگلے پچھلے تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا تو ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا: جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرتے ہوئے اس میں کسی کو شریک بنالیا تو وہ غیر اللہ سے اپنا ثواب طلب کرلے، بے شک اللہ تعالیٰ شرک سے تمام شرکاء کی نسبت سب سے زیادہ بے نیاز ہے۔''[1] اس حدیث کو امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رحمہما اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔[2]

سورۂ کہف کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ.

[1] مسند أحمد: 466/3. [2] جامع الترمذي ، تفسير القرآن، باب ومن سورة الكهف، حديث: 3154 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب الرياء والسمعة، حديث: 4203 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سُورَۂ مریم

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

کٓھٰیٰعٓصٓ ① ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ عَبۡدَہٗ زَکَرِیَّا ② اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا ③ قَالَ رَبِّ

کٓھٰیٰعٓصٓ ① (یہ) آپ کے رب کی اپنے بندے زکریا پر رحمت کا ذکر ہے ② جب اس نے اپنے رب کو نہایت آہستہ آواز سے پکارا ③ اس

اِنِّیۡ وَہَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّیۡ وَ اشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ شَیۡبًا وَّ لَمۡ اَکُنۡۢ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ④

(زکریا) نے کہا: اے میرے رب! بے شک میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں، اور میرا سر بڑھاپے (کی سفیدی) سے بھڑک اٹھا، اور اے میرے رب! میں

وَ اِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ مِنۡ وَّرَآءِیۡ وَ کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا فَہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا ⑤ یَّرِثُنِیۡ

تجھ سے دعا کر کے کبھی محروم نہیں رہا ④ اور بے شک میں اپنے پیچھے قرابت داروں سے ڈرتا ہوں، اور میری بیوی بانجھ آرہی ہے، چنانچہ تو مجھے اپنے

وَ یَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ ٭ۖ وَ اجۡعَلۡہُ رَبِّ رَضِیًّا ⑥

پاس سے ایک وارث عطا کر ⑤ جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب سے وارث بنے اور اے میرے رب! تو اسے پسندیدہ بنا ⑥

نجاشی کے دربار میں سورۂ مریم کی تلاوت: محمد بن اسحاق نے ''سیرت'' میں بروایت ام سلمہ رضی اللہ عنہا[1] اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مکہ سے ارض حبشہ کی طرف ہجرت کے واقعے کے سلسلے میں بیان کیا ہے کہ جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے اس سورت کا ابتدائی حصہ نجاشی اور ان کے ساتھیوں کو سنایا تھا۔[2]

تفسیر آیات:1-6

حروف مقطعات کی بحث سورۂ بقرہ کے شروع میں گزر چکی ہے۔

زکریا علیہ السلام کی بیٹے کے لیے دعا: ﴿ ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ ﴾ ''(یہ) تمھارے پروردگار کی مہربانی کا بیان ہے۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر رحمت کا ذکر ہے۔ یحییٰ بن یعمر نے اسے اس طرح پڑھا ہے: [ذَکَّرَ رَحۡمَۃَ رَبِّکَ عَبۡدَہٗ زَکَرِیَّا].[3]

① السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، إحضار النجاشی للمہاجرین...... : 337,336/1. ② مسند أحمد : 461/1، البتہ سورت کے ابتدائی حصے کے سنانے کا ذکر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں نہیں بلکہ مسند أحمد : 202/1 میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت میں ہے۔ ③ تفسیر القرطبی : 75/11 عن الحسن رحمہ اللہ .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زکریا میں دو قراءتیں ہیں، یعنی اسے مد اور قصر دونوں طرح (زکریاء اور زکریا) پڑھا گیا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل میں سے ایک عظیم الشان نبی تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كَانَ زَكَرِيَّاءُ نَجَّارًا] ''زکریا علیہ السلام نجار تھے۔''[1] یعنی بڑھئی کا کام کرکے اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝۳ ﴾ ''جب انھوں نے اپنے پروردگار کو دبی آواز سے پکارا۔'' بے شک انھوں نے چپکے سے پکارا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بہت پسند ہے جیسا کہ قتادہ نے ﴿ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝۳ ﴾ کے بارے میں بیان کیا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ تقوے والے دل کو جانتا اور پوشیدہ آواز کو سنتا ہے۔[2] ﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ ﴾ ''(اور) کہا کہ میرے پروردگار! بلاشبہ میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں۔'' یعنی ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہوگئی ہیں اور قوتیں ماند پڑ گئی ہیں۔ ﴿ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا ﴾ ''اور سر بڑھاپے (کی سفیدی) سے بھڑک اٹھا ہے۔'' یعنی سیاہ بالوں کے بجائے اب سفیدی کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں، اس سے مراد کمزوری، بڑھاپے اور اس کے ظاہری و باطنی دلائل کو بیان کرنا ہے۔ ﴿ وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝۴ ﴾ ''اور میرے پروردگار! میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔'' یعنی اے اللہ! تو ہمیشہ میری دعا قبول فرماتا رہا ہے اور میں نے جب بھی تجھ سے مانگا تو نے مجھے کبھی بھی محروم نہیں کیا۔ ﴿ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ ﴾ ''اور یقیناً میں اپنے پیچھے اپنے وارثوں سے ڈرتا ہوں۔'' مجاہد، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ موالی سے مراد عصبہ ہیں۔[3] ان کے ڈرنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے رشتے دار ان کے بعد کہیں لوگوں سے برا سلوک نہ کریں، اس لیے انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انھیں بیٹا عطا فرمائے جو ان کے بعد نبی ہو اور وہ وحی و تنزیل کی روشنی میں لوگوں سے معاملہ کرے، ان کی اس دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا گیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے ڈرنے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کے رشتہ داران کے مال کو بطور وراثت تقسیم کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا مقام و مرتبہ اس سے کہیں بلند ہوتا ہے کہ وہ اپنے مال کے بارے میں اس حد تک ڈرے، رشتے داروں کے اسے بطور وراثت تقسیم کرنے سے نفرت کرے اور بیٹے کی دعا اس لیے کرے تاکہ رشتہ داروں کے بجائے وہ اکیلا ہی وارث بن جائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مذکور ہی نہیں کہ وہ صاحب مال تھے بلکہ وہ تو نجار تھے اور ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے اور اس طرح کے لوگ، خصوصاً انبیاء تو مال جمع ہی نہیں کرتے کیونکہ وہ تو دنیا سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوتے ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ صحیحین میں کئی سندوں سے یہ حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ] ''ہمارا مال بطور وراثت تقسیم نہیں ہوتا بلکہ ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔''[4] ترمذی کی صحیح سند سے ایک

---

[1] صحیح مسلم، الفضائل، باب من فضائل زکریا علیہ السلام، حدیث: 2379 عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ. اور صحیح بخاری میں یہ روایت ہمیں نہیں ملی۔ واللّٰہ أعلم. [2] تفسیر الطبری: 57/16. [3] تفسیر الطبری: 59/16. [4] صحیح البخاری، فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب قرابة رسول اللّٰه......، حدیث: 3712 عن أبی بكر رضی اللہ عنہ: 4240، 4241 و 6725 عن عائشة رضی اللہ عنہا و صحیح مسلم، الجهاد والسیر، باب قول النبی ﷺ: [لا نورث ماتركنا ......]، حدیث: 1758 عن عائشة رضی اللہ عنہا.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

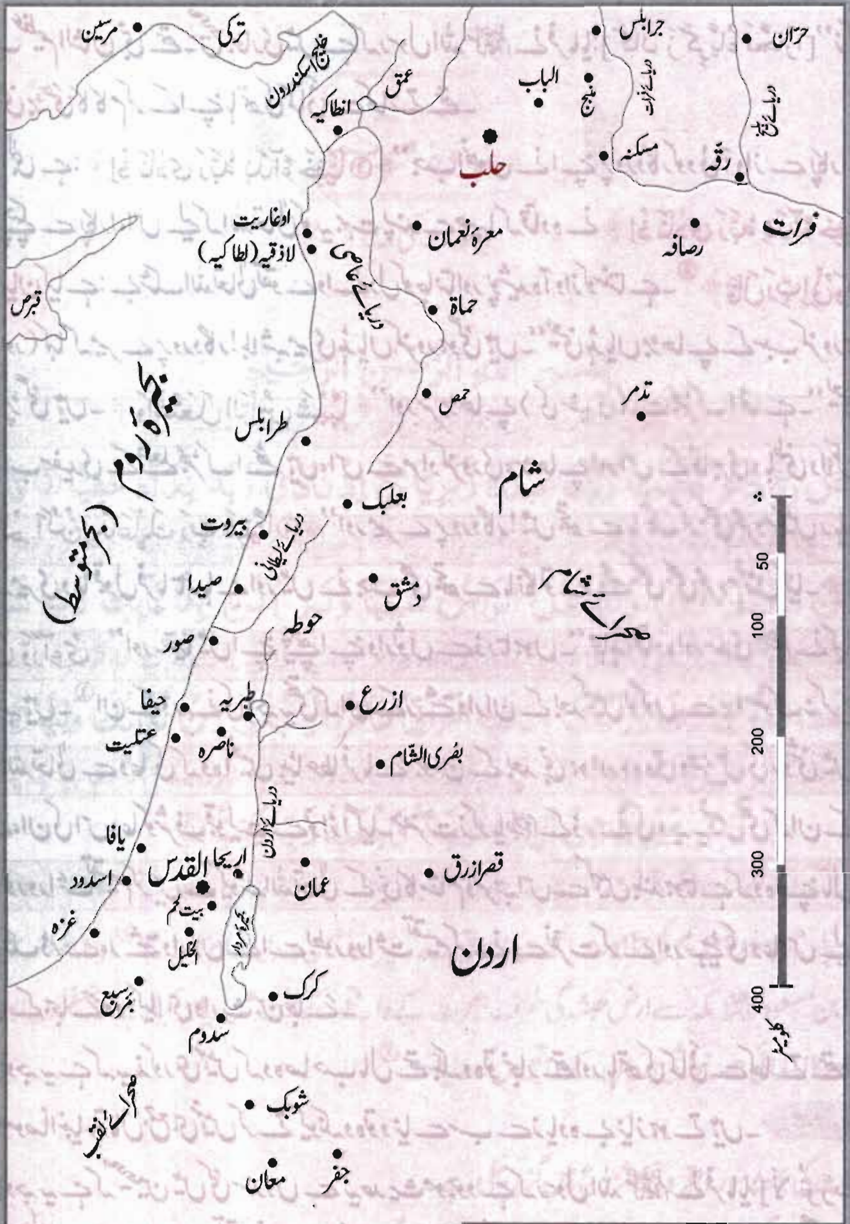

زکریا علیہ السلام

حلب کی جامع مسجد میں ان کا مرقد ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ⑦

(اللہ نے فرمایا:) اے زکریا! بے شک ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں، اس کا نام یحییٰ ہے، ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا⑦

روایت میں ہے: [نَحْنُ مَعَاشِرَ الْأَنْبِیَاءِ لَا نُورَثُ] ''ہم گروہ انبیاء کا مال بطور وراثت تقسیم نہیں ہوتا۔''① لہٰذا ان وجوہ کی روشنی میں یہ بات متعین ہوگئی کہ ﴿ فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ⑤ ﴾ ''چنانچہ تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔'' میں میراث سے میراث نبوت مراد ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ ﴾ (النمل 16:27) ''اور سلیمان داود کے وارث بنے۔'' یعنی نبوت میں کیونکہ اگر اس سے مال کا وارث بننا مراد ہوتا تو پھر اپنے دیگر بھائیوں کے بجائے صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کی تخصیص نہ کی جاتی اور نہ اس کے بیان کرنے میں کوئی خاص فائدہ تھا کیونکہ تمام دینوں اور تمام شریعتوں کی رو سے بیٹا اپنے باپ کا وارث بنتا آیا ہے، لہٰذا اگر اس سے کوئی خاص وراثت مراد نہ ہوتی تو اسے بیان ہی نہ کیا جاتا اور اس کی تصدیق و تائید اس صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ [نَحْنُ مَعَاشِرَ الْأَنْبِیَاءِ لَا نُورَثُ مَا تَرَکْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ] ''ہم گروہ انبیاء کا مال بطور وراثت تقسیم نہیں کیا جاتا، ہم جو مال چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔''②

مجاہد ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ﴾ ''جو میرا اور اولاد یعقوب کا وارث بنے۔'' کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ کی وراثت علم تھی۔ حضرت زکریا کا تعلق یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔③ ہشیم کہتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل بن ابو خالد نے ابو صالح سے خبر دی کہ حضرت زکریا کی اس دعا کا مطلب یہ تھا کہ وہ بیٹا بھی نبی ہو جیسے ان کے آباء واجداد انبیاء تھے۔④ ﴿ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ⑥ ﴾ ''اور میرے پروردگار! اس کو پسندیدہ بنا۔'' یعنی تیرے اور مخلوق کے نزدیک وہ پسندیدہ ہو، تو اسے پسند کرے اور دین و اخلاق کے اعتبار سے اسے اپنی مخلوق کے ہاں بھی پسندیدہ بنا دے۔

تفسیر آیت:7

دعا کی قبولیت: یہاں کچھ عبارت محذوف ہے اور وہ یہ کہ ان کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نواز دیا گیا اور ان سے کہا گیا: ﴿ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ ﴾ ''اے زکریا! بے شک ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ○ فَنَادَتْهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَهُوَ قَاۗىِٕمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ ﴾ (آل عمرٰن 3:38,39) ''اس وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی (اور) کہا کہ میرے پروردگار! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا کو خوب سننے (اور قبول کرنے) والا ہے، وہ

① دیکھیے جامع الترمذی، السیر، باب ماجاء فی ترکۃ رسول اللہ، حدیث: 1610 والعلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادۃ، حدیث: 2682، البتہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے بیان کردہ الفاظ مسند الربیع (الجامع الصحیح)، باب فی المواریث: 62/2 میں ہیں جبکہ ترمذی کے الفاظ صحیحین کے الفاظ سے ملتے جلتے ہیں۔ ② دیکھیے سابقہ حوالہ۔ ③ تفسیر الطبری: 60/16. ④ تفسیر الطبری: 60/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ⑧

اس (زکریا) نے کہا: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا، جبکہ میری بیوی بانجھ آرہی ہے، اور میں بڑھاپے کی آخری حد کو پہنچ گیا ہوں؟⑧

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَيْـًٔا ⑨

(فرشتے نے) کہا: ایسا ہی ہوگا، تیرے رب نے فرمایا: وہ مجھ پر نہایت آسان ہے، اور میں نے اس سے پہلے تجھے پیدا کیا، جبکہ تو کچھ بھی نہیں تھا⑨

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ⑩ فَخَرَجَ

اس (زکریا) نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی ٹھہرا، فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تو تندرست ہونے کے باوجود (تین دن اور) تین راتیں

عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ⑪

لوگوں سے کلام نہیں کرے گا⑩ چنانچہ وہ حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آیا، تو اس نے انھیں اشارہ کیا کہ تم صبح اور شام تسبیح کرو⑪

ابھی عبادت گاہ میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے تو فرشتوں نے آواز دی کہ (زکریا!) اللہ تجھ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے فیض (عیسیٰ) کی تصدیق کرے گا اور سردار ہوگا اور اپنے آپ پر بہت ضبط رکھنے والا اور (اللہ کے) پیغمبر (یعنی) نیکو کاروں میں سے ہوگا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ⑦﴾ ''اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا۔''

قتادہ، ابن جریج اور ابن زید کہتے ہیں کہ آپ سے پہلے کسی شخص کا یہ نام نہیں تھا۔[1] ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[2]

تفسیر آیات:9,8

قبولیتِ دعا کے بعد تعجب: حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو جب شرفِ قبولیت سے نواز دیا اور انھیں لڑکے کی بشارت سنا دی گئی تو انھوں نے اس پر تعجب اور شدید مسرت کا اظہار کیا اور پوچھا کہ ان کے ہاں کس طرح لڑکا ہوگا کیونکہ ان کی بیوی تو بانجھ ہے، ان کے ہاں ولادت نہیں ہوئی حتی کہ اب وہ بوڑھی ہوگئی ہیں اور وہ خود بھی بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں اور بڑھاپے کے باعث ان کی ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں، ان میں جماع اور بارآور کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہی ہے؟ لکڑی جب خشک ہو جائے تو عرب اس کے لیے عَتَا يَعْتُو عِتِيًّا وَّعُتُوًّا اور عَسَا يَعْسُو عُسُوًّا وَّعِسِيًّا کہتے ہیں۔

فرشتے کا جواب: ﴿قَالَ﴾ ''کہا'' یعنی فرشتے نے زکریا علیہ السلام کے تعجب کا جواب دیتے ہوئے کہا: ﴿كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾ ''اسی طرح (ہوگا) تمھارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھ پر یہ آسان ہے۔'' یعنی تم سے اور تمھاری اس بیوی سے لڑکا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے، پھر اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ﴿وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ⑨﴾ ''اور تحقیق میں پہلے تم کو بھی تو پیدا کر چکا ہوں اور تم کچھ چیز نہ تھے۔'' جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

---

[1] تفسیر الطبری: 63,62/16. [2] تفسیر الطبری: 63/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا۝ ﴾ (الدھر 1:76) ''بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آ چکا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔''

تفسیر آیات: 11,10

حمل کی علامت: اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ﴾ ''کہا کہ میرے پروردگار! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما۔'' یعنی جو اس کے وجود کی علامت اور دلیل ہو جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے تاکہ مجھے اطمینان قلب حاصل ہو جائے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا: ﴿ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ؕ ﴾ (البقرۃ 260:2) ''میرے پروردگار! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرے گا۔ اللہ نے فرمایا: کیا تم نے (اس بات کو) باور نہیں کیا؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! لیکن (میں دیکھنا) اس لیے (چاہتا ہوں) کہ میرا دل اطمینان کامل حاصل کرلے۔'' ﴿ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا۝۱۰ ﴾ ''فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تم صحیح و سالم ہو کر تین راتیں (اور دن) لوگوں سے بات نہ کر سکو گے۔'' یعنی تین دنوں اور راتوں میں تمھاری زبان بات نہ کر سکے گی، حالانکہ تم صحیح سالم ہو گے، کوئی بیماری یا خرابی نہ ہو گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد، عکرمہ، وہب، سدی، قتادہ اور کئی ایک مفسرین نے کہا ہے کہ کسی بیماری یا خرابی کے بغیر ہی آپ کی زبان بند رہی۔[1] عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ آپ پڑھتے اور تسبیح تو کرتے تھے مگر اپنی قوم سے بات نہ کر سکتے تھے، بات آپ اشارے ہی سے کرتے تھے۔[2]

عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا۝۱۰ ﴾ کے معنی مسلسل تین راتیں ہیں۔[3] لیکن آپ سے اور جمہور سے مروی پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران میں بھی فرمایا ہے: ﴿ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ۝ ﴾ (آل عمرٰن 41:3) ''زکریا نے کہا کہ میرے پروردگار! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما۔ اللہ نے فرمایا: نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن اشارے کے سوا بات نہ کر سکو گے تو (ان دنوں میں) اپنے پروردگار کی کثرت سے یاد اور صبح وشام (اس کی) تسبیح کرنا۔'' یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ان تین دنوں اور راتوں میں لوگوں سے بات نہیں کیا کرتے تھے: ﴿ اِلَّا رَمْزًا ؕ ﴾ ''مگر اشارے سے۔'' اسی لیے اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ ﴾ ''پھر وہ عبادت گاہ سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے۔'' یعنی اس حجرے سے جس میں آپ کو بیٹے کی بشارت دی گئی تھی ﴿ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ ﴾ ''تو ان سے اشارے سے کہا۔'' یعنی ہلکا سا جلدی سے اشارہ کیا: ﴿ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا۝۱۱ ﴾ ''کہ صبح وشام (اللہ کی) تسبیح کرتے رہو۔'' یعنی جیسا کہ انھیں حکم ہوا تھا کہ ان تین دنوں میں اپنے دیگر اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر بجا لاتے ہوئے بطور خاص اللہ کی تسبیح وتحمید کرتے رہیں۔ مجاہد کہتے ہیں: ﴿ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے اشارے

---

[1] تفسیر الطبری: 16/66,65۔ [2] تفسیر الطبری: 16/66۔ [3] تفسیر الطبری: 16/67۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ⑫ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ

(اللہ نے فرمایا:) اے یحییٰ! کتاب کو قوت سے پکڑ، اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکم عطا کیا⑫ اور اپنی طرف سے شفقت اور پاکیزگی (دی)، اور وہ

تَقِيًّا ⑬ وَّبَرًّا ۢ بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ⑭ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ

نہایت متقی تھا⑬ اور اپنے والدین سے نیکی کرنے والا تھا اور وہ سرکش، نافرمان نہیں تھا⑭ اور اس پر سلام ہے جس دن وہ پیدا ہوا، اور جس دن وہ

يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ⑮ ع 1 15 4

مرے گا اور جس دن وہ (دوبارہ) زندہ (کرکے) اٹھایا جائے گا⑮

سے یہ بات کہی۔ وہب اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔①

تفسیر آیات: 12-15

لڑکے کی ولادت اور اس کے اوصاف: یہاں بھی کچھ عبارت محذوف ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو جب یہ بیٹا مل گیا جس کی بشارت سنائی گئی تھی، یعنی یحییٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ نے انھیں کتاب سکھا دی، کتاب سے مراد تورات ہے جسے اس دور کے لوگ آپس میں پڑھتے پڑھاتے رہتے تھے اور اسی کے مطابق انبیاء جو اللہ کے فرماں بردار تھے، یہودیوں کو حکم دیتے تھے اور مشائخ اور علماء بھی۔ حضرت یحییٰ اس وقت ابھی چھوٹے بچے ہی تھے، اس لیے ان کا بطور خاص ذکر کیا کہ یہ ان پر اور ان کے والدین پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ﴾ ''اے یحییٰ! (ہماری) کتاب کو زور سے پکڑے رہو۔'' یعنی اس کتاب کو محنت، شوق اور کوشش سے سیکھو۔ ﴿ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ⑫ ﴾ ''اور ہم نے ان کو لڑکپن ہی میں حکم عطا فرمایا تھا۔'' یعنی ہم نے انھیں لڑکپن ہی میں فہم، علم، حوصلہ، عزم اور نیکی کی رغبت، محبت اور شوق عطا کر دیا تھا۔

﴿ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا ﴾ ''اور اپنے پاس سے شفقت'' علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم نے انھیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی تھی۔② عکرمہ، قتادہ اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔③ ضحاک نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم نے انھیں اپنے پاس سے ایسی رحمت عطا فرمائی کہ جسے ہمارے سوا اور کوئی عطا نہیں کر سکتا۔④ قتادہ نے یہ بھی کہا کہ اس رحمت سے اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کو نوازا تھا۔⑤ مجاہد نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے ان پر شفقت اور مہربانی تھی۔⑥ سیاق و سباق سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ﴿ وَّحَنَانًا ﴾ معطوف ﴿ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ⑫ ﴾ پر عطف ہے۔ ہم نے انھیں دانائی، شفقت اور پاکیزگی عطا کی، یعنی انھیں شفقت اور پاکیزگی والا بنا دیا۔ حنان اس محبت کو کہتے ہیں جس میں شفقت اور شیفتگی ہو۔ ﴿ وَزَكٰوةً ﴾ ''اور پاکیزگی'' یہ ﴿ وَّحَنَانًا ﴾ پر عطف ہے۔ اور ﴿ وَزَكٰوةً ﴾ میل کچیل اور گناہوں سے پاکیزگی کو کہتے ہیں۔ قتادہ کا قول ہے ﴿ وَزَكٰوةً ﴾ کے معنی عمل صالح کے ہیں۔⑦ ضحاک اور ابن جریج کہتے ہیں کہ اس کے معنی نیک اور پاک عمل کے ہیں۔⑧ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ﴿ وَزَكٰوةً ﴾ کے معنی

① تفسیر الطبری: 67/16. ② تفسیر الطبری: 70/16. ③ تفسیر الطبری: 70/16. ④ تفسیر الطبری: 70/16.
⑤ تفسیر الطبری: 70/16. ⑥ تفسیر الطبری: 70/16. ⑦ تفسیر الطبری: 72/16. ⑧ تفسیر الطبری: 72/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ﴿16﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ

اور اس کتاب میں مریم کا ذکر کیجیے، جب وہ اپنے خاندان والوں سے (دور) مشرقی جانب ایک جگہ میں الگ ہوئی ﴿16﴾ پھر اس نے ان کے آگے ایک

حِجَابًا ۣ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿17﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ

پردہ تان لیا، تب ہم نے اپنی روح (فرشتے) کو اس کے پاس بھیجا، تو وہ اس کے لیے کامل آدمی بن گیا ﴿17﴾ اس (مریم) نے کہا: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ

مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿18﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ڰ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿19﴾ قَالَتْ اَنّٰى

مانگتی ہوں، اگر تو ڈرنے والا ہے ﴿18﴾ فرشتے نے کہا: یقیناً میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، تاکہ تجھے (حکم الٰہی سے) ایک نہایت پاکیزہ لڑکا عطا

يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿20﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ

کروں ﴿19﴾ اس نے کہا: میرے لیے لڑکا کیونکر ہوگا، جبکہ مجھے کسی بشر نے نہیں چھوا اور نہ میں بدکار ہوں ﴿20﴾ اس (فرشتے) نے کہا: اسی طرح ہوگا،

وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿21﴾

تیرے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر بہت آسان ہے، تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں اور یہ امر طے شدہ ہے ﴿21﴾

برکت کے ہیں۔ ﴿ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿13﴾ ﴾ ”اور وہ پرہیز گار تھے۔“ پاک باز تھے کہ انھوں نے کبھی کسی گناہ کا ارادہ بھی نہ کیا تھا۔[1]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿14﴾ ﴾ ”اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش (اور) نافرمان نہیں تھے۔“ اللہ تعالیٰ نے پہلے اس بات کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنے رب کے اطاعت گزار تھے، اللہ تعالیٰ نے انھیں مجسم رحمت وشفقت وپاکیزگی بنا کر پیدا فرمایا تو اب اس بات کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنے والدین کے بھی اطاعت گزار اور فرماں بردار تھے اور قول وفعل اور امر ونہی میں ان کی نافرمانی نہیں کرتے تھے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿14﴾ ﴾ ”اور سرکش (اور) نافرمان نہیں تھے۔“ پھر ان کے اوصافِ جمیلہ کی جزا بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿15﴾ ﴾ ”اور جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وفات پائیں گے اور جس دن زندہ (کرکے) اٹھائے جائیں گے، ان پر سلامتی اور رحمت ہے۔“ یعنی ان تینوں حالتوں میں ان کے لیے امان ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین دن ایسے ہیں جن میں آدمی پر سب سے زیادہ خوف وگھبراہٹ کی کیفیت طاری ہوتی ہے: (1) ولادت کے دن کہ آدمی اپنے آپ کو اس جگہ سے نکلتے ہوئے دیکھتا ہے جس میں وہ پہلے رہ رہا تھا۔ (2) وفات کے دن کہ وہ ایسے لوگوں (فرشتوں) کو دیکھتا ہے کہ جن کو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوتا۔ اور (3) بعثت کے دن کہ اپنے آپ کو ایک عظیم محشر میں دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو یہ اعزاز بخشا کہ ان تینوں دنوں میں انھیں سلامتی اور رحمت سے نواز دیا اور فرمایا: ﴿ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿15﴾ ﴾ ”اور جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وفات پائیں گے اور جس دن زندہ (کرکے) اٹھائے جائیں گے، ان پر سلامتی اور رحمت ہے۔“[2] اسے امام ابن جریر نے احمد بن منصور مروزی سے انھوں نے صدقہ بن فضل سے انھوں نے سفیان بن عیینہ سے روایت کیا ہے۔

[1] تفسیر الطبری: 73/16. [2] تفسیر الطبری: 74/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات:16-21

مریم و مسیح علیہما السلام کا قصہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے اس قصے کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بڑھاپے میں جبکہ ان کی بیوی بھی بانجھ تھیں، انھیں ہونہار، پاکباز اور مبارک بیٹا عطا فرمایا۔ اب حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ شروع فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بغیر باپ کے ایک بیٹا عیسیٰ علیہ السلام عطا فرمایا کیونکہ ان دونوں قصوں میں ایک خاص مناسبت اور مشابہت ہے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قصوں کو یہاں، سورۂ آل عمران [1] اور پھر سورۂ انبیاء [2] میں ساتھ ساتھ بیان فرمایا ہے کیونکہ ان دونوں میں معنوی طور پر مشابہت ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو قدرت اور اپنی بادشاہت کی عظمت سے مطلع کرنا چاہتا ہے اور انھیں یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کے قصے کو بیان کرتے ہوئے اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ﴾ ''اور کتاب (قرآن) میں مریم کا بھی ذکر کیجیے۔'' حضرت مریم بنت عمران حضرت داود علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، یہ بنی اسرائیل کا ایک بہت ہی پاک اور مقدس گھرانہ تھا، ان کی ولادت کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران [3] میں بیان فرمایا ہے کہ ان کی والدہ نے نذر مانی تھی کہ یہ دنیا کی خدمت سے آزاد ہوں گی اور بیت المقدس کی مسجد کی خدمت کے لیے وقف ہوں گی، اس دور کے لوگ حصول تقرب کے لیے اپنی اولاد کو اس کام کے لیے وقف کر دیا کرتے تھے۔ ﴿ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ﴾ (آل عمرٰن 3:37) ''تو پروردگار نے اس کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی اچھی طرح پرورش کی۔''

انھوں نے بنی اسرائیل میں بہت عظیم الشان انداز میں تربیت ونشأۃ کے مراحل طے کیے اور ان کا شمار بنی اسرائیل کی بہت ہی عابد و زاہد خواتین میں ہوتا تھا اور وہ عبادت و ریاضت میں بے حد مشہور تھیں اور وہ اپنی بہن اور ایک قول کے مطابق اپنی خالہ کے شوہر زکریا علیہ السلام کی کفالت میں تھیں اور حضرت زکریا علیہ السلام اس وقت بنی اسرائیل کے نبی، سربراہ اور دینی پیشوا تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کی بعض زبردست کرامات دیکھیں جن سے وہ بے حد متاثر ہوئے۔ ﴿ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾ (آل عمرٰن 3:37) ''زکریا (علیہ السلام) جب کبھی عبادت گاہ میں اس کے پاس جاتے تو اس کے پاس کھانا پاتے، (یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن مریم سے) پوچھنے لگے کہ مریم یہ کھانا تمھارے پاس کہاں سے (آتا ہے؟) وہ بولیں: اللہ کے ہاں سے (آتا ہے)، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔''

ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ ان کے پاس موسم سرما میں گرمیوں کے پھل اور موسم گرما میں سردیوں کے پھل پاتے تھے جیسا کہ قبل ازیں سورۂ آل عمران میں بیان کیا جا چکا ہے۔ [4] جب اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ اور حجت بالغہ سے یہ ارادہ فرمایا کہ

[1] دیکھیے آیات: 37-41 کے ذیل میں۔ [2] دیکھیے آیات: 89-91 کے ذیل میں۔ [3] دیکھیے آیات: 35-37 کے ذیل میں۔

[4] دیکھیے آیت: 37 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے بطن سے اس کے عبد ورسول اور عظیم الشان اولوالعزم پیغمبروں میں سے ایک، یعنی عیسیٰ علیہ السلام جنم لیں ﴿ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴾ ”تو وہ اپنے خاندان والوں سے مشرق کی طرف جگہ میں الگ ہوگئیں۔“ یعنی اپنے لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر مسجد مقدس کے مشرق کی جانب چلی گئیں۔

عفت و پاکدامنی کا زیور: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ اس بات کا علم ہے کہ عیسائیوں نے مشرق کو اپنا قبلہ کیوں قرار دیا تھا، اس لیے: ﴿ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴾ ”وہ (مریم علیہا السلام) اپنے خاندان والوں سے مشرق کی طرف جگہ میں الگ ہوگئیں۔“ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے ولادت کو قبلہ بنا لیا تھا۔[1] اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ﴾ ”تو انھوں نے ان کی طرف سے پردہ کر لیا۔“ یعنی ان سے چھپ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جبریل علیہ السلام کو بھیجا ﴿ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴾ ”تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی (کی شکل) بن گیا۔“ یعنی وہ ایک پورے اور کامل انسان کی صورت میں ان کے سامنے آئے۔ مجاہد، ضحاک، قتادہ، ابن جریج، وہب بن منبہ اور سدی رحمہم اللہ نے ﴿ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا ﴾ ”پھر ہم نے ان کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا۔“ کے بارے میں کہا ہے کہ روح سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔[2] ﴿ قَالَتْ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴾ ”(مریم) بولیں کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو بلاشبہ میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔“ جب فرشتہ ان کے سامنے انسانی صورت میں نمودار ہوا اور وہ خالی جگہ پر تھیں، ان کے اور ان کی قوم کے درمیان پردہ تھا تو وہ اس سے ڈر گئیں اور سمجھا کہ شاید وہ ان سے زیادتی کرنے کا ارادہ کر رہا ہے تو انھوں نے کہا: ﴿ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴾ ”اگر تم پرہیزگار ہو تو بلاشبہ میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔“ یعنی انھوں نے اللہ کا ڈر یاد دلاتے ہوئے کہا کہ اگر تم اللہ سے ڈرتے ہو تو میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ شر کا ارادہ کرنے والے کو دور ہٹانے کے لیے یہی طریقہ شرعاً مستحسن ہے کہ پہلے اسے آسان انداز میں دور ہٹایا جائے، یہی وجہ ہے کہ حضرت مریم نے انھیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلایا۔

ابن جریر نے عاصم سے روایت کیا ہے کہ ابووائل نے قصۂ مریم بیان کرتے ہوئے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ عقل مند اور پرہیزگار فرشتے نے مریم علیہا السلام کی اس بات کے جواب میں کہا تھا: ﴿ قَالَتْ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ﴾ ”کہنے لگی: بلاشبہ میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ پکڑتی ہوں اگر تو ڈرنے والا ہے۔ (فرشتے نے) کہا: میں تو تمھارے پروردگار کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں۔“ یعنی فرشتے نے انھیں جواب دیتے اور اپنے نفس کے بارے میں انھیں جو خوف لاحق ہوا تھا، اسے زائل کرتے ہوئے کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں جیسا کہ تم گمان کرتی ہو، میں تو فرشتہ ہوں جسے تمھارے رب نے تمھاری طرف بھیجا ہے۔[3]

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مریم نے جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام خوف کے مارے کانپنے لگے فوراً اپنی

---

[1] تفسیر الطبری: 75/16. [2] تفسیر الطبری: 76/16. [3] تفسیر الطبری: 77/16 وتفسیر الطبری: 91/11.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلی حالت کی طرف لوٹ آئے اور کہنے لگے: سوائے اس کے نہیں میں تو تمھارے پروردگار کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں (اور اس لیے آیا ہوں) کہ وہ تجھے پاکیزہ لڑکا عطا فرمائے تو (مریم نے) کہا ﴿ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ ﴾ ''میرے ہاں لڑکا کیونکر ہوگا؟'' یعنی مریم نے فرشتے کی بات سن کر تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیونکر ہو سکتا ہے! میرے ہاں بچہ پیدا ہونے کی کیا صورت ہوگی؟ کیونکہ نہ تو میں شوہر والی ہوں اور نہ میرے بارے میں بدکاری کا کوئی تصور کیا جا سکتا ہے۔ اور اسی لیے اس نے کہا: ﴿ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا ⑳ ﴾ ''مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں ہوں۔'' ﴿ بَغِیًّا ⑳ ﴾ کے معنی زانیہ کے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: [نَهٰی رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ مَّهْرِ الْبَغِیِّ] ''رسول اللہ ﷺ نے زانیہ کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔''[1]

﴿ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ﴾ ''(فرشتے نے) کہا کہ یونہی (ہوگا) تیرے پروردگار نے فرمایا کہ یہ مجھ پر آسان ہے۔'' فرشتے نے حضرت مریم کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تم سے لڑکا پیدا فرمائے گا، خواہ تمھارا شوہر نہیں اور تم بدکار بھی نہیں کیونکہ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ ﴿ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ ﴾ ''اور (ہم اسے اسی طریق سے پیدا کریں گے) تاکہ اس کو لوگوں کے لیے (اپنی طرف سے) نشانی بنا دیں۔'' یعنی اسے باری تعالیٰ اور خالق کائنات کی قدرت کی علامت اور دلیل بنا دیا جائے جس نے لوگوں کی تخلیق میں تنوع کو اختیار فرمایا ہے۔ اس نے آدم علیہ السلام کو مرد اور عورت کے بغیر پیدا کیا، حوا کو عورت کے بغیر صرف مرد سے پیدا کیا، عیسیٰ علیہ السلام کے سوا باقی تمام اولاد آدم کو مرد و عورت سے پیدا فرمایا اور عیسیٰ علیہ السلام کو مرد کے بغیر صرف عورت سے پیدا فرمایا۔ تخلیق کے سلسلے میں یہ چار قسم کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال اور اس کی سلطنت کی عظمت پر دلالت کرتی ہے، پس اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ پروردگار۔

اور اس کا فرمان ہے: ﴿ وَرَحْمَةً مِّنَّا ﴾ ''اور اپنی طرف سے رحمت۔'' یعنی ہم اس بچے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور انبیاء میں سے ایک نبی بنا دیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی توحید کی دعوت دے گا جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۙ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ○ وَیُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ ﴾ (آل عمران 3:45,46) ''(وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا کہ مریم! اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح (اور مشہور) عیسیٰ ابن مریم ہوگا (اور جو) دنیا اور آخرت میں بڑے مرتبے والا اور (اللہ کے) خاص بندوں میں سے ہوگا اور (ماں کی) گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا اور نیکوکاروں میں ہوگا۔'' یعنی لڑکپن اور بڑی عمر میں لوگوں کو اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دے گا۔ ﴿ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا ㉑ ﴾ ''اور یہ

---

[1] صحیح البخاری، البیوع، باب ثمن الکلب، حدیث: 2237 وصحیح مسلم، المساقات والمزارعة، باب تحریم ثمن الکلب......، حدیث: 1567 عن أبی مسعود الأنصاری رضی اللہ عنہ ومسند أحمد: 235/1 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما واللفظ له.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَحَمَلَتۡهُ فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿22﴾ فَاَجَآءَهَا الۡمَخَاضُ اِلٰى جِذۡعِ النَّخۡلَةِ ۚ قَالَتۡ

بالآخر وہ اس کے ساتھ حاملہ ہوگئی، تو اس (حمل) کو لے کر دور کی ایک جگہ میں الگ ہوگئی ﴿22﴾ پھر دردِ زہ اسے کھجور کے ایک تنے کی طرف لے آیا، (تو)

يٰلَيۡتَنِىۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا وَكُنۡتُ نَسۡيًا مَّنۡسِيًّا ﴿23﴾

وہ بولی: اے کاش! میں اس سے پہلے مرجاتی اور بھولی بھلائی ہوتی ﴿23﴾

طے شدہ کام ہے۔'' جبرائیل علیہ السلام نے مریم سے جو گفتگو فرمائی، یہ بھی اسی کا حصہ ہے کہ یہ ایک ایسا کام ہے جس کا اللہ تعالیٰ اپنی قدرت ومشیت کے مطابق فیصلہ فرما چکا ہے۔ محمد بن اسحاق نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے کرنے کا عزم فرمالیا ہے، لہٰذا یہ یقیناً ہوکر رہے گا۔[1]

تفسیر آیات: 23,22

استقرار حمل اور ولادت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ومشیت کے اس فیصلے کے بارے میں جبریل علیہ السلام نے جب مریم علیہا السلام سے یہ گفتگو کی تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ کئی ایک علمائے سلف نے ذکر کیا ہے کہ اس وقت جبریل نے مریم کی قمیص کے گریبان میں پھونک ماری اور پھونک گریبان سے ہوتی ہوئی ان کے اندام نہانی میں داخل ہوگئی جس سے انھیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حمل قرار دیا گیا۔

محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضرت مریم علیہا السلام کو حمل قرار پا گیا، ان کی کوکھ بھر گئی اور وہ واپس لوٹیں[2] (تو خون بند ہوگیا، پھر ان کو تکلیف، پریشانی اور رنگ کی تبدیلی کے وہ تمام عوارض پیش آئے جو کسی بھی حاملہ خاتون کو پیش آتے ہیں حتی کہ ان کی زبان بھی پھٹ گئی) اس معاملے کی وجہ سے آل زکریا کو تکلیفوں اور مصیبتوں کا جس قدر سامنا کرنا پڑا کسی گھرانے کو شاید اس طرح سامنا نہ کرنا پڑا ہو کیونکہ اس معاملے کا اب بنی اسرائیل میں عام چرچا ہوگیا تھا اور انھوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر یہ بہتان لگا دیا کہ حمل یوسف نامی ایک شخص سے ناجائز تعلقات کی وجہ سے ہے کیونکہ کنیسے میں اس کے سوا مریم کے پاس اور کوئی نہ تھا، حضرت مریم لوگوں سے چھپ گئیں اور انھوں نے ان کی طرف سے پردہ کر لیا جس کی وجہ سے انھیں کوئی دیکھ سکتا تھا اور نہ وہ کسی کو دیکھ سکتی تھیں۔ ﴿فَاَجَآءَهَا الۡمَخَاضُ اِلٰى جِذۡعِ النَّخۡلَةِ﴾ ''پھر دردزہ ان کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا۔'' یعنی دردزہ کی وجہ سے مجبور ومضطر ہوکر وہ کھجور کے درخت کے اس تنے کی طرف آئیں جو اس خالی جگہ پر تھا جہاں اب مریم تھیں۔[3]

اس جگہ سے کیا مراد ہے، اس کے بارے میں ائمۂ تفسیر میں اختلاف ہے۔ سدی کا قول ہے کہ اس سے بیت المقدس میں ان کی عبادت کے حجرے کا مشرقی حصہ مراد ہے جس میں وہ نماز پڑھا کرتی تھیں۔[4] وہب بن منبہ کا قول ہے کہ حمل قرار پانے کے بعد بنی اسرائیل کی بہتان طرازی کی وجہ سے وہ بھاگ گئیں اور بھاگتے بھاگتے جب شام اور بلاد مصر کے درمیان پہنچیں تو دردِ زہ شروع ہوگیا۔[5] وہب کی ایک روایت میں ہے کہ اس جگہ بیت المقدس سے آٹھ میل دور ایک بستی مراد ہے

① تفسیر الطبری: 78/16. ② الکامل فی التاریخ، ذکر ولادۃ المسیح علیہ السلام:......237/1. ③ دیکھیے البدایۃ والنہایۃ، میلاد العبدالرسول ......: 61/2، البتہ تو سین والی عبارت ہمیں نہیں ملی۔ ④ تفسیر الطبری: 80/16. ⑤ تفسیر الطبری: 82,81/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

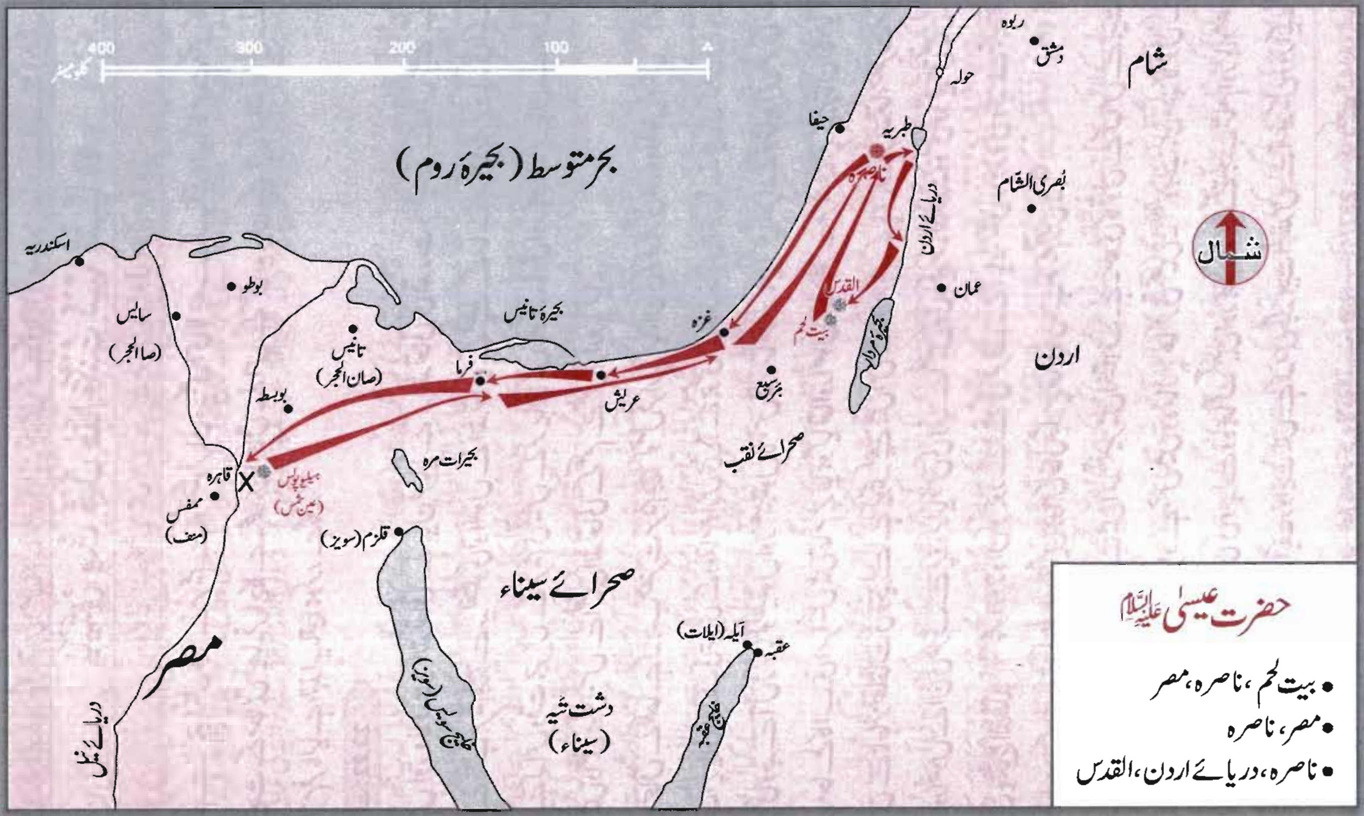

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿24﴾ وَهُزِّيْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ

پھر اس (فرشتے) نے اس کے نیچے (کے علاقے) سے اسے آواز دی کہ غم نہ کھا، تیرے رب نے تجھ سے نیچے (کے علاقے میں) ایک چشمہ جاری کر دیا

النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿25﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ

ہے ﴿24﴾ اور تو کھجور کا تنا اپنی طرف ہلا، وہ تجھ پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا ﴿25﴾ چنانچہ تو کھا اور پی اور (اپنی) آنکھیں ٹھنڈی کر، پھر اگر تو انسانوں میں

اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْۤ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۚ﴿26﴾

سے کسی کو دیکھے تو اس سے کہہ دینا: بے شک میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مانی ہے، لہٰذا آج میں کسی انسان سے ہرگز کلام نہیں کروں گی ﴿26﴾

جس کا نام بیت لحم تھا۔[1] نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی میں شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث معراج میں بھی ہے کہ یہ جگہ بیت لحم ہی تھی۔ واللہ أعلم. اس سلسلے میں لوگوں میں مشہور بات یہی ہے۔ عیسائیوں کو اس بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس بستی سے بیت لحم ہی مراد ہے، لوگوں نے بھی عیسائیوں سے اس روایت کو لیا ہے، حدیث میں بھی اسی کا ذکر ہے، بشرطیکہ حدیث صحیح ہو۔[2]

اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿23﴾﴾ ”کہنے لگیں کہ کاش! میں اس سے پہلے مر جاتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔“ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ فتنے کے وقت موت کی تمنا کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام کو معلوم تھا کہ اس بچے کی وجہ سے انھیں ابتلا و آزمائش سے گزرنا پڑے گا، لوگ ان کی بات کو صحیح تسلیم نہیں کریں گے۔ ان کی خبر کو سچا نہیں مانیں گے، بنی اسرائیل میں پہلے ان کی شہرت ایک عابدہ و زاہدہ خاتون کی تھی مگر اب وہ انھیں ایک بدکار و بدکردار عورت قرار دیں گے، اس لیے انھوں نے کہا: ﴿يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿23﴾﴾ ”اے کاش! اس (حالت میں پہنچنے) سے پہلے ہی میں مر جاتی، (اے کاش! میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی) اور میں بھولی بسری ہوتی۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔[3] امام قتادہ نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اے کاش! میں کوئی ایسی چیز ہوتی جسے کوئی نہ جانتا جس کا کوئی نہ ذکر کرتا اور کسی کو کچھ معلوم نہ ہوتا کہ میں کون ہوں۔[4]

تفسیر آیات: 24-26

ولادت کے بعد آپ سے کیا کہا گیا؟ بعض قراء نے اسے [مَنْ تَحْتَهَا] پڑھا ہے، یعنی اس نے آواز دی جو ان سے نیچے تھا اور بعض نے اسے ﴿مِنْ تَحْتِهَاۤ﴾ یعنی حرف جار کے ساتھ پڑھا ہے، اس صورت میں معنی یہ ہیں ان کے نیچے کی جانب

[1] تفسیر الطبری: 16/83,82. لیکن یہاں چھ میل کا ذکر ہے۔ [2] سنن النسائی، الصلاۃ، فرض الصلاۃ وذکر اختلاف الناقلین ......، حدیث: 451 و دلائل النبوۃ للبیہقی، باب الإسراء برسول اللہ ﷺ ......: 2/356. **محوظہ**: شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو منکر کہا ہے۔ اور رہا مسئلہ نبی اکرم ﷺ کا (واقعہ معراج میں) مقام بیت لحم میں نماز پڑھنے کا تو ابن قیم رحمہ اللہ زاد المعاد: 3/34 پر لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے بیت لحم میں نماز پڑھنا کسی صورت میں بھی ثابت نہیں ہے۔ [3] تفسیر الطبری: 16/84. [4] تفسیر الطبری: 16/84.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے آواز دی۔ ① مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ اس سے کون مراد ہے۔عوفی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے جبریل مراد ہیں۔ ② کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے تو اس وقت تک گفتگو نہ کی تھی جب تک مریم انھیں اپنی قوم کے پاس نہ لے آئی تھیں۔ ③ سعید بن جبیر، ضحاک، عمرو بن میمون، سدی اور قتادہ رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ اس سے جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔ ④ یعنی جبریل نے وادی کے زیریں حصے کی طرف سے انھیں آواز دی۔ ⑤ مجاہد کا قول ہے کہ اس آواز دینے والے سے مراد خود عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ ⑥ عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے قتادہ سے بھی روایت کیا ہے کہ امام حسن بصری نے کہا کہ اس سے مراد حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں۔ ⑦ سعید بن جبیر سے بھی ایک روایت یہی ہے کہ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے: ﴿ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ﴾ ''تو مریم نے اس (لڑکے) کی طرف اشارہ کیا۔'' ابن زید اور امام ابن جریر نے بھی اپنی تفسیر میں اسی قول کو پسند کیا ہے۔ ⑧

﴿ سَرِيًّا ﴾ سے کیا مراد ہے؟ ﴿ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴾ ''کہ غم ناک نہ ہو، تحقیق تیرے پروردگار نے تجھ سے نیچے (مقام پر) ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔'' امام سفیان ثوری اور شعبہ نے ابواسحاق سے اور انھوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ سَرِيًّا ﴾ کے معنی چشمے کے ہیں۔ ⑨ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی نہر کے ہیں۔ ⑩ عمرو بن میمون کا بھی قول ہے کہ اس کے معنی نہر کے ہیں جس سے ہم پانی پیتے ہیں۔ ⑪ مجاہد کا قول ہے کہ سَرِی سُریانی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی نہر کے ہیں۔ ⑫ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ نبطی زبان میں سری چھوٹی نہر کو کہتے ہیں۔ ⑬ کچھ دیگر لوگوں کا کہنا ہے کہ سری سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، امام حسن بصری، ربیع بن انس اور محمد بن عباس بن جعفر کا بھی یہی قول ہے۔ ⑭ امام قتادہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے، اسی لیے اس کے بعد کہا: ﴿ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ ﴾ ''اور کھجور کے تنے کو (پکڑ کر) اپنی طرف ہلاؤ۔'' اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم پر یہ احسان فرمایا کہ ان کے کھانے پینے کا بندوبست بھی ان کے پاس ہی کر دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ﴾ ''وہ تجھ پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا، چنانچہ تو کھا اور پی اور آنکھیں ٹھنڈی کر۔'' یعنی خوش رہ۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ نفاس والی عورتوں کے لیے تر و تازہ کھجوروں سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں، پھر انھوں نے اپنی بات کی تصدیق میں یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ ⑮

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۝ ﴾ ''پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہنا کہ میں نے اللہ کے لیے روزے کی منت مانی تو آج میں کسی آدمی سے ہرگز کلام نہ کروں گی۔''

① تفسير الطبرى: 87/16. ② تفسير الطبرى: 86/16. ③ تفسير الطبرى: 86/16. ④ تفسير الطبرى: 86,85/16. ⑤ تفسير ابن أبى حاتم: 2404/7. ⑥ تفسير الطبرى: 86/16. ⑦ تفسير الطبرى: 86/16. ⑧ تفسير الطبرى: 87/16. ⑨ تفسير الطبرى: 88/16. ⑩ تفسير الطبرى: 88/16. ⑪ تفسير الطبرى: 88/16. ⑫ تفسير الطبرى: 88/16. ⑬ تفسير الطبرى: 88/16. ⑭ تفسير الطبرى: 89/16. ⑮ تفسير الطبرى: 91/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿27﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ

پھر وہ اس (بچے) کو اٹھائے اپنی قوم کے پاس آئی، تو وہ کہنے لگے: اے مریم! یقیناً تو نے بہت برا کام کیا ہے ﴿27﴾ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ

اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿28﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ

برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی ﴿28﴾ چنانچہ اس نے اس (بچے) کی طرف اشارہ کیا، تو وہ کہنے لگے: ہم اس سے کیسے کلام کریں جو گود میں بچہ

فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿29﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿30﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا

ہے؟ ﴿29﴾ وہ (بچہ) بول اٹھا: بلاشبہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے ﴿30﴾ اور اس نے مجھے بابرکت بنایا جہاں بھی میں

اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿31﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ؗ وَلَمْ

ہوں، اور مجھے نماز اور زکاۃ کی پابندی کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں ﴿31﴾ اور اپنی والدہ سے نیکی کرنے والا بنایا ہے اور اس نے مجھے

يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿32﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿33﴾

سرکش (اور) بدبخت نہیں بنایا ﴿32﴾ اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا، اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں (زندہ کرکے) اٹھایا جاؤں گا ﴿33﴾

یہاں قول سے مراد اشارہ ہے تاکہ اس میں اور ﴿ فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿26﴾ ﴾ میں کوئی تضاد نہ رہے۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ یہاں روزے سے مراد چپ رہنے کا روزہ ہے۔[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔[2] مراد یہ ہے کہ جب وہ روزہ رکھتے تو ان کی شریعت میں طعام و کلام ان کے لیے حرام ہو جاتا تھا۔ سدی، قتادہ اور عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ سے بھی اس کی صراحت منقول ہے۔[3]

عبدالرحمٰن بن زید نے کہا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مریم علیہا السلام سے کہا: ﴿ اَلَّا تَحْزَنِيْ ﴾ ”کہ غم ناک نہ ہو۔“ تو حضرت مریم علیہا السلام نے کہا کہ میں غم کیوں نہ کروں جبکہ تم میرے پاس ہو اور میں نہ شادی شدہ ہوں اور نہ باندی؟ لوگوں کو میں کیا منہ دکھاؤں گی؟ ﴿ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿23﴾ ﴾ ”اے کاش! میں اس سے پہلے مر جاتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔“ عیسیٰ علیہ السلام نے انھیں جواب دیا کہ آپ کی طرف سے میں بات کروں گا، ﴿ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْۤ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿26﴾ ﴾ ”چنانچہ اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہنا کہ میں نے اللہ کے لیے روزے کی منت مانی ہے تو آج میں کسی آدمی سے ہرگز کلام نہ کروں گی۔“ ان کے بقول یہ ساری گفتگو عیسیٰ علیہ السلام کی ہے جو انھوں نے اپنی والدہ سے کی تھی۔[4] وہب کا بھی یہی قول ہے۔[5]

تفسیر آیات: 27-33

مریم و مسیح قوم کے سامنے، قوم کا اعتراض اور مسیح علیہ السلام کا جواب: اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے بارے میں بتایا ہے کہ جب انھیں یہ حکم دیا گیا کہ آج کے دن وہ چپ رہنے کا روزہ رکھ لیں اور کسی بھی انسان سے بات نہ کریں، ان کا معاملہ درست ہو

[1] تفسیر الطبری: 16/94. [2] تفسیر الطبری: 16/94. [3] تفسیر الطبری: 16/95 و تفسیر القرطبی: 11/98.
[4] تفسیر الطبری: 16/95. [5] تفسیر الطبری: 16/95.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا اور ان کی حجت غالب آ جائے گی، انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول کر کے اس کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنے بچے کو اٹھاتے ہوئے اپنی قوم کے پاس آ گئیں۔ جب قوم کے لوگوں نے انھیں اس حال میں دیکھا تو اس پر سخت ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے بہت شدید اعتراض کیا: ﴿قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا﴾ (27) ''وہ کہنے لگے کہ مریم! یہ تو تو نے بہت برا کام کیا ہے۔'' مجاہد، قتادہ، سدی اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تو نے ایک بہت بڑے کام کا ارتکاب کیا۔[1] ابن ابوحاتم نے نوف بِکالی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ قوم بھی مریم کی تلاش میں نکلی کیونکہ مریم کا تعلق نہ صرف ایک معزز گھرانے بلکہ خاندان نبوت سے تھا مگر انھیں مریم کا کوئی نشان نہ ملا، اسی اثنا میں ان کی ملاقات گائیوں کے ایک چرواہے سے ہوئی تو انھوں نے مریم کا حلیہ بیان کرتے ہوئے پوچھا: کیا تم نے اس طرح کی کوئی دوشیزہ دیکھی ہے؟ اس نے کہا: نہیں لیکن آج رات میں نے اپنی گائیوں کی ایک ایسی عجیب بات دیکھی ہے جو کبھی نہیں دیکھی تھی، انھوں نے پوچھا کہ تم نے کیا بات دیکھی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے آج رات اپنی گائیوں کو دیکھا کہ وہ اس وادی کی طرف منہ کر کے سجدہ کر رہی تھیں۔[2]

عبداللہ بن ابوزیاد نے کہا کہ مجھے سیار کی روایت اس طرح یاد ہے کہ چرواہے نے کہا کہ میں نے بلند ہوتی ہوئی روشنی دیکھی ہے وہ اس طرف چل پڑے جس طرف اس نے روشنی کی نشاندہی کی تھی تو سامنے سے انھیں مریم بھی آتی ہوئی دکھائی دیں، مریم نے جب انھیں دیکھا تو بیٹھ گئیں اور انھوں نے اپنے بیٹے کو اپنی گود میں بٹھا لیا، یہ لوگ آئے اور مریم کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے: ﴿لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا﴾ (27) ''البتہ تحقیق مریم یہ تو تو نے برا کام کیا۔'' ﴿يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ﴾ ''اے ہارون کی بہن!'' یعنی عبادت میں ہارون کی مشابہ! ﴿مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا﴾ (28) ''نہ تو تیرا باپ ہی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی۔'' یعنی تو تو ایک ایسے طیب اور پاک گھرانے سے تعلق رکھتی ہے جو نیکی و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں بہت مشہور ہے، تو نے یہ کیا کام کیا؟[3] علی بن ابوطلحہ اور سدی نے کہا ہے کہ انھوں نے اسے ہارون کی بہن اس لیے کہا تھا کہ حضرت مریم، ہارون، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی کی نسل میں سے تھیں، جیسے تمیمی کو یَا أَخَا تَمِیمٍ اور مضری کو یَا أَخَا مُضَرَ کہا جاتا ہے۔[4] اس سلسلے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نسبت بنی اسرائیل کے ہارون نامی ایک نیک شخص کی طرف تھی۔ عبادت و ریاضت کے اعتبار سے مریم کو ان کے مشابہ قرار دیا جاتا تھا۔[5]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا﴾ (29) ''تو مریم نے اس (لڑکے) کی طرف اشارہ کیا، وہ بولے: ہم اس سے کیسے بات کریں جو (ابھی تک) گود میں بچہ ہے؟'' یعنی جب انھیں حضرت مریم کے بارے میں شک گزرا اور انھوں نے ان کے اس کام کو بہت ہی برا قرار دیا اور بہتان طرازی کرتے ہوئے طرح طرح کی باتیں بنائیں، مریم اس دن روزے کی وجہ سے ساکت و صامت تھیں تو انھوں نے اشارے سے کہا کہ بچے سے پوچھ لو تو انھوں

---

[1] تفسیر الطبری: 16/96،97. [2] الدر المنثور: 4/479،480. بحوالہ زوائد الزھد لعبد اللہ بن أحمد رحمہ اللہ. [3] الدر المنثور: 4/480. [4] تفسیر الطبری: 16/98. [5] تفسیر الطبری: 16/97،98.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے سمجھا کہ مریم ان سے مذاق کر رہی ہیں، اس لیے کہنے لگے: ﴿ كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴾ ''ہم اس سے کیسے بات کریں جو (ابھی تک) گود میں بچہ ہے؟'' میمون بن مہران کہتے ہیں کہ لڑکے کی طرف اشارہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ انھوں نے کہا کہ اس سے بات کرو تو وہ کہنے لگے کہ ایک تو تم نے اس قدر شرمناک کام کیا ہے اور دوسرے تم ازراہ مذاق ہم سے یہ کہتی ہو کہ اس بچے سے بات کرلو جو ابھی گود میں ہے۔[1] سدی کہتے ہیں کہ جب حضرت مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا تو وہ ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ اس عورت کا یہ ہم سے مذاق کہ ہم گود کے اس لڑکے سے بات کریں، اس کے زنا سے بھی زیادہ برا ہے۔ ﴿ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴾ ''وہ کہنے لگے: ہم (اس سے) کیسے بات کریں جو (ابھی) گود میں بچہ ہے؟''[2] کیونکہ جو لڑکا ابھی اس قدر چھوٹا ہے کہ وہ پنگوڑے میں ہے، وہ کیسے بات کرسکتا ہے؟ (تو اس موقع پر) ﴿ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ ﴾ ''اس (بچے) نے کہا کہ بلاشبہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔'' یعنی بچے نے جو سب سے پہلی بات کی اس میں اس نے رب تعالیٰ کی جناب کو اولاد سے پاک قرار دیا اور اپنے لیے اپنے رب کے عبد ہونے کا اقرار کیا اور اس کا فرمان ہے: ﴿ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴾ ''اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔'' اس نے اپنی ماں کو بھی اس فحاشی سے پاک قرار دیا ہے جس کی ان کی طرف نسبت کی گئی تھی۔

نوف بکالی کہتے ہیں کہ جب انھوں نے اس بچے کی ماں کی طرف غلط باتیں منسوب کیں تو وہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا تو اس نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور بائیں طرف ٹیک لگاتے ہوئے کہا: ﴿ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴾ ''بلاشبہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور میں جہاں بھی ہوں (اور جس حال میں رہوں) مجھے صاحب برکت بنایا ہے، اور جب تک میں زندہ ہوں مجھ کو نماز اور زکاۃ کا ارشاد فرمایا ہے۔''[3]

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ ﴾ ''اور میں جہاں بھی ہوں مجھے صاحب برکت بنایا ہے۔'' کے بارے میں مجاہد، عمرو بن قیس اور ثوری فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں: اس نے مجھے بھلائی سکھلانے والا بنایا ہے۔[4] مجاہد سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کے معنی بہت زیادہ نفع پہنچانے والے کے ہیں۔[5] ابن جریر نے وہیب بن ورد (بن ابوورد) مولیٰ بنو مخزوم سے روایت کیا ہے کہ ایک عالم اپنے سے بڑے عالم سے ملے تو ان سے پوچھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، یہ بتاؤ کہ میں اپنے کس عمل کا اعلان کروں؟ انھوں نے جواب دیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کہ یہی اللہ کا وہ دین ہے جس کے ساتھ اس نے اپنے انبیاء کو اپنے بندوں کی طرف بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ ﴾ کے بارے میں فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مذکورہ بالا آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت سے مراد یہ ہے کہ آپ جہاں بھی ہوں گے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں گے۔[6] اور اس کا فرمان ہے: ﴿ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ

[1] فتح الباری: 440/9، بعد الحدیث: 5304. [2] تفسیر الطبری: 100/16. [3] الدر المنثور: 480/4. [4] تفسیر الطبری: 102/16 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2408/7. [5] تفسیر الطبری: 101/16. [6] تفسیر الطبری: 102,101/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿34﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ

یہ ہے عیسیٰ ابن مریم، (یہی ہے) حق کی بات جس میں وہ لوگ شک کرتے ہیں ﴿34﴾ اللہ کے لائق ہی نہیں کہ وہ کوئی بھی اولاد بنائے، وہ پاک ہے،

مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُولُ لَهٗ كُنْ فَيَكُونُ ﴿35﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ

جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے لیے بس یہی کہتا ہے کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے ﴿35﴾ اور بے شک اللہ ہی میرا رب ہے اور تمھارا رب ہے،

وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿36﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ

لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو، یہی ہے سیدھی راہ ﴿36﴾ پھر (متعدد) گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا، چنانچہ ان کے لیے تباہی ہے جنھوں نے یوم عظیم

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿37﴾

کی پیشی کا انکار کیا ﴿37﴾

﴿مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿31﴾﴾ ”اور جب تک زندہ ہوں مجھ کو نماز اور زکاۃ کا ارشاد فرمایا ہے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ سے فرمایا: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝﴾ (الحجر 15:99) ”اور اپنے پروردگار کی عبادت کریں یہاں تک کہ آپ کو موت آ جائے۔“

عبدالرحمٰن بن قاسم نے امام مالک بن انس سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات تک ہونے والے اپنے معاملات کو بیان فرما دیا ہے، اس سے تقدیر کا اثبات اور منکرین تقدیر (قدریہ) کی تردید ہوتی ہے۔[1] اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ﴾ ”اور (مجھے) اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا (بنایا ہے۔)“ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کروں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بعد والدہ سے نیک سلوک کا ذکر کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اکثر و بیشتر مقامات پر اپنی عبادت اور اطاعت والدین کے مسئلے کو یکجا بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ﴾ (بنی إسرآءیل 17:23) ”اور آپ کے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور والدین سے اچھا سلوک کریں۔“ اور فرمایا: ﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝﴾ (لقمٰن 31:14) ”میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تجھ کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿32﴾﴾ ”اور اس نے مجھے سرکش و بدبخت نہیں بنایا۔“ یعنی اس نے مجھے سرکش و بدبخت نہیں بنایا کہ میں اس کی عبادت و اطاعت سے اعراض کروں اور اپنی والدہ کی اطاعت نہ کروں۔ اور فرمایا: ﴿وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿33﴾﴾ ”اور جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا مجھ پر سلام (ورحمت) ہے۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ثابت کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں، وہ زندہ ہیں اور پھر ایک دن فوت ہو جائیں گے اور پھر بالآخر ایک دن دیگر تمام مخلوقات کی طرح زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے لیکن ان تمام حالات میں جو لوگوں کے لیے بے حد مشکل ہوں گے، ان کے لیے سلامتی اور رحمت ہوگی۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ.

[1] تفسیر القرطبی: 103/11 لیکن اس میں مَا أَشَدَّهَا عَلٰی أَهْلِ الْقَدَرِ! ”قدریہ پر یہ آیت کس قدر سخت ہے!“ کے الفاظ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات:34-37

عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں، بیٹے نہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ ﴾ ''یہ'' جو عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہم نے آپ کو سنایا ہے: ﴿ قَوۡلَ الۡحَقِّ الَّذِیۡ فِیۡهِ یَمۡتَرُوۡنَ ۝۳۴ ﴾ ''سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔'' یعنی باطل پرست اور اس واقعہ کا انکار کرنے والے اور اہل حق اور اس پر ایمان رکھنے والوں میں اختلاف ہے۔ اسی وجہ سے اکثر قراء نے اسے [قَوۡلُ الۡحَقِّ] یعنی قول کو مرفوع پڑھا ہے جبکہ عاصم اور عبداللہ بن عامر نے اسے منصوب پڑھا ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس طرح پڑھا ہے: [ذٰلِكَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ قَالُ الۡحَقِّ] [1] لیکن زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس کے اعراب کو مرفوع پڑھا جائے اور اس کا شاہد حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ۝ ﴾ (ال عمرٰن 60:3) ''(یہ بات) آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہوں۔''

جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عبد اور نبی کی حیثیت سے پیدا فرمایا ہے تو اب اپنی ذات گرامی کو اولاد سے پاک قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنۡ یَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ ﴾ ''اللہ کو سزاوار نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے وہ پاک ہے۔'' یعنی وہ اس بات سے پاک، بہت بلند و بالا اور بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہے جو یہ جاہل، ظالم اور سرکش لوگ کہتے ہیں: ﴿ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ ۝۳۵ ﴾ ''جب وہ کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً اس کو یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔'' یعنی وہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے حکم دے دیتا ہے اور وہ اس کے ارادے اور اس کی مشیت کے مطابق ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ ۝ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ۝ ﴾ (ال عمرٰن 60,59:3) ''عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اس نے (پہلے) مٹی سے ان کا قالب بنایا، پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا تو وہ (انسان) ہو گئے (یہ بات) آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہوں۔''

عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو توحید کا حکم دیا: اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیۡ وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ۝۳۶ ﴾ ''اور بے شک اللہ ہی میرا اور تمھارا پروردگار ہے پس تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا رستہ ہے۔'' عیسیٰ علیہ السلام نے پنگوڑے ہی میں اپنی قوم کو حکم دیتے ہوئے کہا کہ بے شک اللہ ہی میرا اور تمھارا پروردگار ہے، پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتے ہوئے کہا: ﴿ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ۝۳۶ ﴾ ''پس تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا رستہ ہے۔'' یعنی یہ دین جسے میں اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آیا ہوں، یہ سیدھا رستہ ہے جو اس کی پیروی کرے گا وہ رشد و ہدایت پالے گا اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَیۡنِهِمۡ ۚ ﴾ ''پھر (اہل کتاب کے) فرقوں نے باہم اختلاف کیا۔'' یعنی

[1] تفسیر الطبری: 16/105,104.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اہل کتاب کے اقوال مختلف ہیں، حالانکہ ان کا معاملہ بالکل واضح اور روشن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول اور اس کا کلمۂ بشارت تھے جو اس نے مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے مگر اہل کتاب میں سے ایک گروہ، جمہور یہود —اللہ تعالیٰ کی ان پر بے شمار لعنتیں ہوں— نے ان پر یہ بہتان لگایا کہ وہ ولدزنا ہیں اور ان کا کلام جادو ہے، ایک دوسرے گروہ نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا تھا، کچھ اور لوگوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، کچھ لوگوں نے کہا کہ وہ تین خداؤں میں سے ایک ہیں اور کچھ لوگوں نے ان تمام خرافات کے برعکس یہ کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اور یہی قول برحق ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف مومنوں کی رہنمائی فرمائی ہے۔ عمرو بن میمون، ابن جریج، قتادہ[1] اور کئی ایک ائمۂ سلف وخلف سے اہل کتاب کے فرقوں کے اس باہمی اختلاف کے بارے میں اسی طرح مروی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾ ''سو جو لوگ کافر ہوئے ہیں ان کو بڑے دن (قیامت کے روز) حاضر ہونے سے خرابی ہے۔'' یہ شدید وعید اور سرزنش ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افترا باندھیں اور یہ گمان کریں کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے مگر اس کذب وافترا کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو قیامت کے دن تک مہلت دے رکھی ہے، اس لیے کہ وہ ذات پاک حلیم اور اسے اپنی قدرت پر پورا اعتماد ہے، نیز یہ کہ وہ اپنے نافرمانوں کو فوراً سزا نہیں دیا کرتا جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے: [إِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ] ''بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیے رکھتا ہے حتی کہ جب اسے پکڑ لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمانے کے بعد اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝ ﴾ (ھود 11:102) ''اور آپ کا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے، بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی (اور) سخت ہے۔''[2]

صحیح بخاری ومسلم ہی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا أَحَدَ أَصْبَرُ عَلٰى أَذًى يَّسْمَعُهُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ]، [إِنَّهُمْ ...... يَجْعَلُونَ لَهُ وَلَدًا وَّهُوَ ...... يَرْزُقُهُمْ وَيُعَافِيهِمْ] ''تکلیف دہ بات کو سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے کہ وہ...... اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا مانتے ہیں مگر وہ...... انھیں رزق دیتا اور عافیت عطا فرماتا ہے۔''[3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ (الحج 22:48) ''اور

---

[1] تفسير الطبرى: 106,105/16. [2] صحيح البخارى، التفسير، باب قوله: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ ...... ﴾ (ھود 11:102) ...... ، حديث: 4686 وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث: 2583 عن أبى موسىٰ رضی اللہ عنہ.

[3] صحيح البخارى، الأدب، باب الصبر فى الأذى...... ، حديث: 6099 عن أبى موسىٰ لیکن پہلا حصہ صحيح مسلم، صفات المنافقين ......، باب فى الكفار، حديث: 2804 اور دوسرا حصہ بھی اسی باب کے تحت، حديث: (50)-2804 عن أبى موسىٰ رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿38﴾ وَاَنْذِرْهُمْ

وہ لوگ کیا ہی خوب سننے والے اور کیا ہی خوب دیکھنے والے ہوں گے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے! لیکن آج یہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں ﴿38﴾

يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿39﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ

اور آپ انھیں روزِ حسرت سے ڈرائیں جب ہر معاملے کا فیصلہ کیا جائے گا، جبکہ وہ غفلت میں ہیں، اور وہ ایمان نہیں لاتے ﴿39﴾ بلاشبہ ہم ہی زمین

2 ع 25 5 الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿40﴾ ع

کے وارث ہوں گے اور جو اس (سرزمین) پر ہے وارث ہوں گے، اور ہماری ہی طرف وہ لوٹائے جائیں گے ﴿40﴾

بہت سی بستیاں ہیں کہ میں ان کو مہلت دیتا رہا اور وہ نافرمان تھیں، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ﴾ (إبراهيم 42:14) ''اور (اے نبی!) مت خیال کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں اللہ ان سے بے خبر ہے، وہ ان کو ایسے دن تک مہلت دے رہا ہے جس میں (دہشت کے سبب) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔''

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿37﴾﴾ ''سو جو لوگ کافر ہوئے ہیں ان کو بڑے دن (قیامت کے روز) حاضر ہونے سے خرابی ہے۔'' اور ایک متفق علیہ حدیث میں ہے جو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسٰى عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُولُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ، وَ(أَنَّ) الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّ(أَنَّ) النَّارَ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ] ''جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے عبد اور رسول ہیں اور بے شک عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے عبد و رسول اور اس کا وہ کلمۂ بشارت تھے جو اس نے مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے اور بے شک جنت حق اور جہنم بھی حق ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا، خواہ اس کا عمل کیسا ہی ہو۔''[1]

تفسیر آیات: 38-40

کفار کو حسرت کے دن سے ڈرانا: اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ روز قیامت سب سے زیادہ سننے اور دیکھنے والے ہوں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا ﴾ (السجدة 12:32) ''اور کاش! آپ دیکھیں جب گناہ گار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔'' وہ یہ بات اس وقت کہیں گے جب یہ ان کے کسی کام نہ آسکے گی، انھوں نے یہ بات اگر عذاب دیکھنے سے پہلے کہی ہوتی تو ان کے لیے فائدہ مند اور عذاب الٰہی سے بچانے کا سبب بنتی،

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قوله تعالىٰ: ﴿ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا ...... ﴾ (النسآء 4:171) ...... ، حديث: 3435، البتہ قوسین والے الفاظ صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من مات ...... ، حديث: 28 میں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی لیے فرمایا: ﴿ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ﴾ ''وہ لوگ کیا ہی خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے!'' یعنی بہت زیادہ سننے والے اور بہت زیادہ دیکھنے والے ہوں گے ﴿ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا ﴾ ''جس دن ہمارے سامنے آئیں گے۔'' یعنی قیامت کے دن ﴿ لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ ﴾ ''مگر ظالم آج'' یعنی دنیا میں ﴿ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿38﴾ ﴾ ''صریح گمراہی میں ہیں۔'' کہ حق کو سنتے نہیں، حق کو دیکھتے نہیں اور حق کو سمجھتے نہیں اور اب جبکہ ان سے ہدایت کو اختیار کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو یہ ہدایت کو قبول نہیں کرتے اور اس وقت اطاعت کو اختیار کریں گے جب اطاعت کا اظہار کرنا ان کے کسی کام نہ آئے گا، پھر فرمایا: ﴿ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ ﴾ ''اور آپ ان کو حسرت (وافسوس) کے دن سے ڈرائیں۔'' یعنی تمام لوگوں کو حسرت وافسوس کے دن سے ڈرائیں: ﴿ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ﴾ ''جب بات فیصل کردی جائے گی۔'' یعنی اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان فیصلہ کردیا جائے گا اور سب لوگ اپنی اپنی جگہ چلے جائیں گے: ﴿ وَهُمْ ﴾ ''اور وہ'' آج ﴿ فِيْ غَفْلَةٍ ﴾ ''غفلت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔'' اور انھیں حسرت وندامت کے اس دن کی کوئی فکر نہیں جس سے انھیں ڈرایا جاتا ہے۔ ﴿ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿39﴾ ﴾ ''اور وہ ایمان نہیں لاتے۔'' اور قیامت کے دن کی تصدیق نہیں کرتے۔

موت کا خاتمہ: امام احمد رحمہ اللہ نے ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ، يُجَاءُ بِالْمَوْتِ كَأَنَّهُ كَبْشٌ أَمْلَحُ، فَيُوقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا؟ قَالَ: فَيَشْرَئِبُّونَ، فَيَنْظُرُونَ، وَيَقُولُونَ: نَعَمْ، هٰذَا الْمَوْتُ، قَالَ: فَيُقَالُ: يَاأَهْلَ النَّارِ! هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا؟ قَالَ: فَيَشْرَئِبُّونَ، فَيَنْظُرُونَ، وَيَقُولُونَ: نَعَمْ ، هٰذَا الْمَوْتُ، قَالَ: فَيُؤْمَرُ بِهِ فَيُذْبَحُ، قَالَ: وَيُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ لَّا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ لَّا مَوْتَ، قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿39﴾ ﴾ ، قَالَ: وَأَشَارَ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: أَهْلُ الدُّنْيَا فِي غَفْلَةِ الدُّنْيَا]

''جب اہل جنت، جنت میں اور اہل دوزخ، دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اسے جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا: اے اہل جنت! کیا تم اس کو جانتے ہو؟ تو وہ گردنیں لمبی کریں گے اور دیکھیں گے اور کہیں گے۔ ہاں، ہم اسے جانتے ہیں یہ تو موت ہے۔ کہا جائے گا: اے اہل دوزخ! کیا تم اسے جانتے ہو؟ تو وہ گردنیں لمبی کر کے دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں، یہ تو موت ہے، پھر حکم ہوگا تو اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا اے اہل جنت! اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندگی ہے اور کبھی موت نہیں آئے گی، اے اہل دوزخ! (تم بھی سن لو کہ) اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندگی ہے اور کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿39﴾ ﴾ ''اور آپ ان کو حسرت (وافسوس) کے دن سے ڈرائیں جب ہر معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا جبکہ (آج) وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔'' پھر آپ نے ہاتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿41﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا

اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجیے، بے شک وہ نہایت سچا (اور) نبی تھا﴿41﴾ جب اس نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے باپ! تو اس کی عبادت

لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿42﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ

کیوں کرتا ہے جو نہ سنے، نہ دیکھے اور نہ تیرے کچھ کام آئے؟﴿42﴾ اے میرے باپ! بے شک میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں

فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿43﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ

آیا، لہٰذا تو میری اتباع کر، میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں گا﴿43﴾ اے میرے باپ! تو شیطان کی عبادت نہ کر، بلاشبہ شیطان رحمٰن کا سخت نافرمان

عَصِيًّا ﴿44﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿45﴾

ہے﴿44﴾ اے میرے ابا جان! بے شک میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کی طرف سے عذاب آ پہنچے، پھر تو شیطان کا ساتھی ہو جائے﴿45﴾

سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: (افسوس کہ) اہل دنیا، دنیا کی غفلت میں مبتلا ہیں۔"[1] اور اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ان دونوں کے الفاظ اس سے ملتے جلتے ہیں۔[2]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس دن ہر انسان اپنے جنت کے گھر اور دوزخ کے گھر کو دیکھے گا اور وہی یوم حسرت ہے، اہل دوزخ اپنے جنت کے اس گھر کو دیکھیں گے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کر رکھا تھا، بشرطیکہ وہ ایمان لے آتے، اس لیے ان سے کہا جائے گا کہ اگر تم ایمان لاتے اور نیک عمل کرتے تو جنت میں تمھارا یہ گھر ہوتا جسے تم دیکھ رہے ہو تو اس سے انھیں بہت افسوس اور حسرت ہوگی، اسی طرح آپ نے فرمایا کہ اہل جنت دوزخ میں اپنے گھر کو دیکھیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان نہ ہوتا تو......۔[3] اور فرمایا: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿40﴾﴾ "ہم ہی زمین کے اور جو لوگ اس پر (بستے) ہیں ان کے وارث ہیں اور ہماری ہی طرف ان کو لوٹنا ہوگا۔" اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ خالق و مالک ہے اور کائنات میں صرف اسی کا تصرف و اختیار ہے، ساری مخلوق ایک نہ ایک دن فنا ہو جائے گی اور بقا و دوام صرف اسی کی ذات پاک کے لیے ہے، اس دن کوئی بادشاہت یا تصرف و اختیار کا دعویٰ نہیں کرے گا، اپنی ساری مخلوق کا وہی وارث ہے جو ان کے مرنے کے بعد بھی باقی ہوگا اور پھر انھیں دوبارہ زندہ کر کے ان کا فیصلہ فرمائے گا اور کسی بھی نفس پر کچھ بھی ظلم نہیں کرے گا، مچھر کے پر یا ذرّہ بھر بھی ظلم نہیں کرے گا۔ امام ابن ابو حاتم نے حزم بن ابو حزم قطعی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے حاکم کوفہ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کی طرف خط لکھا:

"اما بعد! اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لیے اسی وقت موت کو لکھ دیا تھا جب اس نے اسے پیدا فرمایا تھا اور یہ بھی لکھ دیا تھا کہ ساری مخلوق کو مرنے کے بعد اسی کے پاس لوٹ کر آنا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس سچی کتاب میں بھی یہ نازل فرمایا ہے

[1] مسند أحمد: 9/3. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله عزوجل: ﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ (مريم 39:19)، حديث: 4730 وصحيح مسلم، الجنة وصفة ......، باب النار يدخلها الجبارون ......، حديث: 2849. [3] تفسير الطبري: 110/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کی اس نے اپنے علم کے ساتھ حفاظت فرمائی ہے اور اس کی حفاظت پر فرشتوں کو گواہ بنایا کہ وہی زمین کا اور جو لوگ اس پر بستے ہیں ان کا وارث ہے اور ان سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔''①

تفسیر آیات: 41-45

ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کو وعظ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ سے فرمایا ہے: ﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ؕ ﴾ ''اور آپ کتاب میں ابراہیم کو یاد کریں۔'' اور اپنی قوم کے ان لوگوں پر جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں تلاوت کریں۔ ابراہیم خلیل الرحمٰن کا واقعہ ان (مکہ والوں) سے بیان کریں جو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور انھی کی ملت پر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ نہایت سچے پیغمبر تھے اور انھوں نے اپنے باپ کو بتوں کی پوجا سے منع کرتے ہوئے کہا: ﴿ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴾ ''اے میرے باپ! ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جو نہ سنیں اور نہ دیکھیں اور نہ تیرے کچھ کام آسکیں۔'' یعنی یہ نہ تو تجھے کوئی نفع ہی پہنچا سکتی ہیں اور نہ کسی نقصان ہی کو دور کر سکتی ہیں۔ ﴿ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴾ ''اے میرے باپ! بلاشبہ مجھے ایسا علم ملا ہے جو تجھ کو نہیں، لہٰذا تو میری اتباع کر میں سیدھی راہ پر چلا دوں گا۔'' اگرچہ میں آپ کی صلب میں سے ہوں، میں آپ سے چھوٹا ہوں اس لیے کہ آپ کا بیٹا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا علم عطا فرما دیا ہے جس سے آپ محروم ہیں۔

﴿ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴾ ''لہٰذا تو میری اتباع کر میں تجھے سیدھی راہ پر چلا دوں گا۔'' ﴿ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴾ سے مراد ایسا سیدھا رستہ ہے جو منزل مقصود تک پہنچا دے اور ہر ڈر اور خوف والی چیز سے بچا لے۔ ﴿ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ ﴾ ''اے میرے باپ! تو شیطان کی پوجا نہ کر۔'' یعنی ان بتوں کی پوجا کر کے شیطان کی اطاعت نہ کر کیونکہ بتوں کی عبادت کی تو شیطان ہی دعوت دیتا اور وہ اس سے بہت خوش ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ (یٰسٓ 60:36) ''اے آدم کی اولاد! ہم نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴾ (النسآء 117:4) ''وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو پکارتے ہیں اور دراصل وہ سرکش شیطان ہی کو پکارتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴾ ''بے شک شیطان اللہ کا نافرمان ہے۔'' اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے اس نے تکبر کرتے ہوئے اپنے رب کی اطاعت سے انکار کر دیا تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے ملعون و مردود قرار دے دیا، لہٰذا اس کی پیروی نہ کر ورنہ اسی کی طرح ہو جائے گا۔ ﴿ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ ﴾ ''اے میرے باپ! مجھے ڈر لگتا ہے کہ تجھے اللہ کا عذاب آ پکڑے۔'' شرک کرنے اور میری بات نہ ماننے کی وجہ سے، ﴿ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴾ ''پس تو شیطان کا ساتھی ہو جائے گا۔'' یعنی اس صورت میں ابلیس کے سوا تیرا کوئی دوست، مددگار اور فریادرس نہ ہوگا اور اس کے پاس کسی

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2410/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ

وہ (باپ آزر) کہنے لگا: اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے منہ پھیرے ہوئے ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے ضرور رجم کردوں گا، اور تو عرصۂ دراز

مَلِيًّا ﴿46﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿47﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ

کے لیے مجھے چھوڑ دے ﴿46﴾ ابراہیم نے کہا: تجھ پر سلامتی ہو، عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب سے استغفار کروں گا، بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان

وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ

ہے ﴿47﴾ اور میں کنارہ کش ہوتا ہوں تم سے اور ان سے جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اور میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں، امید ہے کہ میں اپنے رب

شَقِيًّا ﴿48﴾

کو پکار کر محروم نہ رہوں گا ﴿48﴾

کے پاس بھی کوئی اختیار نہیں ہوگا بلکہ شیطان کی پیروی کرنا تو موجب عذاب ہوگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾ (النحل 63:16) ’’اللہ کی قسم! ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف بھی پیغمبر بھیجے تھے تو شیطان نے ان کے (ناشائستہ) کردار ان کو آراستہ کر دکھائے تو آج بھی وہی ان کا دوست ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔‘‘

تفسیر آیات: 46-48

ابراہیم علیہ السلام کے والد کا جواب: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو دعوت دی تو ان کے باپ نے انھیں یہ جواب دیا: ﴿ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ ﴾ ’’اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے انحراف کیے ہوئے ہے؟‘‘ اگر تو ان بتوں کی عبادت نہیں کرنا چاہتا اور ان کو پسند نہیں کرتا تو کم ازکم سب وشتم اور انھیں معیوب قرار دینے ہی سے باز آ جا اور اگر تو اس سے باز نہ آیا تو میں تجھ سے انتقام لوں گا اور تجھے سب وشتم کروں گا۔ ﴿ لَاَرْجُمَنَّكَ ﴾ ’’میں تجھے ضرور سنگسار کردوں گا۔‘‘ کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سدی، ابن جریج، ضحاک اور دیگر کے قول کے مطابق یہی مفہوم ہے۔[1]

فرمان باری ہے: ﴿ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿46﴾ ﴾ ’’اور تو عرصۂ دراز کے لیے مجھے چھوڑ دے۔‘‘ مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر اور محمد بن اسحاق رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿ مَلِيًّا ﴿46﴾ ﴾ کے معنی زمانہ بھر کے ہیں۔[2] حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس کے معنی زمانۂ طویل کے ہیں۔[3] سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی ابدالآباد کے ہیں۔[4] علی بن ابوطلحہ اور عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تو مجھے صحیح سالم حالت میں چھوڑ کر چلا جا قبل اس کے کہ میں تجھے سزا دوں۔[5] ضحاک، قتادہ، عطیہ جدلی اور مالک وغیرہم کا بھی یہی قول ہے۔[6] اور امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[7]

خلیل اللہ کا جواب: اپنے باپ کی یہ بات سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: ﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ ﴾ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

① تفسیر الطبری: 114/16 . ② تفسیر الطبری: 115/16 . ③ تفسیر الطبری: 115/16 . ④ تفسیر الطبری: 115/16 . ⑤ تفسیر الطبری: 115/16 . ⑥ تفسیر الطبری: 116/16 . ⑦ تفسیر الطبری: 116/16 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مومنوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:63) ’’اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: سلام ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۫ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ۝ ﴾ (القصص 28:55) ’’اور جب بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے اعمال اور تم کو تمھارے اعمال، تم کو سلام، ہم جاہلوں کے خواستگار نہیں ہیں۔‘‘

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو جو ﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ ﴾ کہا تو اس کا بھی یہی مفہوم ہے کہ باپ کے احترام کی وجہ سے میری طرف سے آپ کو کوئی برائی یا ایذا نہیں پہنچے گی۔ ﴿ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ ﴾ ’’میں تیرے لیے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا۔‘‘ اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کو ہدایت عطا فرمائے اور آپ کے گناہ معاف فرما دے: ﴿ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝47 ﴾ ’’بے شک وہ مجھ پر نہایت مہربان ہے۔‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی مفسرین نے بیان فرمایا ہے کہ ﴿ حَفِيًّا ۝47 ﴾ کے معنی لطف و کرم فرمانے والے کے ہیں۔[1] یعنی اس نے اپنے لطف و کرم کے ساتھ مجھے اپنی عبادت اور توحید کے اختیار کرنے کی ہدایت عطا فرمائی ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ [حَفِيٌّ] اسے کہتے ہیں جو کسی کے بارے میں اہتمام کرے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک طویل مدت تک، یعنی شام کی طرف ہجرت کرنے، مسجد حرام کی تعمیر کرنے اور اسماعیل واسحاق علیہما السلام کی ولادت کے بعد تک اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہے جیسا کہ آپ کی درج ذیل دعا سے ثابت ہے: ﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝ ﴾ (ابراهيم 14:41) ’’اے ہمارے پروردگار! حساب (کتاب) کے دن مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کو بخش دے۔‘‘

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مسلمان بھی ابتدائے اسلام میں اپنے مشرک رشتہ داروں اور اہل وعیال کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ﴾ (الممتحنة 60:4) ’’یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے بہترین نمونہ ہے، جب انھوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تھا: بے شک ہم تم سے اور ان (بتوں) سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بری الذمہ ہیں، ہم نے تمھارا انکار کیا اور ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بیزاری آشکارا ہوگئی، یہاں تک کہ تم اللہ واحد پر ایمان لے آؤ مگر ابراہیم نے اپنے باپ سے یہ (ضرور) کہا کہ میں آپ کے لیے مغفرت ضرور مانگوں گا اور میں اللہ کے سامنے آپ کے بارے میں کسی چیز کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔‘‘

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے جو یہ کہا کہ میں آپ کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا تو حضرت

[1] تفسير الطبرى: 116/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلَمَّا اعۡتَزَلَهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلۡنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾

پھر جب اس نے کنارہ کیا ان سے اور جنھیں وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے، تو ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب بخشے، اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا ﴿۴۹﴾

3 ع 10 6 وَوَهَبۡنَا لَهُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع

اور ہم نے انھیں اپنی رحمت بخشی، اور ان کے لیے سچائی کا بول (ذکر خیر) بلند کیا ﴿۵۰﴾

ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کو اپنے لیے نمونہ قرار نہ دو اور اس میں ان کی پیروی نہ کرو، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسے ترک کر دیا تھا: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ يَّسۡتَغۡفِرُوۡا لِلۡمُشۡرِكِيۡنَ وَلَوۡ كَانُوۡۤا اُولِىۡ قُرۡبٰى مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُمۡ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ ۝ وَمَا كَانَ اسۡتِغۡفَارُ اِبۡرٰهِيۡمَ لِاَبِيۡهِ اِلَّا عَنۡ مَّوۡعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنۡهُ ؕ اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيۡمٌ ۝ ﴾ (التوبة 9:113,114) ''پیغمبر اور مسلمانوں کو شایاں نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ مشرک اہل دوزخ ہیں تو ان کے لیے بخشش مانگیں، اگرچہ وہ ان کے قرابت دار ہی ہوں اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے، کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بڑے نرم دل متحمل تھے۔''

اور فرمایا: ﴿ وَاَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ﴾ ''اور میں آپ لوگوں سے اور جن کو آپ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، ان سے کنارہ کرتا ہوں۔'' میں تم سے اور تمھارے ان معبودوں سے، اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو، براءت اور بے زاری کا اظہار کرتا ہوں: ﴿ وَاَدۡعُوۡا رَبِّىۡ ۖ ﴾ ''اور اپنے پروردگار ہی کو پکاروں گا۔'' یعنی اپنے رب تعالیٰ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کروں گا: ﴿ عَسٰٓى اَلَّاۤ اَكُوۡنَ بِدُعَآءِ رَبِّىۡ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ ﴾ ''امید ہے کہ میں اپنے پروردگار کو پکار کر محروم نہیں رہوں گا۔'' یہ ﴿ عَسٰٓى ﴾ لامحالہ یقین کے معنی میں ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام، سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے سردار ہیں۔

تفسیر آیات: 50,49

اللہ نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا کیے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے باپ اور اپنی قوم کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ان سے بہتر، یعنی اسحاق اور ان کے بیٹے یعقوب عطا فرما دیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ وَيَعۡقُوۡبَ نَافِلَةً ؕ ﴾ (الأنبیآء 21:72) ''اور یعقوب مزید (دیا۔)'' اور فرمایا: ﴿ وَمِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ يَعۡقُوۡبَ ۝ ﴾ (ھود 11:71) ''اور اسحاق کے بعد یعقوب (کی خوشخبری دی۔)''

اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اسحاق، یعقوب کے والد ہیں جیسا کہ درج ذیل نص قرآنی سے ثابت ہے: ﴿ اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ ۙ اِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡ ؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ ﴾ (البقرة 2:133) ''بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے، جب انھوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انھوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿51﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ

اور کتاب میں موسیٰ کا ذکر کیجیے، بلاشبہ وہ چنا ہوا تھا اور رسول نبی تھا﴿51﴾ اور ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے پکارا اور ہم نے اسے راز و نیاز

الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿52﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿53﴾

کرتے ہوئے قریب کیا﴿52﴾ اور اسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی بخشا﴿53﴾

باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے۔''

اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی اسحاق و یعقوب کا ذکر فرمایا ہے، یعنی ہم نے ان کی اولاد اور ان کی نسل کو انبیاء بنایا اور ان کے ساتھ ان کی زندگی میں ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا﴾ ''اور ہم نے سب کو پیغمبر بنایا۔'' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں یعقوب علیہ السلام کو نبوت نہ ملی ہوتی تو پھر صرف انھیں کے ذکر تک اکتفا نہ کیا جاتا بلکہ ان کے ساتھ یوسف علیہ السلام کا بھی ذکر ہوتا کیونکہ وہ بھی تو اللہ کے نبی تھے۔ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: [...... يُوسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ، ابْنُ (يَعْقُوبَ) نَبِيِّ اللّٰهِ، ابْنِ (إِسْحَاقَ) نَبِيِّ اللّٰهِ، ابْنِ (إِبْرَاهِيمَ) خَلِيلِ اللّٰهِ] ''اللہ کے نبی یوسف، جو اللہ کے نبی یعقوب کے بیٹے ہیں اور وہ اللہ کے نبی اسحاق کے بیٹے ہیں اور وہ اللہ کے خلیل ابراہیم کے بیٹے ہیں۔''[1] ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [(إِنَّ) الْكَرِيمَ بْنَ الْكَرِيمِ بْنِ الْكَرِيمِ بْنِ الْكَرِيمِ يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ] ''کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام تھے۔''[2]

﴿وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ ''اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے (بہت سی چیزیں) عنایت کیں اور ہم نے ان کا ذکر جمیل بلند کیا۔'' علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿لِسَانَ صِدْقٍ﴾ سے مراد اچھی تعریف ہے۔[3] سدی اور مالک بن انس کا بھی یہی قول ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ ﴿عَلِيًّا﴾ اس لیے فرمایا کہ تمام ملتوں اور دینوں کے لوگ ان کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہیں۔[4] صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ.

تفسیر آیات: 51-53

موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر: حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے تذکرے اور تعریف کے بعد اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ کا ذکر کیا جا رہا ہے: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا﴾ ''اور آپ کتاب میں موسیٰ کا بھی ذکر کریں بے شک وہ (ہمارے)

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: ﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ......﴾ (البقرة 133:2)، حديث: 3374 وصحيح مسلم، الفضائل، باب من فضائل يوسف عليه السلام، حديث: 2378 عن أبي هريرة رضي الله عنه، قوسین والے الفاظ کے علاوہ۔ [2] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى......﴾ (يوسف 6:12)، حديث: 4688 عن ابن عمر رضي الله عنه لیکن قوسین والا لفظ جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة يوسف، حديث: 3116 ومسند أحمد: 332/2 و416 عن أبي هريرة رضي الله عنه میں ہے۔ [3] تفسير الطبري: 117/16 . [4] تفسير الطبري: 117/16 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿54﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ

اور کتاب میں اسمٰعیل کا ذکر کیجیے، بے شک وہ وعدے کا سچا اور رسول نبی تھا﴿54﴾ اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکاۃ کا حکم دیتا تھا اور وہ

اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿55﴾

اپنے رب کے ہاں نہایت پسندیدہ تھا﴿55﴾

برگزیدہ (بندے) تھے۔'' ثوری نے عبدالعزیز بن رفیع سے اور انھوں نے ابولبابہ سے روایت کیا ہے کہ حواریوں نے کہا کہ اے روح اللہ! یہ فرمائیں کہ اللہ کے لیے مخلص کون ہے۔ فرمایا وہ جو صرف اللہ ہی کے لیے عمل کرے اور یہ پسند نہ کرے کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔ یہ معنی اس صورت میں ہیں جب مُخلِص کو لام کے کسرے کے ساتھ پڑھا جائے اور اگر اسے لام کے فتحہ کے ساتھ مُخلَص پڑھا جائے تو اس کے معنی منتخب کے ہیں۔[1] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ ﴾ (الأعراف 144:7) ''بلا شبہ میں نے تجھے لوگوں سے ممتاز کیا ہے۔'' ﴿ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿51﴾ ﴾ ''اور پیغمبر رسول تھا۔'' اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دونوں صفتوں سے نوازا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب اور ممتاز بندے بھی تھے اور اولوالعزم مرسلین عظام میں سے بھی جو کہ پانچ ہیں: (1) نوح (2) ابراہیم (3) موسیٰ (4) عیسیٰ اور (5) محمد صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ أَجْمَعِينَ.

اور فرمایا: ﴿ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ ﴾ ''اور ہم نے ان کو طور کی دائیں طرف پکارا۔'' طور سے مراد کوہ طور ہے جو اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے دائیں طرف تھا، جب انھوں نے آگ کو چمکتے ہوئے دیکھا اور اس کا انگارا لینے گئے تھے اور انھوں نے اس آگ کو کوہ طور کی دائیں غربی جانب وادی کے کنارے پر چمکتے ہوئے پایا تھا، وہاں اللہ تعالیٰ نے انھیں ہم کلامی کے شرف سے نوازا، آواز دی اور قریب کر کے سرگوشی فرمائی: ﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿53﴾ ﴾ ''اور ہم نے اپنی مہربانی سے ان کو ان کا بھائی ہارون پیغمبر عطا کیا۔'' یعنی ان کے سوال کو پورا کر دیا اور اپنے بھائی ہارون کے بارے میں ان کی شفاعت کو قبول کرتے ہوئے، انھیں بھی نبی بنا دیا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۡ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝ ﴾ (القصص 34:28) ''اور ہارون (جو) میرا بھائی (ہے) اس کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے تو اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے، بلاشبہ مجھے خوف ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 36:20) ''اے موسیٰ! تحقیق جو تو نے مانگا تجھے دے دیا گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ ﴾ (الشعرآء 14,13:26) ''سو ہارون کی طرف (حکم) بھیج (کہ میرے ساتھ چلیں) اور ان لوگوں کا مجھ پر ایک گناہ (قبطی کے خون کا دعویٰ) بھی ہے سو مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ مجھ کو مار ہی ڈالیں۔'' اسی لیے بعض سلف نے کہا ہے کہ دنیا میں کسی نے کسی کے لیے اس سے بڑھ کر شفاعت نہیں کی ہوگی

[1] تفسير الطبري: 118/16 و تفسير القرطبي: 114/11.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون کے بارے میں شفاعت کی تھی کہ اللہ تعالیٰ انھیں بھی نبی بنا دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴾ ﴿53﴾ ''اور ہم نے اپنی مہربانی سے ان کو ان کا بھائی ہارون پیغمبر عطا کیا۔''

تفسیر آیات: 55,54

اسماعیل کا ذکر: یہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل بن ابراہیم خلیل علیہما السلام کی تعریف بیان فرمائی ہے کہ وہ وعدے کے سچے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام حجاز کے تمام عربوں کے والد تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے رب تعالیٰ سے جو وعدہ کیا اسے پورا کر دکھایا اور جس عبادت کے ادا کرنے کی نذر مانی اسے بھی پورا کر دیا۔[1]

بعض ائمہ تفسیر نے کہا ہے کہ آپ کو صادق الوعد اس لیے کہا گیا ہے کہ آپ نے اپنے والد گرامی سے کہا تھا: ﴿ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ ○ (الصّٰفّٰت 102:37) ''اللہ نے چاہا تو تو یقیناً مجھے صابروں میں پائے گا۔'' اور پھر انھوں نے اپنے اس وعدے کو سچ ثابت کر دکھایا۔ وعدے کو سچ ثابت کر دکھانا صفات حمیدہ میں سے ہے جبکہ وعدے کی خلاف ورزی مذموم صفات میں سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ ○ (الصّف 3,2:61) ''اے مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے، اللہ کے ہاں بڑی ناراضی ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ] ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: (1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (2) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔ (3) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔''[2]

جب یہ منافقوں کی صفات ہیں تو ان سے متضاد صفات مومنوں کی ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف کی ہے کہ وہ وعدے کے سچے تھے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی صادق الوعد تھے، آپ جس کسی سے جو وعدہ بھی فرماتے تو اسے پورا فرما دیتے تھے (اسی طرح) آپ ﷺ نے اپنے داماد، اپنی لخت جگر سیدہ زینب کے شوہر ابو العاص بن ربیع کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: [حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَى لِي] ''اس نے مجھ سے بات کی اور سچی بات کی اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا اور اسے پورا کر دکھایا۔''[3]

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اعلان کر دیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی سے کوئی وعدہ فرمایا ہو یا آپ کے ذمے کسی کا قرض ہو تو وہ میرے پاس آئے، میں اسے ادا کر دوں گا، یہ اعلان سن کر جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

[1] تفسير الطبري: 120/16. [2] صحيح البخاري، الإيمان، باب علامات المنافق، حديث: 33 و صحيح مسلم، الإيمان، باب خصال المنافق ، حديث: 59 عن أبي هريرة رضي الله عنه. [3] صحيح البخاري، فرض الخمس، باب ماذكر من درع النبي ﷺ......، حديث: 3110 و صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل فاطمة رضي الله عنها، حديث: (95)-2449 عن المسوربن مخرمة رضي الله عنه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا: [لَوْقَدْ جَاءَنَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا] ''جب بحرین سے مال آئے گا تو میں تجھے اس طرح اور اس طرح اور اس طرح دوں گا'' یعنی دونوں ہتھیلیوں کو بھر بھر کر، پھر جب بحرین سے مال آیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جابر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انھوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو مال سے بھر لیا، پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انھیں حکم دیا کہ انھیں گنو، وہ کہتے ہیں میں نے گنے تو یہ پانچ سو درہم تھے، چنانچہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے وعدے کے مطابق اس سے دو چند درہم مزید دیے۔[1]

﴿كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ﴾ ''وہ وعدے کا سچا اور پیغمبر رسول تھا۔'' یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نبی اور رسول بھی تھے۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وَّلَدِ إِبْرَاهِيمَ إِسْمَاعِيلَ......] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل کو منتخب فرما لیا تھا۔''[2] اس حدیث سے بھی ہمارے قول کی تائید وتصدیق ہوتی ہے: ﴿وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکاۃ کا حکم کرتے تھے اور اپنے پروردگار کے ہاں پسندیدہ (وبرگزیدہ) تھے۔'' یہ بھی اچھی تعریف، صفتِ حمیدہ اور پسندیدہ بات ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بے حد اطاعت گزار تھے اور اپنے اہل وعیال کو بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وبندگی کا حکم دیا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ سے فرمایا ہے: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ (طٰهٰ 132:20) ''اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کریں اور اس پر قائم رہیں۔'' اور فرمایا: ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا قُوٓا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَّقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝﴾ (التحریم 6:66) ''مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتشِ (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تندخو اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں اللہ ان سے جو ارشاد فرماتا ہے، اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔'' یعنی انھیں نیکی کا حکم دو، برائی سے منع کرو اور انھیں شتر بے مہار کی طرح نہ چھوڑو کہ قیامت کے دن وہ جہنم کی آگ کا ایندھن بن جائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ، فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ، رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا،

[1] صحيح البخاري، فرض الخمس، باب ومن الدليل على أن الخمس لنوائب المسلمين......، حديث: 3137 و صحيح مسلم، الفضائل، باب في سخائه ﷺ، حديث: 2314 عن جابر بن عبدالله ﷺ واللفظ له. [2] صحیح مسلم میں ہمیں یہ الفاظ نہیں ملے۔ ہاں، اس میں [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَّلَدِ إِسْمَاعِيلَ......] ہے۔ دیکھیے صحيح مسلم، الفضائل، باب فضل نسب النبي ﷺ......، حديث: 2276 عن واثلة بن الأسقع ﷺ، البتہ جامع الترمذي، المناقب، باب ماجاء في فضل النبي ......، حديث: 3605 اور مسند أحمد: 107/4 میں یہ الفاظ واثلہ بن اسقع ہی سے مروی ہیں، بہرکیف ضعیف ہیں۔ واللّٰہ أعلم.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاذۡكُرۡ فِي الۡكِتٰبِ اِدۡرِيۡسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا ﴿56﴾ وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿57﴾

اور کتاب میں ادریس کا ذکر کیجیے، بے شک وہ نہایت سچا (اور) نبی تھا﴿56﴾ اور ہم نے اسے بہت بلند مقام پر اٹھالیا﴿57﴾

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنۡ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ۫

یہ وہ (انبیاء) ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا جو اولادِ آدم میں سے ہیں اور ان لوگوں (کی نسل) میں سے جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا

وَّمِنۡ ذُرِّيَّةِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡرَآءِيۡلَ ۫ وَمِمَّنۡ هَدَيۡنَا وَاجۡتَبَيۡنَا ؕ اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُ

تھا، اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد سے، اور ان لوگوں میں سے جنھیں ہم نے ہدایت دی اور چن لیا، جب ان پر رحمٰن کی آیات تلاوت کی جاتیں تو

الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿58﴾ السجدة

وہ گر جاتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے﴿58﴾

السجدة 5

فَإِنْ أَبَى نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ] ''اللہ تعالیٰ اس مرد پر رحمت نازل فرمائے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی بیدار کرے اور اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے، اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحمت نازل فرمائے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو بھی بیدار کرے اور اگر وہ بیدار نہ ہو تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔''①

تفسیر آیات: 57,56

ادریس علیہ السلام کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے ادریس علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ بھی نہایت سچے نبی تھے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اونچی جگہ اٹھالیا تھا۔ صحیح حدیث کے حوالے سے قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ شب معراج رسول اللہ ﷺ کی حضرت ادریس سے چوتھے آسمان پر ملاقات ہوئی تھی۔② سفیان نے منصور سے اور انھوں نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں اونچی جگہ سے چوتھا آسمان مراد ہے۔③

تفسیر آیت: 58

انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ انبیاء اور اس سے مراد صرف یہی انبیائے کرام نہیں ہیں جو صرف اس سورت میں مذکور ہیں بلکہ اس سے مراد جملہ انبیاء علیہم السلام ہیں اور یہاں اشخاص سے جنس کی طرف التفات ہے: ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنۡ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے اپنے پیغمبروں میں سے فضل کیا (یعنی) اولادِ آدم میں سے۔'' سدی اور ابن جریر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہاں اولادِ آدم سے حضرت ادریس، اولادِ نوح سے حضرت ابراہیم، اولاد ابراہیم سے اسحاق و یعقوب و اسماعیل اور اولاد اسرائیل سے موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام مراد ہیں۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے ان کے مختلف انساب بیان کیے گو سب کے والد حضرت آدم علیہ السلام تھے

① سنن أبي داود، التطوع، باب قيام الليل، حديث: 1308 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فيمن أيقظ ......، حديث: 1336 ومسند أحمد: 250/2. ② دیکھیے بنيٓ إسرآء يل، آیت: 1 کے ذیل میں۔ ③ تفسير الطبري: 121/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

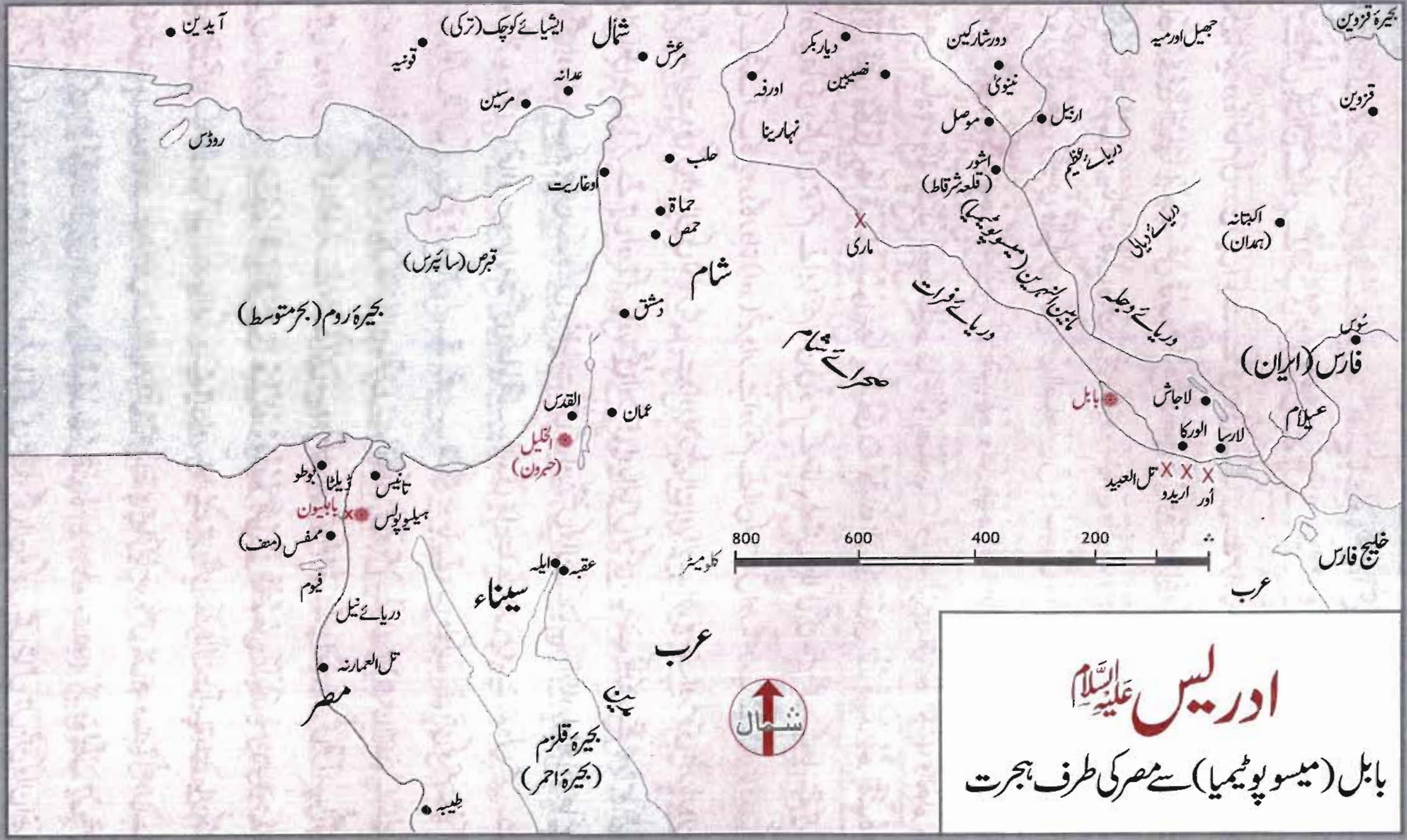

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ ان میں سے بعض وہ بھی تھے جو ان لوگوں کی اولاد میں سے نہیں تھے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں تھے، مثلاً: حضرت ادریس علیہ السلام کہ وہ تو حضرت نوح علیہ السلام کے دادا ہیں۔[1] اور یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ حضرت ادریس، حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں بلکہ ان کے اوپر کے نسب کی کڑیوں میں سے ہیں۔

اس بات کی تائید سورۂ انعام کی درج ذیل آیات سے بھی ہوتی ہے کہ اس سے مراد چند مخصوص انبیائے کرام نہیں بلکہ جملہ انبیاء ہیں: ﴿ وَ تِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَمِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰۤؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ ﴾ (الأنعام 6:83-90) ’’اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی، ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں بے شک آپ کا پروردگار دانا (اور) خبردار ہے اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب بخشے (اور) سب کو ہدایت دی اور پہلے نوح کو بھی ہدایت دی تھی اور ان کی اولاد میں سے داود اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی، یہ سب نیکوکار تھے اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو بھی اور ان سب کو جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی اور بعض کو ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بھی اور ان کو برگزیدہ بھی کیا تھا اور سیدھا رستہ بھی دکھایا تھا۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر اپنے بندوں میں سے جسے چاہے چلائے اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو وہ عمل کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے، یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم (شریعت) اور نبوت عطاء فرمائی تھی اگر یہ (کفار) ان باتوں سے انکار کریں تو ہم نے ان پر (ایمان لانے کے لیے) ایسے لوگ مقرر کر دیے ہیں کہ وہ ان سے کبھی انکار کرنے والے نہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی تو آپ انھیں کی ہدایت کی پیروی کریں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ ﴾ (المؤمن 40:78) ’’ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن کے حالات آپ سے بیان کر دیے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات آپ سے بیان نہیں کیے۔‘‘

صحیح بخاری میں مجاہد سے روایت ہے، انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا سورۂ ص میں سجدہ ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں، پھر یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ ﴾ (الأنعام 6:90) ’’یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی تو تم انھی کی ہدایت کی پیروی کرو۔‘‘ اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جن کو ان انبیائے کرام کی

[1] تفسیر الطبری: 16/ 122 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ

پھر ان کے بعد ناخلف (نالائق ان کے) جانشین ہوئے، جنھوں نے نماز ضائع کی اور خواہشات کی پیروی کی، چنانچہ جلد ہی (آگے) وہ (ہلاکت

غَيًّا ﴿59﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا

اور) گمراہی (کے انجام) سے دوچار ہوں گے ﴿59﴾ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر

يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿60﴾

کوئی ظلم نہ ہوگا ﴿60﴾

پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور ان انبیاء میں حضرت داود بھی شامل ہیں۔ (لہٰذا جب انھوں نے سجدہ کیا تو ہمیں بھی سجدہ کرنا چاہیے۔)[1] اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿58﴾ ﴾ ''جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتیں تو سجدے میں گر پڑتے اور روتے رہتے۔'' یعنی وہ جب دلائل و براہین سے مزین کلام الٰہی کو سنتے تو اپنے رب تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے تھے اور اس طرح خشوع و خضوع کا اظہار کرتے اور ان نعمتوں پر حمد و شکر بھی بجالاتے تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے انھیں نوازا تھا۔ بُكِيٌّ، بَاكٍ کی جمع ہے۔ تمام علماء کا اجماع ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی اقتدا اور اتباع کے پیش نظر یہاں سجدہ کرنا واجب ہے۔

تفسیر آیات: 60,59

اچھے اور برے جانشین: جب اللہ تعالیٰ نے سعادت مند لوگوں کی جماعت کا ذکر فرمایا، یعنی انبیاء علیہم السلام کا اور ان کی اتباع کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرنے والے، اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ادا کرنے والے اور نواہی کو ترک کرنے والے لوگوں کا تو اب یہ بیان فرمایا ہے کہ ان کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشین بنے: ﴿ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ ﴾ ''جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا۔'' اور جب انھوں نے نماز کو ضائع کر دیا تو دیگر واجبات کو زیادہ ضائع کرنے والے ہوں گے۔

نماز دین کا ستون، بنیاد اور بندوں کا سب سے بہتر عمل ہے اور پھر ان لوگوں نے نماز ضائع کرنے کے بعد دنیا کی خواہشوں اور لذتوں کو اختیار کر لیا اور دنیا ہی کی زندگی کو انھوں نے اپنا منتہائے مقصود قرار دے لیا تو عنقریب ان لوگوں کو روز قیامت گمراہی کی سزا ملے گی اور یہ لوگ خسارہ پانے والوں میں ہوں گے۔

اوزاعی نے موسیٰ بن سلیمان سے اور انھوں نے قاسم بن مُخَیمِرَہ سے اس آیت کریمہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ انھوں نے نمازوں کے اوقات کو ضائع کر دیا تھا اور اگر اس سے مراد ترک ہوتو یاد رہے ترک نماز کفر ہے۔[2] ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی خدمت میں عرض کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز کا ذکر بکثرت فرمایا ہے، مثلاً: ﴿ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴾ (الماعون 5:107) ''جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں۔'' ﴿ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴾

[1] صحیح البخاری: التفسیر، باب قوله: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ...... ﴾ (الأنعام 6:90)، حدیث: 4632. [2] تفسیر الطبری: 123/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(المعارج 70:24) ''جو نماز کا التزام رکھتے (اور بلاناغہ پڑھتے) ہیں۔'' ﴿ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴾ (المعارج 70:34) ''اور جو اپنی نماز کی خبر رکھتے ہیں۔'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان آیات کا تعلق نماز کے اوقات سے ہے اور جہاں تک نماز کے ترک کرنے کا معاملہ ہے تو ترکِ نماز کفر ہے۔[1] مسروق کہتے ہیں کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص نماز پنجگانہ کی حفاظت کرے اور پھر اس کا نام غافلوں میں لکھا جائے۔ یاد رہے نماز میں کوتاہی کرنا ہلاکت ہے نماز ضائع کرنے سے مراد یہ ہے کہ اسے وقت پر ادا نہ کیا جائے۔[2]

اوزاعی نے ابراہیم بن یزید سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴾ ''پھر ان کے بعد چند ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز کو (چھوڑ دیا گویا اسے) کھو دیا اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے سو عنقریب وہ گمراہی (کی سزا) پائیں گے۔'' اور پھر فرمایا ان کے نماز کو ضائع کرنے سے یہ مراد نہیں کہ انھوں نے نماز کو چھوڑ دیا تھا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ انھوں نے نماز کو بروقت ادا کرنا چھوڑ دیا تھا۔[3]

﴿ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴾ ''سو عنقریب وہ گمراہی (کی سزا) پائیں گے۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ غَيًّا ﴾ کے معنی خسارے کے ہیں۔[4] اور قتادہ کہتے ہیں غَیٌّ کے معنی برائی کے ہیں۔[5] سفیان ثوری، شعبہ اور محمد بن اسحاق نے ابواسحاق سبیعی سے، انھوں نے ابوعبیدہ سے اور انھوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غَیٌّ جہنم کی ایک ایسی وادی ہے جس کی گہرائی بہت زیادہ اور جس کا کھانا بہت خبیث ہوگا۔[6] اعمش نے زیاد سے اور انھوں نے ابوعیاض سے روایت کیا ہے کہ غَیٌّ جہنم کی خون اور پیپ سے بھری ہوئی ایک وادی کا نام ہے۔

﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ﴾ ''ہاں، جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل نیک کیے۔'' یعنی جو شخص نمازوں کے ضائع کرنے اور خواہشات کی پیروی کرنے سے باز آ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا، اس کے انجام کو اچھا کر دے گا اور نعمتوں بھری جنت کا وارث بنا دے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴾ ''تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا۔'' کیونکہ [اَلتَّوْبَةُ تَجُبُّ مَا قَبْلَهَا] ''توبہ سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔''[7] اور دوسری حدیث میں ہے: [اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ] ''گناہ سے توبہ کرنے والا اس طرح ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔''[8]

---

[1] تفسیر الطبری: 124/16. [2] تفسیر الطبری: 124/16. [3] تفسیر الطبری: 124,123/16. [4] تفسیر الطبری: 126/16. [5] تفسیر ابن أبی حاتم: 2413/7. [6] تفسیر الطبری: 126/16. [7] دیکھیے السلسلة الضعیفة: 1039، اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ واللہ أعلم. اور ملاحظہ کریں الأنفال، آیت: 38 کے ذیل میں۔ [8] سنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر التوبة، حديث: 4250 والمعجم الكبير للطبراني: 150/10، حديث: 10281 والسنن الكبرى للبيهقي، الشهادات، باب شهادة القاذف: 154/10 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیکھیے السلسلة الضعيفة: 616,615.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جَنّٰتِ عَدۡنِ ِۨ الَّتِیۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ عِبَادَہٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ وَعۡدُہٗ مَاۡتِیًّا ﴿61﴾ لَا یَسۡمَعُوۡنَ

(یعنی) ابدی باغات، جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں کے ساتھ غیب سے وعدہ کیا ہے۔ بے شک اس کا وعدہ (ہرصورت) آنے والا ہے﴿61﴾ وہ اس میں

فِیۡہَا لَغۡوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَہُمۡ رِزۡقُہُمۡ فِیۡہَا بُکۡرَۃً وَّعَشِیًّا ﴿62﴾ تِلۡکَ الۡجَنَّۃُ الَّتِیۡ نُوۡرِثُ

کوئی لغو بات نہیں سنیں گے، سوائے سلام کے، اور وہاں ان کے لیے صبح وشام رزق ہوگا﴿62﴾ یہی وہ جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں

مِنۡ عِبَادِنَا مَنۡ کَانَ تَقِیًّا ﴿63﴾

سے اسے بنائیں گے جو متقی ہوگا﴿63﴾

ان توبہ کرنے والوں کے اعمال کا نقصان نہیں کیا جائے گا اور نہ توبہ سے پہلے کیے ہوئے اعمال کی انھیں کوئی سزا دی جائے گی کیونکہ توبہ سے پہلے کے اعمال کو توبہ کر لینے کی وجہ سے نسیًا منسیا کر دیا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر مہربانی اور لطف وکرم کی کثرت اور بہتات ہے۔ یہ استثنا اسی طرح ہے جیسا کہ سورۂ فرقان کی حسب ذیل آیات میں ہے: ﴿ وَالَّذِیۡنَ لَا یَدۡعُوۡنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ وَلَا یَقۡتُلُوۡنَ النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَلَا یَزۡنُوۡنَ ۚ وَمَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ یَلۡقَ اَثَامًا ۙ﴿ یُّضٰعَفۡ لَہُ الۡعَذَابُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَیَخۡلُدۡ فِیۡہٖ مُہَانًا ٭ۖ﴿ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿ ﴾ (الفرقان 25:68-70) ''اور وہ جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان دار کو مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق (شریعت کے حکم) سے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا، قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہوگا اور ذلت وخواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

تفسیر آیات: 61-63

سچی توبہ کرنے والوں کے لیے جنت ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ باغات جن میں اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والے داخل ہوں گے وہ بہشت جاودانی ہے جس کا اس نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا اور جو ان کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے، یعنی اس کا تعلق بھی ان مخفی باتوں سے ہے جن پر وہ ایمان رکھتے ہیں، حالانکہ انھوں نے اسے دیکھا تک بھی نہیں لیکن شدت ایقان اور قوت ایمان کی وجہ سے یہ اسے تسلیم کرتے ہیں: ﴿ اِنَّہٗ کَانَ وَعۡدُہٗ مَاۡتِیًّا ﴿61﴾ ﴾ ''بے شک اس کا وعدہ (نیکوکاروں کے سامنے) آنے والا ہے۔'' اس کے حصول، ثبوت اور استقرار کی تاکید کے لیے یہ فرمایا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور نہ ہی اسے بدلتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ کَانَ وَعۡدُہٗ مَفۡعُوۡلًا ﴿ ﴾ (المزمل 73:18) ''اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کا وعدہ یقیناً پورا ہو کر رہنے والا ہے۔

﴿ مَاۡتِیًّا ﴿61﴾ ﴾ کے یہاں معنی یہ ہیں کہ بندے ان جنتوں میں یقیناً داخل ہوں گے۔ بعض نے کہا ہے کہ ﴿ مَاۡتِیًّا ﴿61﴾ ﴾ کے معنی آنے والے کے ہیں، یعنی ہر وہ چیز جو آپ کے پاس آنے والی ہے، آپ اس کے پاس آنے والے ہیں جیسا کہ عرب

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں: أَتَتْ عَلَيَّ خَمْسُونَ سَنَةً اور أَتَيْتُ عَلٰى خَمْسِينَ سَنَةً دونوں جملوں کے معنی ایک ہی ہیں، یعنی میں پچاس سال کا ہو گیا ہوں۔[1] اور فرمایا: ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا﴾ ''وہ اس میں سلام کے سوا کوئی بے ہودہ کلام نہ سنیں گے۔'' یعنی ان باغہائے بہشت میں سلام کے سوا کوئی لغو یا بے ہودہ کلام نہیں ہوگا۔ ﴿اِلَّا سَلٰمًا﴾ استثنا منقطع ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۙ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝﴾ (الواقعة 26,25:56) ''وہاں نہ بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ گالی گلوچ۔ ہاں، (ان کا) کلام سلام سلام (ہوگا۔)'' اور فرمایا: ﴿وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝﴾ ''اور وہاں ان کے لیے صبح وشام رزق ہوگا۔''

یعنی صبح وشام کے اوقات کی طرح انھیں کھانا ملے گا لیکن وہاں رات دن نہیں ہوں گے۔ اوقات کے آنے جانے کو وہ روشنیوں اور انوار وتجلیات سے پہچانیں گے جیسا کہ امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ، صُوَرُهُمْ عَلٰى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَا يَبْصُقُونَ فِيهَا وَلَا يَمْتَخِطُونَ فِيهَا، وَلَا يَتَغَوَّطُونَ فِيهَا]،[آنِيَتُهُمْ وَأَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ، يُرٰى مُخُّ سَاقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ، قُلُوبُهُمْ عَلٰى قَلْبٍ وَّاحِدٍ يُّسَبِّحُونَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا]

''پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا، ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند جیسی ہوں گی، وہ نہ تھوکیں گے، نہ بلغم خارج کریں گے اور نہ بول و براز کریں گے، ان کے برتن اور کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی، ان کی انگیٹھیاں عود خالص (لوبان) سے تپائی گئی ہوں گی۔ ان کا پسینہ کستوری ہوگا، ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی کہ حسن کی وجہ سے گوشت میں سے پنڈلی کا مخّ (گودا) نظر آئے گا۔ ان میں باہم کوئی اختلاف یا بغض نہ ہوگا، ان سب کے دل ایک شخص کے دل کی طرح ہوں گے اور وہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔''[2] اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام احمد ہی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلشُّهَدَاءُ عَلٰى بَارِقِ نَهْرٍ بِبَابِ الْجَنَّةِ فِي قُبَّةٍ خَضْرَاءَ، يَخْرُجُ عَلَيْهِمْ رِزْقُهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا] ''شہداء جنت کے دروازے کی طرف نہر کے کنارے پر سبز رنگ کے قبے میں ہوں گے اور انھیں جنت سے صبح وشام رزق دیا جائے گا۔''[4] اس روایت کو صرف امام احمد

---

[1] تفسير الطبري: 128,127/16 . [2] مسند أحمد: 316/2 . البتہ اس کا ابتدائی حصہ صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها ......، باب في صفات الجنة......، حديث: (17)-2834 کے مطابق ہے اور مسند احمد میں [سَاقِهِمَا] کے بجائے [سَاقَيْهِمَا] ہے۔ [3] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة وأنها مخلوقة...... ، حديث: 3245 وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب في صفات الجنة وأهلها ...... ، حديث: (17)-2834. [4] مسند أحمد: 266/1 وصحيح ابن حبان، السير، ذكر خبريوهم......: 515/10، حديث: 4658 والمعجم الكبير للطبراني: 333/10، حديث: 10825 والمصنف لابن أبي شيبة، الجهاد، باب ماذكر في فضل الجهاد ......:209/4، حديث: 19314 والمستدرك للحاكم: 74/2 ، حديث: 2403.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ

اور ہم (فرشتے) آپ کے رب ہی کے حکم سے نازل ہوتے ہیں، اسی کے لیے ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے، اور جو کچھ

رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿64﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ

اس کے درمیان ہے، اور آپ کا رب کبھی بھولنے والا نہیں ﴿64﴾ (وہی) رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (سب کا)، چنانچہ

4 ع 15 7 هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿65﴾

آپ اس کی عبادت کریں اور اس کی عبادت پر قائم رہیں، کیا آپ اس کا کوئی ہم نام جانتے ہیں؟ ﴿65﴾

ہی نے بیان کیا ہے۔ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿62﴾﴾ ”اور ان کے لیے وہاں صبح وشام رزق ہوگا۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ صبح وشام سے مرادرات اور دن کے اندازے ہیں۔[1]

﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿63﴾﴾ ”یہی وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو مالک بنائیں گے جو پرہیزگار رہوگا۔“ یعنی یہ جنت جس کی یہ عظیم الشان صفات ہم نے بیان فرمائی ہیں، اس کا وارث ہم اپنے پرہیزگار بندوں کو بنائیں گے۔ پرہیزگار بندوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو غمی وخوشی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالاتے ہیں، غصے کو پی جاتے اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں جیسا کہ سورۂ مومنون کے آغاز میں فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ (المؤمنون 23:1-11) ”بے شک ایمان والے کامیاب ہوگئے، جو نماز میں عجز ونیاز کرتے ہیں اور جو بے ہودہ باتوں سے اعراض کرتے ہیں اور جو زکاۃ ادا کرتے ہیں اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا ان (کنیزوں) سے جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں کہ (ان سے مباشرت کرنے سے) انھیں ملامت نہیں اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں اور جو امانتوں اور قراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں اور جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ یہی لوگ میراث حاصل کرنے والے ہیں (یعنی) جو بہشت کی میراث حاصل کریں گے (اور) اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

تفسیر آیات: 65,64

فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوتے ہیں: امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل سے فرمایا: [مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا!] ”(جیسا کہ اب) آپ کا ہم سے ملاقات کا معمول ہے اس سے زیادہ آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے؟“ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ

[1] تفسیر معانی القرآن للنحاس: 4/343 (CD).

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَامِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿66﴾ اَوَ لَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ

اور انسان کہتا ہے: کیا جب میں مرجاؤں گا، البتہ یقیناً مجھے زندہ نکالا جائے گا؟ (66) اور کیا انسان (اتنا بھی) یاد نہیں کرتا کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے

مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿67﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ

اسے تخلیق کیا، جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا (67) پس آپ کے رب کی قسم! ہم ضرور ان (کفار) کو شیطانوں کے ہمراہ اکٹھا کریں گے، پھر ہم ضرور انھیں گھٹنوں

حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿68﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿69﴾

کے بل گرے ہوئے جہنم کے گرد حاضر کریں گے (68) پھر ہم ضرور ہر گروہ سے (اسے) کھینچ کر الگ کریں گے جو ان میں سے رحمٰن کے خلاف سرکشی میں

ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿70﴾

سخت تر تھا (69) پھر ہمیں بلاشبہ ان کا خوب علم ہے جو اس (جہنم) میں جانے کے زیادہ لائق ہیں (70)

﴿اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ﴾ ...... آیت کے آخر تک۔ ''اور (فرشتوں نے پیغمبر کو جواب دیا کہ) ہم آپ کے پروردگار کے حکم کے سوا اتر نہیں سکتے ......۔''[1] امام بخاری نے اسے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔[2] جبکہ امام مسلم نے اسے بیان نہیں کیا۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کئی دن تک جبرائیل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آئے تو اس سے آپ کو بہت حزن وملال ہوا، پھر جب جبرائیل آئے تو وہ یہ وحی لائے: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ﴾ ''اور ہم آپ کے پروردگار کے حکم کے سوا اتر نہیں سکتے۔''[3]

﴿لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا﴾ ''جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو پیچھے ہے، سب اسی کا ہے۔'' ﴿مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا﴾ سے مراد دنیا اور ﴿وَمَا خَلْفَنَا﴾ سے مراد آخرت ہے[4] ﴿وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ﴾ ''اور جو ان کے درمیان ہے۔'' یعنی دونوں نفخوں کے درمیان۔ یہ ابوالعالیہ، عکرمہ، مجاہد، سُدّی، ربیع بن انس[5] اور ایک روایت کے مطابق سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول ہے۔[6] یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا﴾ سے مراد پیش آنے والا آخرت کا معاملہ ہے اور ﴿وَمَا خَلْفَنَا﴾ سے مراد دنیا کا گزارا ہوا حصہ ہے اور ﴿وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ﴾ سے مراد دنیا و آخرت کے درمیان کا وقفہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، ضحاک، قتادہ، ابن جریج اور ثوری رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[7] نیز ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[8] واللہ أعلم.

اور فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ ''اور آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کا پروردگار آپ کو نہیں بھولا۔[9] اور اس کا فرمان ہے: ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''آسمان اور زمین کا

[1] مسند أحمد: 231/1. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ﴾ ...... (مريم 64:19)، حديث: 4731. [3] تفسير الطبري: 130/16. [4] تفسير الطبري: 131/16. [5] تفسير الطبري: 131/16. [6] تفسير ابن أبي حاتم: 2414/7 وتفسير الطبري: 131/16. [7] تفسير الطبري: 132/16 وتفسير القرطبي: 129/11 وتفسير البغوي: 242/3 وتفسير القرآن للسمعاني: 304/3. [8] تفسير الطبري: 132/16. [9] تفسير الطبري: 132/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جوان دونوں کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے۔'' یعنی وہ ان سب کا خالق بھی ہے اور مدبر بھی، حاکم بھی ہے اور متصرف بھی اور اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ﴿ فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴾ ''تو اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو، بھلا تم کوئی اس کا ہم نام جانتے ہو؟'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں: کیا تم اللہ کے لیے کوئی مثال یا شبیہ جانتے ہو؟[1] مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور ابن جریج وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔[2] عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تبارَكَ وَتَعَالٰى وَتَقَدَّسَ اسْمُهٗ کے سوا اور کوئی نہیں جس کا نام رحمان ہو۔[3]

تفسیر آیات:66-70

انسان کا حیات بعد الممات پر تعجب: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ انسان اس بات پر تعجب کرتا اور اسے بعید سمجھتا ہے کہ اسے موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ ﴾ (الرعد 13:5) ''اگر تم تعجب کرتے ہو تو کافروں کا یہ کہنا عجیب ہے کہ جب ہم (مرکر) مٹی ہو جائیں گے تو کیا بے شک ہم از سر نو پیدا ہوں گے؟'' اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ○ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۨ○ ﴾ (یٰسٓ 36:77-79) ''کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو نطفے سے پیدا کیا۔ پھر وہ تڑاق پڑاق جھگڑنے لگا اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہنے لگا کہ (جب) ہڈیاں بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا۔ کہہ دیجیے: ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔''

اور یہاں فرمایا: ﴿ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ۞ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ۞ ﴾ ''اور (کافر) انسان کہتا ہے کہ جب میں مرجاؤں گا تو کیا زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ کیا (ایسا) انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اس کو پہلے بھی تو پیدا کیا تھا اور وہ کچھ بھی چیز نہ تھا۔'' اللہ تعالیٰ نے پہلی دفعہ پیدا کرنے سے دوبارہ پیدا کرنے پر استدلال کیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس وقت پیدا فرمایا جبکہ اس کا کوئی ذکر تک نہ تھا اور اب جبکہ وہ وجود میں آ گیا ہے تو کیا وہ اسے دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ ﴾ (الروم 30:27) ''اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اس کو بہت آسان ہے۔''

صحیح حدیث میں ہے: [قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ،

---

[1] تفسیر الطبری: 133/16 . [2] تفسیر الطبری: 133/16 وتفسیر القرطبی: 130/11 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2414/7 . [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 2414/7 وتفسیر القرطبی: 130/11 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي، وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: اتَّخَذَاللّٰهُ وَلَدًا، وَأَنَا الْأَحَدُ الصَّمَدُ، لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لِّي كُفُوًا أَحَدٌ] ’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابن آدم میری تکذیب کرتا ہے، حالانکہ یہ بات اسے زیب نہیں دیتی (کہ وہ میری تکذیب کرے۔)، وہ مجھے برا بھلا کہتا ہے، حالانکہ اسے یہ بات زیب نہیں دیتی (کہ وہ مجھے برا بھلا کہے۔) ابن آدم کا میری تکذیب کرنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ پیدا نہیں فرمائے گا جس طرح اس نے مجھے پہلے پیدا کیا تھا، حالانکہ پہلی دفعہ پیدا کرنا اسے لوٹا (دوبارہ پیدا کرنے) سے زیادہ آسان تو نہیں ہے اور ابن آدم کا مجھے برا بھلا کہنا یہ ہے، وہ کہتا ہے کہ اللہ نے بیٹا بنالیا ہے، حالانکہ میں تو وہ احد صمد ہوں کہ نہ کسی کا باپ ہوں اور نہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے۔‘‘[1]

اور فرمایا: ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ﴾ ’’پس آپ کے پروردگار کی قسم! ہم ضرور ان کو جمع کریں گے اور شیطانوں کو بھی۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات برکات کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ وہ اُن کو ضرور جمع کرے گا اور ان کے ساتھ ان کے شیطانوں کو بھی، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی یہ پوجا کیا کرتے تھے۔ ﴿ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿68﴾﴾ ’’پھر ہم ضرور ان سب کو جہنم کے گرد حاضر کریں گے (اور وہ) گھٹنوں پر گرے ہوئے (ہوں گے۔)‘‘ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿جِثِيًّا ﴿68﴾﴾ ’’کے معنی بیٹھے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾ (الجاثية 45:28) ’’اور آپ ہر ایک فرقے کو دیکھیں گے کہ گھٹنوں کے بل (بیٹھا ہوگا۔)‘‘[2] سدی نے کہا ہے کہ اس کے معنی کھڑے ہونے کے ہیں، مرہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[3]

﴿ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ﴾ ’’پھر ہر جماعت میں سے ہم ایسے لوگوں کو کھینچ نکالیں گے۔‘‘ ﴿مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ﴾ کے معنی ہیں ہر جماعت میں سے، یہ مجاہد کا قول ہے۔[4] ﴿اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿69﴾﴾ ’’جو اللہ کے خلاف سخت سرکشی کرتے تھے۔‘‘ ثوری نے علی بن اقمر سے، انھوں نے ابوالاحوص سے اور انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اگلے کو پچھلے کے آنے تک روک لیا جائے گا حتی کہ جب سب لوگ حاضر ہو جائیں گے تو پھر پہلے ان لوگوں کو پکڑ کر جہنم رسید کیا جائے گا جو گناہوں میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿69﴾﴾ ’’پھر ہر جماعت میں سے ہم ایسے لوگوں کو کھینچ نکالیں گے جو اللہ کے خلاف سخت سرکشی کرتے تھے۔‘‘[5] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب، حديث: 4974 ومسند أحمد: 351,350/2 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ۔ ملحوظہ: ابن کثیر رحمہ اللہ کے ذکر کردہ الفاظ ہمیں نہیں ملے۔ [2] تفسير الطبري: 134/16 . [3] المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لغالب بن عطية الأندلسي: 132/3(CD) . [4] تفسير الطبري: 135/16 . [5] تفسير الطبري: 135/16 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿71﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ

اور تم میں سے جو بھی ہے وہ اس (جہنم) پر وارد ہونے والا ہے، یہ آپ کے رب کے ذمے حتمی (اور) طے شدہ (بات) ہے ﴿71﴾ پھر ہم متقی لوگوں کو نجات

الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿72﴾

دیں گے، اور ہم ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے ﴿72﴾

لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 39,38:7) ''یہاں تک کہ جب سب اس میں داخل ہو جائیں گے تو پچھلی جماعت پہلی کی نسبت کہے گی کہ اے ہمارے پروردگار! ان ہی لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا تو ان کو آتش (جہنم) کا دوگنا عذاب دے، اللہ فرمائے گا کہ (تم) سب کو دوگنا (عذاب دیا جائے گا) مگر تم نہیں جانتے اور پہلی جماعت پچھلی سے کہے گی کہ تم کو ہم پر کچھ بھی فضیلت نہ ہوئی تو جو (عمل) تم کیا کرتے تھے اس کے بدلے میں عذاب (کے مزے) کو چکھو۔''

﴿ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿70﴾ ﴾ ''اور ہم ان لوگوں سے خوب واقف ہیں جو ان میں داخل ہونے کے زیادہ لائق ہیں۔'' ﴿ ثُمَّ ﴾ یہاں خبر کے خبر پر عطف کے لیے ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کو بہتر جانتا ہے کہ اس کے بندوں میں سے کون اس بات کا مستحق ہے کہ اسے آتش جہنم میں ڈال کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسی میں رکھا جائے اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے جو اس بات کے مستحق ہیں کہ انھیں دوگنا عذاب دیا جائے جیسا کہ سورۂ اعراف کی (مذکورہ بالا) آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 38:7) ''اللہ فرمائے گا کہ (تم) سب کو (دوگنا عذاب دیا جائے گا) مگر تم نہیں جانتے۔''

تفسیر آیات: 72,71

جہنم سے ہر شخص گزرے گا مگر پرہیزگار نجات پا جائیں گے: امام ابن جریر نے حضرت عبداللہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ پل صراط جہنم پر تلوار کی دھار کی طرح ہوگا جس کے اوپر سے پہلا طبقہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ گزر جائے گا، دوسرا طبقہ ہوا کی طرح، تیسرا طبقہ تیز گھوڑے کی طرح اور چوتھا طبقہ تیز جانوروں کی طرح گزر جائے گا، پھر لوگ گزر رہے ہوں گے اور فرشتے کہیں گے: اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ ''اے اللہ! سلامت رکھنا، سلامت رکھنا۔''[1] اس حدیث کے صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں بروایت انس،[2] ابوسعید،[3] ابوہریرہ،[4] جابر رضی اللہ عنہم[5] اور دیگر سے شواہد بھی موجود ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بھی زید بن حارثہ کی بیوی ام مبشر کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے

① تفسیر الطبری: 138/16 والمستدرك للحاكم: 376,375/2، حديث: 3423. ② التخويف من النار: 169/1 (CD).
③ صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ ...... ﴾ (القيمة 23,22:75)، حديث: 7439 وصحيح مسلم، الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، حديث: (302)-183. ④ صحيح البخاري، الأذان، باب فضل السجود، حديث: 806 وصحيح مسلم، الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، حديث: (299)-182. ⑤ دیکھیے صحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، حديث: (320)-191 و مسند أحمد: 345/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ آپ نے فرمایا:[لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ شَهِدَ بَدْرًا وَّالْحُدَيْبِيَةَ، قَالَتْ حَفْصَةُ: أَلَيْسَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ: ﴿ وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ﴾ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِﷺ: فَمَهْ: ﴿ ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا ﴾]''جہنم میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس نے بدر یا حدیبیہ میں شرکت کی ہو، حفصہ ؓ نے عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿ وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ﴾ ''اور تم میں سے کوئی (شخص) نہیں مگر اسے اس پر گزرنا ہوگا؟''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿ ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا ﴾ ''پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے۔''[1] صحیح بخاری و مسلم میں زہری از سعید از ابوہریرہ ؓ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[لَا يَمُوتُ لِأَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ تَمَسُّهُ النَّارُ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ]''جس مسلمان کے تین بیٹے فوت ہو جائیں اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی سوائے قسم پورا کرنے کے۔''[2]

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے آیت کریمہ: ﴿ وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ مسلمانوں کا وارد ہونا یہ ہوگا کہ وہ پل صراط کے اوپر سے گزر جائیں گے اور مشرکوں کا وارد ہونا یہ ہوگا کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائیں گے۔[3] سدی نے مرہ سے اور انھوں نے ابن مسعود ؓ سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا ۝٧١ ﴾ ''یہ آپ کے پروردگار پر لازم (اور) مقرر ہے۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کے معنی قسم واجب کے ہیں۔[4] مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ تمھارے پروردگار کا فیصلہ ہے۔[5] ابن جریج کا بھی یہی قول ہے۔[6]

﴿ ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا ﴾ ''پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے۔'' یعنی جب سب لوگ جہنم کے اوپر سے گزریں گے تو کفار اور نافرمان اپنے اپنے گناہوں کے مطابق اس میں گر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ مومنوں اور پرہیزگاروں کو ان کے اعمال کے مطابق جہنم سے نجات دے دے گا، پل صراط سے ان کے گزرنے کی رفتار دنیا میں کیے ہوئے ان کے اعمال کے حساب سے ہو گی، پھر کبیرہ گناہوں کے مرتکب مومنوں کے بارے میں شفاعت بھی قبول کی جائے گی، ان کے بارے میں فرشتے، انبیائے کرام علیہم السلام اور مومن شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت کی وجہ سے بہت سے ایسے لوگوں کو جہنم سے نکال دیا جائے گا جنھیں جہنم کی آگ نے کھا لیا ہوگا، البتہ سجدے کے مقامات کو آگ نہیں کھائے گی، ان کا جہنم سے نکالا جانا بھی ان کے دلوں میں ان کے ایمان کے حساب سے ہوگا، پہلے ان لوگوں کو نکالا جائے گا جن کے دلوں میں دینار کے برابر ایمان ہوگا، پھر جن کے دلوں میں اس کے قریب ایمان ہوگا، پھر اُن کو جن کا اس کے قریب ایمان ہوگا، پھر ان کو جن کا اس کے قریب ایمان ہوگا حتی کہ ان لوگوں کو بھی جہنم سے نکال دیا جائے گا جن کے دلوں میں ادنیٰ سے ادنیٰ ذرے کے برابر بھی ایمان ہوگا، پھر اس شخص کو بھی بالآخر جہنم سے نکال لیا جائے گا جس نے زندگی میں صرف ایک دن لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہوگا، خواہ کبھی کوئی بھی نیک عمل نہ کیا ہو، پھر

---

[1] مسند أحمد: 362/6 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر البعث، حديث: 4281. [2] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب قوله تعالى: ﴿ وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ ﴾ (الأنعام 109:6)......، حديث: 6656 وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه، حديث: (150)-2632. [3] تفسير الطبري: 139/16. [4] تفسير الطبري: 144/16. [5] تفسير الطبري: 143/16. [6] تفسير الطبري: 144/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا ۙ اَیُّ الۡفَرِیۡقَیۡنِ خَیۡرٌ مَّقَامًا

اور جب ان پر ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں: فریقین میں سے کس کا مقام بہتر اور کس کی مجلس زیادہ

وَّاَحۡسَنُ نَدِیًّا ﴿73﴾ وَکَمۡ اَہۡلَکۡنَا قَبۡلَہُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ ہُمۡ اَحۡسَنُ اَثَاثًا وَّرِءۡیًا ﴿74﴾

اچھی ہے؟ ﴿73﴾ اور ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں، وہ ان سے اثاثوں اور ظاہری ٹیپ ٹاپ میں کہیں بڑھ کر تھیں ﴿74﴾

جہنم میں صرف وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جن کے لیے جہنم میں ہمیشہ رہنا واجب ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔[1] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِیۡنَ فِیۡہَا جِثِیًّا ﴿72﴾﴾ ''پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔''

تفسیر آیات: 74,73

کفار کا اپنی دنیوی خوش حالی پر فخر: اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب انھیں اللہ تعالیٰ کی ایسی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جن کی دلالت ظاہر، حجت روشن اور برہان واضح ہوتا ہے تو وہ ان سے اعراض کر لیتے ہیں اور مومنوں پر فخر کرتے ہوئے اور اپنے باطل دین کے صحیح ہونے کے بزعم خود دلائل پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ﴿خَیۡرٌ مَّقَامًا وَّاَحۡسَنُ نَدِیًّا ﴿73﴾﴾ ''مکان کس کے اچھے اور مجلسیں کس کی بہتر ہیں؟'' یعنی مکان کس کے اچھے ہیں، گھر کن کے بلند ہیں، مجلسیں کن کی بہتر ہیں۔ نادی اس مجلس کو کہتے ہیں جس میں لوگ باتیں کرنے کے لیے جمع ہوں، یعنی ان کی مجلسیں زیادہ آباد ہیں کیونکہ ان میں آنے جانے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت حال میں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم باطل پر ہوں اور وہ لوگ حق پر ہوں جو دار ارقم بن ابو ارقم جیسے گھروں میں چھپ چھپ کر رہ رہے ہوں؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَوۡ کَانَ خَیۡرًا مَّا سَبَقُوۡنَاۤ اِلَیۡہِ ؕ﴾ (الأحقاف 11:46) ''اور کافر مومنوں سے کہتے ہیں کہ اگر یہ (دین) کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے پہلے نہ دوڑ پڑتے۔'' قوم نوح نے کہا: ﴿اَنُؤۡمِنُ لَکَ وَاتَّبَعَکَ الۡاَرۡذَلُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾﴾ (الشعرآء 111:26) ''کیا ہم آپ کو مان لیں اور آپ کے پیرو تو رذیل لوگ ہوئے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَکَذٰلِکَ فَتَنَّا بَعۡضَہُمۡ بِبَعۡضٍ لِّیَقُوۡلُوۡۤا اَہٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنۡۢ بَیۡنِنَا ؕ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِاَعۡلَمَ بِالشّٰکِرِیۡنَ ﴿۵۳﴾﴾ (الأنعام 53:6) ''اور اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کی بعض سے آزمائش کی ہے (کہ جو دولت مند ہیں وہ غریبوں کی نسبت) کہتے ہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے فضل کیا ہے؟ (اللہ نے فرمایا:) بھلا اللہ شکر کرنے والوں سے واقف نہیں؟'' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے شبہے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَکَمۡ اَہۡلَکۡنَا قَبۡلَہُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ﴾ ''اور ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک کر دیں۔'' یعنی کتنی ہی تکذیب کرنے والی قوموں اور امتوں کو ہم نے ان کے کفر کی وجہ

[1] صحیح البخاري، التوحید، باب قول اللہ تعالٰی: ﴿وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ ﴿ۙ۲۲﴾ ......﴾ (القیمۃ 23,22:75)، حدیث: 6565,7510,7410,7440 و صحیح مسلم، الإیمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ، حدیث: (299)-182،(302)-193,183 و جامع الترمذي، الإیمان، باب ماجاء فیمن یموت وھو یشھد......، حدیث: 2638 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا

کہہ دیجیے: جو شخص گمراہی میں ہے، (لازم ہے کہ) اسے رحمٰن لمبی ڈھیل دے دے، حتی کہ جب وہ دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یا

الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿75﴾

عذاب یا قیامت تو وہ ضرور جان لیں گے کہ کون درجے میں بدتر اور لشکر کے لحاظ سے کمزور تر ہے ﴿75﴾

سے ہلاک کر دیا تھا۔ ﴿هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿74﴾﴾ ''وہ ان سے اثاثوں اور نام و نمود میں کہیں بڑھ کر تھیں۔'' یعنی وہ ان سے مال و دولت، شکل و صورت اور ساز و سامان کے اعتبار سے کہیں بڑھ کر تھے۔

اعمش نے ابوظبیان سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''مقام'' کے معنی گھر، ندیّ کے معنی مجلس أثاث کے معنی سامان اور رئی کے معنی منظر کے ہیں۔[1] عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قیام کے معنی مسکن، ندی کے معنی مجلس، نعمت اور اس آسودگی کے ہیں جس میں وہ زندگی بسر کر رہے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کی ہلاکت کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۙ﴾ (الدخان 26,25:44) ''وہ لوگ بہت سے باغ اور چشمے چھوڑ گئے اور کھیتیاں اور نفیس مکان۔'' مقام سے مراد گھر اور نعمت ہے اور ندی سے مراد وہ مجلس اور مجمع ہے جس میں وہ جمع ہوتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے قصے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ﴾ (العنکبوت 29:29) ''اور اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔'' عرب مجلس کو نادی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔[3]

تفسیر آیت:75

سرکش کو مہلت دی جاتی ہے: ﴿قُلْ﴾ ''کہہ دیجیے: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم!)'' ان لوگوں سے جو اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں اور تم باطل پر ہو: ﴿مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ﴾ ''جو شخص گمراہی میں (پڑا ہوا) ہے۔'' یعنی ہم میں سے اور تم میں سے ﴿فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ﴾ ''اللہ اسے لمبی ڈھیل دیتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت دے رکھی ہے حتی کہ اس کی یہ مدت ختم ہو جائے گی اور اسے اپنے رب کے پاس جانا ہوگا: ﴿حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ﴾ ''یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، خواہ عذاب۔'' جو ان کے پاس آ جائے گا، ﴿وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ﴾ ''اور خواہ قیامت۔'' جو ان کے پاس اچانک آ جائے گی تو اس وقت ﴿فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿75﴾﴾ ''جان لیں گے کہ مکان کس کا برا ہے اور لشکر کس کا کمزور ہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی اس بات کے جواب میں فرمایا ہے جو انھوں نے مومنوں سے کہی تھی کہ ہمارے مکان تمھارے مکانوں سے اچھے اور ہماری مجلسیں تمھاری مجلسوں سے بہتر ہیں تو یہ گویا ان مشرکوں کو مباہلے کا چیلنج ہے جو یہ گمان کرتے تھے کہ وہ ہدایت پر ہیں جیسا کہ یہودیوں کو مباہلے کا چیلنج

[1] تفسیر الطبری: 145/16. [2] تفسیر الطبری: 147/16. [3] تفسیر الطبری: 146,145/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا

اور راہ ہدایت پر چلنے والوں کو اللہ مزید ہدایت عطا کرتا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے ہاں ثواب اور انجام کے اعتبار

وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿76﴾

سے بہت بہتر ہیں ﴿76﴾

دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○﴾ (الجمعة 6:62) ''(اے پیغمبر) آپ کہہ دیں کہ اے یہود اگر تم کو یہ دعویٰ ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو تم اگر سچے ہو تو (ذرا) موت کی آرزو تو کرو۔''

یعنی اگر تم اس بات کے دعوے دار ہو کہ تمھی حق پر ہو تو پھر ہم میں سے جو باطل پر ہو اس کے لیے موت کی دعا کرو کیونکہ اس صورت میں دعا سے تمھیں تو کوئی نقصان نہ ہو گا کیونکہ تم تو بزعم خود اس بات کے دعوے دار ہو کہ تم حق پر ہو مگر یہودی اس بات سے بھاگ گئے تھے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔[1] وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اسی طرح سورۂ آل عمران میں عیسائیوں کو بھی اس وقت مباہلے کا چیلنج دیا گیا تھا جب انھوں نے کفر و سرکشی پر اصرار کیا اور انتہائی غلو سے کام لیتے ہوئے یہ دعویٰ کیا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے اس بات کے دلائل و براہین بیان فرمائے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹا نہیں بلکہ اللہ کا بندہ ہے اور وہ اسی طرح مخلوق ہیں جس طرح آدم علیہ السلام مخلوق تھے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا: ﴿ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ○﴾ (آل عمران 61:3) ''پھر اگر یہ لوگ عیسیٰ کے بارے میں آپ سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقت حال تو معلوم ہو ہی چلی ہے تو اُن سے کہنا کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ، پھر دونوں فریق (اللہ سے) دعا و التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔'' عیسائیوں نے بھی مباہلے کے اس چیلنج کو قبول نہیں کیا اور وہ فرار ہو گئے تھے۔

تفسیر آیت:76

ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں اضافہ: اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بیان فرمایا تھا کہ جو لوگ گمراہی میں مبتلا ہیں اللہ تعالیٰ انھیں مہلت دیے رکھتا اور ان کی گمراہی میں مزید اضافہ کر دیتا ہے اور اب یہ فرمایا ہے کہ وہ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں بھی اضافہ فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ○﴾ (التوبة 125,124:9) ''اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو بعض منافق (استہزا کرتے اور) پوچھتے ہیں

[1] دیکھیے البقرة، آیات: 95,94 کے ذیل میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿77﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ

پھر آپ اس شخص کے بارے میں بتلایئے جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی ﴿77﴾ کیا اس نے غیب کی اطلاع

الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿78﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿79﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا

پالی یا رحمٰن کے ہاں کوئی عہد لے لیا ہے؟ ﴿78﴾ ہرگز نہیں! ہم ضرور لکھیں گے جو کچھ وہ کہتا ہے، اور ہم اس کے لیے عذاب بہت بڑھا دیں گے ﴿79﴾ اور

يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿80﴾

ان چیزوں کے ہم وارث ہوں گے جو وہ کہتا ہے، اور وہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا ﴿80﴾

کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے، سو جو ایمان والے ہیں، ان کا تو ایمان زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں مرض ہے، اُن کے حق میں خبث پر خبث زیادہ کیا اور وہ مرے بھی تو کافر کے کافر۔‘‘

﴿وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ﴾ (الکہف 46:18) ’’اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں۔‘‘ اس کی تفسیر وتشریح اور اس سے متعلق احادیث قبل ازیں سورۂ کہف میں بیان کی جا چکی ہیں:[1] ﴿خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿76﴾﴾ ’’وہ آپ کے پروردگار کے صلے کے لحاظ سے خوب اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں۔‘‘

تفسیر آیات: 77-80

کفار کی تردید کہ انھیں آخرت میں مال واولاد ملے گا: امام احمد رحمہ اللہ نے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں ایک لوہار آدمی تھا اور میں نے عاص بن وائل سے قرض لینا تھا، میں اس کے پاس اپنا قرض لینے کے لیے گیا تو اس نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! میں اس وقت تک قرض ادا نہیں کروں گا جب تک تم محمد (ﷺ) کے ساتھ کفر نہ کرو گے، میں نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! میں محمد ﷺ کے ساتھ کفر نہیں کروں گا، خواہ تم مر جاؤ اور پھر دوبارہ اُٹھائے جاؤ، اس نے کہا کہ جب میں مر جاؤں گا اور دوبارہ اُٹھایا جاؤں گا تو میرے پاس آنا، اس وقت میرے پاس مال بھی ہوگا اور اولاد بھی تو میں تمھارا قرض تمھیں دے دوں گا، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿77﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿78﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿79﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿80﴾﴾ ’’بھلا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہنے لگا کہ (اگر میں از سر نو زندہ ہوا بھی تو یہی) مال اور اولاد مجھے (وہاں) ضرور دیا جائے گا، کیا اس نے غیب کی خبر پا لی ہے یا اللہ کے ہاں (سے) عہد لے لیا ہے؟ ہرگز نہیں! یہ جو کچھ کہتا ہے ہم اس کو لکھتے جاتے اور آہستہ آہستہ عذاب بڑھاتے جاتے ہیں اور جو چیزیں یہ بتاتا ہے ان کے ہم وارث ہوں گے اور اکیلا ہمارے سامنے آئے گا۔‘‘[2] اس حدیث کو امام بخاری ومسلم اور دیگر محدثین نے بھی بیان فرمایا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ میں مکہ میں لوہار تھا، میں نے عاص بن وائل کو تلوار بنا کر دی اور پھر جب اس سے

---

[1] دیکھیے آیات: 46,45 کے ذیل میں۔ [2] مسند أحمد: 111/5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿81﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ

اور انھوں نے اللہ کے سوا معبود بنا لیے ہیں، تاکہ وہ ان کے مددگار ہوں ﴿81﴾ ہرگز نہیں! عنقریب وہ خود ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے

عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿82﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿83﴾ فَلَا تَعْجَلْ

مخالف ہو جائیں گے ﴿82﴾ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بے شک ہم نے کافروں پر شیطان چھوڑ رکھے ہیں وہ جو انھیں خوب خوب (گناہوں پر)

5 ع 17 8 عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿84﴾

ابھارتے ہیں؟ ﴿83﴾ چنانچہ آپ ان کی بابت جلدی نہ کریں، ہم تو بس ان کے دن گن رہے ہیں ﴿84﴾

اس کی قیمت کا مطالبہ کرنے کے لیے گیا...... پھر انھوں نے (مسند احمد کی) مذکورہ حدیث بیان کی، اور انھوں نے فرمایا: اس آیت کریمہ میں: ﴿ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿78﴾ ﴾ ”یا اللہ کے یہاں (سے) عہد لے لیا ہے؟“ ﴿ عَهْدًا ﴿78﴾ ﴾ سے مراد [مَوْثِقًا] ”پختہ عہد“ ہے۔ ①

﴿ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ ﴾ ”کیا اس نے غیب کی خبر پالی ہے۔“ یہ اس شخص کی بات کی تردید ہے جس نے کہا تھا: ﴿ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿77﴾ ﴾ ”مال اور اولاد مجھے ضرور دیا جائے گا۔“ (یعنی قیامت کے دن)، تو کیا اسے معلوم ہو گیا ہے کہ آخرت میں اسے کیا ملے گا جس کی وجہ سے یہ قسمیں کھا رہا ہے۔ ﴿ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿78﴾ ﴾ ”یا اللہ کے یہاں (سے) کوئی عہد لے لیا ہے؟“ کیا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ضرور یہ دے گا؟ اور بخاری کی روایت کے حوالے سے بالکل قریب ہی یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ﴿ عَهْدًا ﴿78﴾ ﴾ سے مراد پختہ عہد ہے۔

اور فرمایا: ﴿ كَلَّا ؕ ﴾ ”ہرگز نہیں۔“ کلا، حرف زجر و توبیخ ہے۔ یہ ماقبل کی نفی اور مابعد کی تاکید کے لیے ہوتا ہے، ﴿ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ ﴾ ”یہ جو کچھ کہتا ہے ہم اس کو لکھتے جاتے ہیں۔“ جو یہ طلب کر رہا ہے اور اپنی خواہش کے مطابق اپنے لیے حکم لگاتا اور اللہ عظیم کی ذات گرامی کے ساتھ کفر کرتا ہے۔ ﴿ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿79﴾ ﴾ ”اور ہم آہستہ آہستہ عذاب بڑھاتے جاتے ہیں۔“ یعنی اس کی اس بات کی وجہ سے اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے کی وجہ سے آخرت میں ہم اس کے عذاب میں اضافہ کرتے جائیں گے۔ ﴿ وَنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ ﴾ ”اور جو چیزیں یہ بتاتا ہے، ان کے ہم وارث ہوں گے۔“ یعنی اس کی بات کے برعکس مال و اولاد سے ہم اسے محروم کر دیں گے، یعنی یہ تو دعویٰ کرتا ہے کہ اسے آخرت میں دنیا سے بھی زیادہ مال و اولاد سے نوازا جائے گا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آخرت میں اسے اس مال و اولاد سے محروم کر دیا جائے گا۔ جو دنیا میں اس کے پاس تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿80﴾ ﴾ ”اور یہ اکیلا ہمارے پاس آئے گا۔“ یعنی نہ اس کے پاس مال ہو گا اور نہ اولاد۔

تفسیر آیات: 81-84

مشرکوں کے معبود انکار کر دیں گے: اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿78﴾ ﴾ (مريم 19:78)......، حديث: 4733 وصحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب سؤال اليهود النبي......، حديث: 2795.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو چھوڑ کر معبودانِ باطلہ کو اس لیے اختیار کیا تا کہ یہ ان کے لیے موجب عزت و مدد ہوں لیکن درحقیقت بات اس طرح نہیں جس طرح یہ کہتے اور جو یہ خواہش رکھتے ہیں، فرمایا: ﴿ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ ﴾ ''ہرگز نہیں! وہ عنقریب (معبودانِ باطلہ) اُن کی پرستش سے انکار کریں گے۔''یعنی قیامت کے دن۔ ﴿ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾ ''اور اُن کے دشمن (و مخالف) ہوں گے۔''یعنی ان کے وہم وگمان کے برعکس ان کے مدد ومعاون بننے کے بجائے، ان کے دشمن و مخالف بن جائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ○ ﴾ (الأحقاف 46:5,6) ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور اُن کو اُن کے پکارنے ہی کی خبر نہ ہو اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔''سدی کہتے ہیں: ﴿ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ ﴾ ''ہرگز نہیں! وہ عنقریب (معبودانِ باطلہ) ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔''یعنی وہ بتوں کی عبادت سے انکار کر دیں گے۔

﴿ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾ ''اور اُن کے دشمن (ومخالف) ہوں گے۔''یعنی ان کی امیدوں اور خواہشوں کے خلاف وہ تو ان کے دشمن ہوں گے۔ سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ان سے سخت جھگڑا کریں گے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ان کے دشمن ہوں گے۔ [1]

شیطانوں کا کافروں پر تسلط:ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ تَـــؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو برانگیختہ کرتے رہتے ہیں۔''علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ تَـــؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ ان کو ابھارتے ہیں۔ [2] عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ شیاطین کافروں کو محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کے بارے میں برانگیختہ کرتے ہیں۔ [3] قتادہ کہتے ہیں کہ وہ انھیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی ترغیب دیتے ہیں۔ [4] عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ یہ آیت حسبِ ذیل آیت کریمہ کی طرح ہے۔ ﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُـقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ ﴾ (الزخرف 43:36) ''اور جو کوئی اللہ کی یاد سے آنکھیں بند کرے (تغافل کرے) ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اُس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔'' [5]

اور فرمایا: ﴿ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴾ ''تو آپ ان پر (عذاب کے لیے) جلدی نہ کریں، ہم تو بس اُن کے لیے (دن) شمار کر رہے ہیں۔''یعنی اے محمد (ﷺ!) ان پر عذاب واقع ہونے کے بارے میں جلدی نہ کریں کیونکہ ہم نے ان سے عذاب ایک طے شدہ محدود مدت کے لیے مؤخر کر رکھا ہے اور اس مدت کے آنے پر یہ یقیناً عذاب الٰہی میں مبتلا ہو جائیں

---

[1] تفسیر الطبری:16/156. [2] تفسیر الطبری:16/157 ، البتہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے الدر المنثور میں تفسیر ابن کثیر کے مطابق تغویھم اغواء ابن ابوحاتم کی طرف منسوب کیا ہے جو ہمیں نہیں ملا۔ [3] الدر المنثور: 4/507. [4] تفسیر الطبری:16/157.
[5] تفسیر الطبری:16/157.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿85﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿86﴾ لَا یَمْلِكُوْنَ

جس دن ہم متقیوں کو رحمٰن کی طرف (بطور) مہمان اکٹھا کر لائیں گے ﴿85﴾ اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے (ہی) ہانک لے جائیں گے ﴿86﴾ (اس

الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿87﴾

روز) وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھیں گے، سوائے اس کے جس نے رحمٰن سے عہد لیا ﴿87﴾

گے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ ۝﴾ (إبراهيم 14:42) ''اور (مومنو) مت خیال کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں، اللہ ان سے بے خبر ہے، وہ صرف اُن کو اس دن تک مہلت دے رہا ہے جس دن (دہشت کے سبب) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔'' اور فرمایا: ﴿فَمَهِّلِ الْكٰفِرِیْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَیْدًا ۝﴾ (الطارق 86:17) ''تو آپ کافروں کو مہلت دے دیں بس چند روز ہی مہلت دیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝﴾ (ال عمران 3:178) ''اور کافر لوگ یہ نہ خیال کریں کہ ہم جو اُن کو مہلت دیتے ہیں تو یہ ان کے حق میں اچھا ہے (نہیں بلکہ) ہم ان کو صرف اس لیے مہلت دیتے ہیں کہ اور گناہ کر لیں، آخر کار ان کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰی عَذَابٍ غَلِیْظٍ ۝﴾ (لقمٰن 31:24) ''ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے، پھر عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَی النَّارِ ۝﴾ (إبراهيم 14:30) ''کہہ دیجیے! (چند روز) فائدے اٹھا لو آخر کار تم کو بلاشبہ دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' سدی نے ﴿اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿84﴾﴾ کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ ہم ان کے لیے سال، مہینے، دن اور گھڑیاں شمار کر رہے ہیں۔

تفسیر آیات: 85-87

قیامت کے دن پرہیز گاروں اور مجرموں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے اپنے ان پرہیز گار دوستوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے جنھوں نے دنیا کی زندگی میں اس کے خوف کو اختیار کیا، اس کے رسولوں کی اتباع کی، ان کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کی، ان کے احکام کی اطاعت کی اور جن کاموں سے انھوں نے منع فرمایا تھا ان سے رک گئے تھے کہ وہ انھیں جب قیامت کے دن جمع کرے گا تو وہ اس کے پاس وفد کی صورت میں آئیں گے۔ وفد ان لوگوں کو کہتے ہیں جو سوار ہو کر آئیں اس کی جمع وفود آتی ہے، وہ آخرت کی سواریوں پر سوار ہو کر آئیں گے جو دنیا کی سواریوں سے عمدہ بھی ہوں گی اور نور کی بھی ہوں گی اور وہ اس ذات گرامی کے پاس سوار ہو کر آئیں گے جو سب سے بہتر ہے اور پھر اسی کے عزت افزائی والے گھر میں آئیں گے اور ان کے برعکس مجرموں کو اور حضرات انبیائے کرام کی تکذیب و مخالفت کرنے والوں کو گردنوں کے بل گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ ﴿وِرْدًا ﴿86﴾﴾ کے معنی پیاسے کے ہیں، یہ عطاء، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن، قتادہ اور دیگر کئی مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے۔[1] یہاں کہا جا سکتا ہے: ﴿اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِیًّا ۝﴾ (مریم 19:73) ''دونوں فریقوں میں سے مقام

[1] تفسیر الطبری: 16/159.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا ﴿88﴾ لَقَدۡ جِئۡتُمۡ شَيۡـًٔا اِدًّا ﴿89﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ وَتَنۡشَقُّ

اور انھوں نے کہا: رحمٰن اولاد رکھتا ہے ﴿88﴾ البتہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات (گناہ) تک آپہنچے ہو ﴿89﴾ قریب ہیں کہ آسمان اس (بات) سے پھٹ

الۡاَرۡضُ وَتَخِرُّ الۡجِبَالُ هَدًّا ﴿90﴾ اَنۡ دَعَوۡا لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدًا ﴿91﴾ وَمَا يَنۡۢبَغِيۡ لِلرَّحۡمٰنِ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿92﴾

پڑیں، اور زمین شق ہو جائے، اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں ﴿90﴾ اس (بات) پر کہ انھوں نے رحمٰن کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا ﴿91﴾ اور رحمٰن کے لائق

اِنۡ كُلُّ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا ﴿93﴾ لَقَدۡ اَحۡصٰىهُمۡ وَعَدَّهُمۡ عَدًّا ﴿94﴾ وَكُلُّهُمۡ

نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے ﴿92﴾ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہیں وہ سب رحمٰن کے پاس غلام بن کر آئیں گے ﴿93﴾ بلاشبہ یقیناً اس (رحمٰن) نے

اٰتِيۡهِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَرۡدًا ﴿95﴾

ان کا شمار کر رکھا ہے اور انھیں خوب گن رکھا ہے ﴿94﴾ اور وہ سب یوم قیامت اللہ کے پاس تنہا تنہا آئیں گے ﴿95﴾

کے اعتبار سے کون زیادہ اچھا ہے اور مجلس کے اعتبار سے کون بہتر ہے؟''

ابن ابوحاتم نے عمرو بن قیس ملائی سے اور انھوں نے ابن مرزوق سے روایت کیا ہے: ﴿ يَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِيۡنَ اِلَى الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا ﴿85﴾ ﴾ ''جس روز ہم پرہیزگاروں کو اللہ کے سامنے (بطور) مہمان جمع کریں گے۔'' کہ مومن جب اپنی قبر سے نکلے گا تو بہت خوب صورت شکل اور عمدہ خوشبو والا ایک انسان اس کا استقبال کرے گا تو مومن کہے گا: تو کون ہے؟ وہ کہے گا کیا تو مجھے پہچانتا نہیں؟ یہ جواب دے گا نہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی خوشبو کو عمدہ اور چہرے کو حسین بنا دیا ہے۔ وہ جواب دے گا کہ میں تمھارا عمل صالح ہوں تو بھی دنیا میں اسی طرح تھا کہ تیرا عمل حسین اور خوشبودار تھا، میں دنیا میں کتنی ہی بار تجھ پر سوار ہوا تھا، آج تو مجھ پر سوار ہو جا اور یہ آیت پڑھی: ﴿ يَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِيۡنَ اِلَى الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا ﴿85﴾ ﴾ [1] علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَفۡدًا ﴿85﴾ ﴾ کے معنی سوار کے ہیں۔ [2] اور فرمایا: ﴿ وَنَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرۡدًا ﴿86﴾ لَا يَمۡلِكُوۡنَ الشَّفَاعَةَ ﴾ ''اور ہم گناہ گاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ہانک لے جائیں گے (تو لوگ) کسی کی سفارش کا اختیار نہ رکھیں گے۔'' یعنی ان کی شفاعت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا جبکہ مومن ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے جیسا کہ مجرموں کے بارے میں فرمایا کہ وہ کہیں گے: ﴿ فَمَا لَنَا مِنۡ شَافِعِيۡنَ ۙ وَلَا صَدِيۡقٍ حَمِيۡمٍ ○ ﴾ (الشعرآء 26:100,101) ''وہ تو (آج) نہ کوئی ہمارا سفارش کرنے والا ہے اور نہ گرم جوش دوست۔'' اور فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا ﴿87﴾ ﴾ ''مگر جس نے اللہ سے اقرار لیا ہو۔'' یہ استثنا منقطع ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جس نے اللہ کے پاس اقرار کیا ہو تو وہ سفارش کر سکے گا اور اقرار سے مراد ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی گواہی دی جائے، لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا اقرار کیا جائے اور صرف اور صرف اللہ عزوجل ہی سے اُمید وابستہ کی جائے۔ [3]

تفسیر آیات: 88-95

اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹے کی نسبت کی سخت تردید: اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ میں جب یہ بیان فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے

[1] تفسیر الطبری: 16/158,159. [2] تفسیر الطبری: 16/158. [3] تفسیر الطبری: 16/160.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندے ہیں اور اس نے انھیں مریم سے بغیر باپ کے پیدا کیا ہے تو اب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی سختی سے تردید شروع فرمادی ہے جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ اللہ کا بیٹا ہے کیونکہ اس کی ذات پاک تو اس سے بہت بلند وبالا اور ارفع واعلیٰ ہے اور مقدس ومنزہ ہے کہ اس کی اولاد ہو، ارشاد فرمایا: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿٨٩﴾﴾ ''اور کہتے ہیں اللہ بیٹا رکھتا ہے۔ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات (گناہ) تک آپہنچے ہو۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور مالک فرماتے ہیں کہ ﴿شَيْئًا إِدًّا ﴿٨٩﴾﴾ کے معنی بڑی بات کے ہیں۔[1] ﴿إِدًّا ﴿٨٩﴾﴾ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ، ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ اور مد کے ساتھ تین طرح پڑھا جاتا ہے لیکن زیادہ مشہور لغت ﴿إِدًّا ﴿٨٩﴾﴾ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے۔[2] اور فرمایا: ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾﴾ ''قریب ہے کہ اس افترا سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں کہ انھوں نے اللہ کے لیے بیٹا تجویز کیا۔''

یعنی آسمان وزمین اور پہاڑ جب فاسق وفاجر انسانوں کی یہ بات سنتے ہیں تو قریب ہے کہ اللہ ذوالجلال کی عظمت کے باعث ان کی یہ حالت ہو جائے کیونکہ ان سب چیزوں کو اسی نے پیدا فرمایا اور اپنی توحید کی بنیاد پر پیدا فرمایا، انھیں معلوم ہے کہ اس ذات پاک کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک ونظیر نہیں، اس کی کوئی بیوی اور بچہ نہیں، اس کا کوئی ہمسر نہیں، وہ یکتا و بے نیاز ہے۔

ابن جریر نے اس آیت کریمہ: ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾﴾ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ شرک کرنے سے آسمان، زمین، پہاڑ اور جن وانس کے سوا دیگر تمام مخلوقات ڈرتی ہیں اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے یہ ساری چیزیں پارہ پارہ ہو جائیں جس طرح شرک کی وجہ سے مشرک کی کوئی نیکی اس کے لیے فائدہ بخش نہ ہوگی، اسی طرح ہمیں اُمید ہے کہ توحید کی وجہ سے اللہ تعالیٰ موحدین کے تمام گناہ بخش دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

[لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ شَهَادَةَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَهَا عِنْدَ مَوْتِهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَمَنْ قَالَهَا فِي صِحَّتِهِ؟ قَالَ: تِلْكَ أَوْجَبُ وَأَوْجَبُ، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْجِيءَ بِالسَّمٰوَاتِ وَالْأَرَضِينَ وَمَا فِيهِنَّ وَمَا بَيْنَهُنَّ وَمَا تَحْتَهُنَّ، فَوُضِعْنَ فِي كِفَّةِ الْمِيزَانِ، وَوُضِعَتْ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فِي الْكِفَّةِ الْأُخْرٰى لَرَجَحَتْ بِهِنَّ]

''اپنے مرنے والوں کو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی شہادت کی تلقین کیا کرو، کیونکہ جس نے مرتے وقت لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیا اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: جس نے زمانہ صحت میں اسے پڑھا؟ فرمایا: اس کے لیے تو زیادہ واجب ہوگی، زیادہ واجب ہوگی، پھر فرمایا: اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تمام آسمانوں اور

[1] تفسیر الطبری: 162,161/16. [2] تفسیر الطبری: 162/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمینوں کو ان تمام اشیاء کے ساتھ لایا جائے جو ان میں ہیں اور جو ان کے درمیان ہیں اور جو ان کے نیچے ہیں اور پھر ان سب کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی شہادت کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو یہ پلڑا ان تمام اشیاء کے مقابلے میں بھاری ہوگا۔''[1] ابن جریر نے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔حدیثِ بطاقہ اس حدیث کی شاہد ہے۔[2] واللہ أعلم.

ضحاک نے ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ﴾ (الشوریٰ 42:5) کے بارے میں کہا ہے کہ قریب ہے کہ یہ اللہ کی عظمت کے خوف کی وجہ سے پھٹ جائیں۔[3] عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے ﴿وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾ کے بارے میں کہا کہ پہاڑ اللہ تعالیٰ کی خاطر ناراض ہو کر شق ہو جائیں۔[4] اور ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ منہدم ہو کر گر پڑیں۔[5] سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ پہاڑ ٹوٹ ٹوٹ کر مسلسل ایک دوسرے پر گرتے جائیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[لَا أَحَدَ أَصْبَرُ عَلٰى أَذًى يَّسْمَعُهُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ إِنَّهُ يُشْرَكُ بِهِ وَيُجْعَلُ لَهُ وَلَدٌ وَّهُوَ يُعَافِيهِمْ وَيَدْفَعُ عَنْهُمْ وَيَرْزُقُهُمْ] ''تکلیف دہ بات کو سن کر اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی زیادہ صبر کرنے والا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا ہے، اس کے لیے بیٹا قرار دیا جاتا ہے مگر وہ انھیں عافیت عطا فرماتا، ان سے مصیبتوں کو ہٹاتا اور انھیں رزق عطا فرماتا ہے۔''[6] اس کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[7] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: [إِنَّهُمْ...... وَيَجْعَلُونَ لَهُ وَلَدًا، وَّهُوَ...... يَرْزُقُهُمْ وَيُعَافِيهِمْ] ''بلاشبہ یہ لوگ ......اور اس کے لیے بیٹا قرار دیتے ہیں اور وہ......انھیں رزق دیتا اور عافیت عطا فرماتا ہے۔''[8]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ ''اور اللہ کو شایان نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے۔'' یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے شایانِ شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے کیونکہ مخلوق میں سے کوئی اِس کا ہمسر ہے ہی نہیں، تمام مخلوقات تو اس کی غلام ہیں۔اسی لیے فرمایا ہے: ﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ

---

[1] تفسير الطبرى: 163/16 والمعجم الكبير للطبراني: 254/12، حديث: 13024 ومجمع الزوائد، الجنائز، باب تلقين الميت: 323/2، حديث: 3916. [2] جامع الترمذى، الإيمان، باب ماجاء فيمن يموت وهو يشهد......، حديث: 2639 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ما يرجى من رحمة الله يوم القيامة، حديث: 4300 ومسند أحمد: 213/2 والمستدرك للحاكم: 6/1 و529، حديث: 9 عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہ مزید دیکھیے السلسلة الصحيحة: 262,261/1، حديث: 135. [3] تفسير الطبرى: 12/25 وتفسير القرطبى: 4/16. [4] تفسير الطبرى: 163/16. [5] تفسير الطبرى: 163/16. [6] مسند أحمد: 405/4. [7] صحيح البخارى، الأدب، باب الصبر فى الأذى......، حديث: 6099 وصحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب فى الكفار، حديث: 2804 واللفظ له. [8] صحيح ابن حبان، الرقائق، ذكر الإخبار عن تفضل......: 408,407/2، حديث: 642.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿96﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ

بے شک جولوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، یقیناً رحمٰن ان کے لیے محبت پیدا کر دے گا﴿96﴾ یقیناً ہم نے تو اس (قرآن) کو آپ کی

لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿97﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ

زبان (عربی) میں خوب آسان کر دیا ہے، تاکہ آپ اس سے متقین کو بشارت دیں اور اس کے ساتھ جھگڑالو قوم کو ڈرائیں﴿97﴾ اور ان سے پہلے ہم

مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿98﴾ ع 16 وقف النصف

نے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں، کیا آپ ان میں سے کسی ایک کو محسوس کرتے ہیں یا ان کی کوئی بھنک (آہٹ) بھی سنتے ہیں؟﴿98﴾

﴿وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿94﴾﴾ ''تمام شخص جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، سب اللہ کے روبرو بندے ہو کر آئیں گے، البتہ تحقیق اُس نے ان (سب) کو (اپنے علم سے) گھیر رکھا اور (ایک ایک کو) شمار کر رکھا ہے۔'' یعنی ابتدا سے لے کر قیامت تک اس نے جس قدر مخلوق پیدا فرمائی ہے، وہ ان سب کی تعداد، ان کے نر، مادہ اور ان کے چھوٹوں بڑوں سب کو جانتا ہے: ﴿وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿95﴾﴾ ''اور سب قیامت کے دن اس کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے۔'' اور ان کے لیے اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ پناہ دینے والا، وہ اپنی مخلوق کے بارے میں جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا اور وہ عادل ہے کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں فرمائے گا۔

تفسیر آیات:96-98

اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی محبت دلوں میں پیدا فرما دیتا ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے ان مومن بندوں کی اپنے نیک بندوں کے دلوں میں محبت ومودت پیدا فرما دیتا ہے جو اعمال صالحہ بجالاتے ہیں، اعمال صالحہ سے مراد وہ اعمال ہیں جو شریعت محمدیہ کے مطابق انجام دیے جائیں، ایسے اعمال ہی سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت کئی احادیث مبارکہ میں آیا ہے، مثلاً: امام احمد رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ علیہ السلام، فَقَالَ: يَا جِبْرِيلُ! إِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ، قَالَ: فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ علیہ السلام، قَالَ: ثُمَّ يُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ، إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا (فَأَحِبُّوهُ)، قَالَ: فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ، وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ إِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ، فَقَالَ: يَا جِبْرِيلُ! إِنِّي أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ، قَالَ: فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ، إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوهُ، قَالَ: فَيُبْغِضُهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ تُوضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ]

''بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے: اے جبریل! میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر تو جبریل بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے، پھر جبریل آسمان میں رہنے والوں میں یہ اعلان کر دیتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے، لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو تو اہلِ آسمان بھی اس سے محبت

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے لگ جاتے ہیں اور پھر زمین میں بھی اسے قبولیت عطا فرمادی جاتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے اے جبریل! میں فلاں بندے سے بغض رکھتا ہوں تو بھی اس سے بغض رکھ تو جبریل بھی اس سے بغض رکھنا شروع کر دیتا ہے، پھر وہ آسمان والوں میں اعلان کرتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے بغض رکھتا ہے، لہٰذا تم بھی اس سے بغض رکھو تو اہلِ آسمان بھی اس سے بغض رکھنا شروع کر دیتے ہیں، پھر زمین میں بھی اس کے لیے بغض رکھ دیا جاتا ہے۔"[1] اسی طرح امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔[2]

ابن ابو حاتم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا نَّادٰى جِبْرِيلَ: إِنِّي قَدْ أَحْبَبْتُ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ۔ قَالَ: فَيُنَادِي فِي السَّمَاءِ، ثُمَّ تُنْزَلُ لَهُ الْمَحَبَّةُ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ، فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ ﴾] "اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل سے فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر، جبریل اس کا آسمان میں اعلان کر دیتا ہے اور پھر اہلِ زمین میں بھی اس کی محبت نازل کر دی جاتی ہے۔ یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ ﴾ "اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کیے اللہ ان کی محبت (مخلوقات کے دل میں) پیدا کر دے گا۔"[3] اس کو امام مسلم اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔[4] اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

قرآن بشارت دینے اور ڈرانے کے لیے نازل ہوا ہے: ﴿ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ ﴾ "تو ہم نے یہ (قرآن) آپ کی زبان میں آسان (نازل) کیا ہے۔" یعنی (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) اس سے روشن، فصیح و بلیغ اور کامل عربی زبان مراد ہے ﴿ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ "تاکہ آپ اس سے پرہیزگاروں کو خوش خبری پہنچا دیں۔" جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری اور اس کے رسول کی تصدیق کرتے ہیں: ﴿ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ۝ ﴾ یعنی آپ اس (قرآن) کے ذریعے سے ایسے لوگوں کو ڈرائیں جو حق سے منہ موڑ کر باطل کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ اور فرمایا: ﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ﴾ "اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا۔" جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی تھی: ﴿ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۝ ﴾ "بھلا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا (کہیں) ان کی بھنک سنتے ہیں؟" یعنی کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے یا ان میں سے کسی کی بات کو سنتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ابو العالیہ، عکرمہ، حسن بصری، سعید بن جبیر، ضحاک اور ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے کہ ﴿ رِكْزًا ۝ ﴾ کے معنی آواز کے ہیں۔[5] حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں

---

[1] مسند أحمد: 413/2. [2] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم......، حديث: 3209 وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب إذا أحب الله عبدا......، حديث: 2637 وتفسير القرطبي: 161,160/11. [3] الدرالمنثور: 512/4. [4] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب إذا أحب الله عبدا......، حديث: (157)-2637 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة مريم، حديث: 3161 واللفظ له. [5] تفسير الطبري: 169,168/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کے معنی یہ ہیں کیا تم ان میں سے کسی شخص کو دیکھتے یا کسی کی آواز کو سنتے ہو۔[1] دراصل عربی زبان میں رکز آہستہ آواز کو کہتے ہیں۔

سورۂ مریم کی تفسیر ختم ہوئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.
اور اس کے بعد ان شاء اللہ سورۂ طٰہٰ کی تفسیر ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

[1] تفسیر الطبری: 168/16.

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق و تخریج کے

مصادر و مراجع

اسم الكتاب	اسم المصنف	المطبعة	مقام	تاريخ الطبع
آداب الصحبة	لأبی عبدالرحمٰن السّلمی	دارالصحابة للتراث (C.D)	طنطا مصر	1410ھ 1990م
الإتقان	للإمام جلال الدين أبی الفضل عبدالرحمٰن السيوطی (849-911ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	
الأحاديث الطوال	للحافظ سليمان بن أحمد الطبرانی (260-360ھ)	المكتب الإسلامی	بيروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
الأحاديث المختارة	لأبی عبداللّٰہ محمد بن عبدالواحد بن أحمد الحنبلی المقدسی (567-643ھ)	مكتبة النهضة الحديثة	مكة المكرمة	1410ھ
أحكام القرآن	للإمام أبی بكر محمد بن عبداللّٰہ المعروف بابن العربی (468-543ھ)	دارالكتب العربی	//	1421ھ 2000م
الأدب المفرد	للإمام أبی عبداللّٰہ محمد بن إسماعيل البخاری (194-256ھ)	المكتبة الإسلامية	الأُردن	1423ھ 2003م
الأدب المفرد	//	مكتبة المعارف	الرياض	1419ھ 1998م
إرشاد الساری	للإمام شهاب الدين أبی العباس أحمد بن محمد الشافعی القسطلانی (المتوفی 923ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1416ھ 1996م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إرواء الغليل	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت	1405ھ 1985م
الاستذکار	لأبی عمر یوسف بن عبداللّٰہ بن عبدالبر النمری الأندلسی (5463-5368ھ)	دار الوعی	حلب القاهرة	1414ھ 1993م
أسد الغابة	لعز الدین ابن الأثیر أبی الحسن علی بن محمد الجَزَری (المتوفی 630ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	
الإسراء والمعراج	لمحمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ)	المکتبة الإسلامیة	عمان (اردن)	1421ھ 2000م
الإصابة	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (773-852ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
إکمال المُعلم بفوائد مسلم	للإمام الحافظ أبی الفضل عیاض بن موسی بن عیاض الیحصبی (المتوفی 544ھ)	دار الوفاء	بیروت لبنان	1419ھ 1998م
الأم	للإمام أبی عبداللّٰہ محمد بن إدریس الشافعی القرشی (المتوفی 204ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1420ھ 2000م
بائبل،قرآن اور سائنس (اردو)	موریس بوکائے	نگارشات	لاہور پاکستان	1999م
البحر الزخار المعروف بمسند البزّار	للإمام أبی بکر أحمد بن عمرو بن عبدالخالق العتکی البزّار (المتوفی 292ھ)	مؤسسة علوم القرآن ومکتبة العلوم والحکم	بیروت	1409ھ 1988م
البدایة والنهایة	لأبی الفداء الحافظ ابن کثیر الدِّمشقی (المتوفی 774ھ)	دار الریان للتراث	القاهرة	1408ھ 1988م
البیان فی عدّ آی القرآن	لأبی عمرو عثمان بن سعید الأموی الدانی (371-444ھ)	مرکز المخطوطات	الکویت	1414ھ 1994م
تاج العروس	الإمام محب الدین أبی فیض السید محمد مرتضی الحسینی الزبیدی (المتوفی 1205ھ)	دارالفکر	بیروت لبنان	1414ھ 1994م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ ابن خلدون	لعبد الرحمٰن بن خلدون (732-808ھ/1332-1406) م	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1413ھ 1992م
تاریخ بغداد	للحافظ أبی بکر أحمد بن علی الخطیب البغدادی (المتوفی 463ھ)	دارالفکر	بیروت لبنان	1418ھ 1998م
تاریخ دمشق	للإمام الحافظ أبی القاسم علی بن الحسن الدمشقی الشافعی المعروف بابن عساکر (499-571ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1421ھ 2001م
تاریخ الطبری	لأبی جعفر محمد بن جریر الطبری (المتوفی310ھ)	مطبعة الاستقامة	القاهرة	1358ھ 1939م
التاریخ الکبیر	للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن إسماعیل بن إبراهیم الجعفی (194-256ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1414ھ 1993م
تحفة الأحوذی	للإمام الحافظ أبی العلاء محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم المبارکفوری (المتوفی 1353ھ)	دارالفکر	بیروت لبنان	1415ھ 1995م
تحفة الأخیار	لأبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی (239-321ھ)	داربلنسیة	الریاض السعودیة	1420ھ 1999م
تحفة الأشراف	للحافظ جمال الدین أبی الحجاج یوسف المزی (654-742ھ)	ارالغرب الإسلامی	بیروت	1999م
التخویف من النار	للأبی الفرج عبدالرحمٰن بن أحمد بن رجب الحنبلی (المتوفی 795ھ)	مکتبة دارالبیان (C.D)	دمشق	1399ھ
تذکرة الحفاظ	للإمام شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی (المتوفی 748ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1419ھ 1998م
الترغیب والترهیب	للإمام الحافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری (المتوفی 656ھ)	دارالحدیث	القاهرة	1407ھ 1987م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تغليق التعليق	لأحمد بن على ابن حجر العسقلانى المتوفى (852ھ)	المتکب الإسلامی	بیروت دمشق	1470ھ 1999م
تفسير البغوى	للإمام أبى محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوى الشافعي (المتوفى 516ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت لبنان	1420ھ 2000م
تفسير البيضاوى	للإمام ناصر الدين أبى الخير عبدالله بن عمر بن محمد الشيرازى الشافعى البيضاوى (المتوفى 691ھ)	دار إحياء التراث العربى	//	1418ھ 1998م
تفسير الثورى	لسفيان بن سعيد بن مسروق الثورى أبو عبدالله (المتوفى 161ھ)	دارالكتب العلمية (C.D)	بيروت لبنان	1403ھ
تفسير ابن أبى حاتم	للإمام الحافظ عبدالرحمٰن بن محمد بن إدريس الرازى ابن أبى حاتم (المتوفى 327ھ)	مكتبة نزار مصطفى الباز	مكة المكرمة الرياض	1417ھ 1997م
تفسير الرازى	للإمام فخر الدين الرازى (المتوفى 606ھ)	دار إحياء التراث العربى	//	1415ھ 1995م
تفسير السمعانى	للإمام أبى المظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمى المروزى الشافعى (426-489ھ)	دار الوطن	الرياض	1418ھ 1997م
تفسير الطبرى	لأبى جعفر محمد بن جرير الطبَرى (المتوفى 310ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1415ھ 1995م
تفسير عبدالرزاق	للإمام المحدث عبدالرزاق بن همام الصنعانى (المتوفى211ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1419ھ 1999م
تفسير القرطبى	لأبى عبدالله محمد بن أحمد الأنصارى القُرطبى (المتوفى 671ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1413ھ 1993م
تفسير الماوردى	لأبى الحسن على بن محمد بن حبيب الماوردى البصرى (364-450ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1412ھ 1992م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسير معانی القرآن	للنحاس (المتوفی 338ھ)	جامعة أم القرى (C.D)	مكة المكرمة	1409ھ
تلخيص الحبير	للإمام الحافظ أبی الفضل أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی 852ھ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1406ھ 1986م
تمام المنة	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی 1420ھ)	دار الراية	الرياض السعودية	1417ھ
التمهيد	للإمام الحافظ أبی عمر يوسف بن عبداللّٰه بن محمد بن عبدالبر النمری الأندلسی (368-463ھ)	مكتبة السوادی	جده	1387ھ 1967م
تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة	لأبی الحسن علی بن محمد بن عراق الكنانی(907-963ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1401ھ 1981م
تنوير المقباس	للإمام السيد حبر الأمة عبداللّٰه بن عباس الهاشمی القرشی رضی اللہ عنہ (المتوفی 68ھ)	مطبعة الأمير	قم ايران	
جامع الترمذی	للإمام الحافظ أبی عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذی (200-279ھ)	دارالسلام	الرياض السعوديه	1420ھ 1999م
جامع المسانيد والسنن	للإمام عماد الدين أبی الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشی الدمشقی الشافعی (700-774ھ)	دار الفكر	بيروت	
حلية الأولياء	للإمام الحافظ أبی نُعَيم أحمد بن عبداللّٰه الأصفهانی الشافعی (المتوفی 430ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1418ھ 1997م
الدر المنثور فی التفسير المأثور	للإمام جلال الدين عبدالرحمٰن بن أبی بكر السيوطی (المتوفی 911ھ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1421ھ 2000م
دلائل النبوة	لأبی بكر أحمد بن الحسين بن علی البيهقی (384-458ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1405ھ 1985م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدِّیباج	للحافظ جلال الدين عبدالرحمٰن السيوطى (المتوفى 911ھ)	شركة دار الأرقم بن أبى الأرقم	بيروت لبنان	
الرحيق المختوم (اردو)	للشيخ صفى الرحمٰن مباركفورى رحمہ اللہ	المكتبة السلفية	لاهور باكستان	1416ھ 1995م
روح المعانى	للعلامة أبى الفضل شهاب الدين السيد محمود الآلوسى البغدادى (المتوفى 127ھ)	دار الفكر	بيروت لبنان	1417ھ 1997م
زاد المسير	للإمام أبى الفَرَج جمال الدين عبدالرحمٰن بن على بن محمد الجوزى (المتوفى597ھ)	دار الكتب العلمية	الرياض	1414ھ 1994م
زاد المعاد	للإمام شمس الدين أبى عبدالله محمد بن أبى بكر الزرعى الدمشقى المشهور بابن قيم الجوزية (691-751ھ)	مؤسسة الرسالة	دمشق بيروت	1415ھ 1995م
سلسلة الأحاديث الصحيحة	للشيخ محمد ناصر الدين الألبانى (المتوفى1420ھ)	مكتبة المعارف	الرياض السعودية	1415ھ 1995م
سلسلة الأحاديث الضعيفة	// // //	//	//	1420ھ 2000م
سنن الدارقطنى	للإمام الحافظ على بن عمر الدارقطنى (المتوفى385ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417ھ 1996م
سنن الدارمى	للإمام أبى محمد عبدالله بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بهرام التميمى السمرقندى الدارمى (المتوفى255ھ)	دار الكتب العلمية	بيروت لبنان	1417ھ 1996م
سنن أبى داود	للإمام الحافظ أبى داود سليمان بن الأشعث السجستانى (المتوفى275ھ)	دارالسلام	الرياض السعودية	1420ھ 1999م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنن سعيد بن منصور	للحافظ سعيد بن منصور الخراسانی (المتوفی 227ھ)	دار الصميعی	الرياض السعودية	1420ھ 2000م
السنن الکبرٰی	للإمام أبی بکر أحمد بن الحسين بن علی البيهقی (384-458ھ)	إدارة تأليفات أشرفية	ملتان باکستان	1414ھ 1993م
السنن الکبرٰی	للإمام أبی عبدالرحمٰن أحمد بن شعيب النسائی (المتوفی 303ھ)	دار الکتب العلمية	بيروت لبنان	1411ھ 1991م
سنن ابن ماجه	للإمام الحافظ أبی عبدالله محمد بن يزيد الربعی ابن ماجه القزوينی (209-273ھ)	دارالسلام	الرياض السعودية	1420ھ 1999م
سنن النسائی	للإمام الحافظ أبی عبد الرحمٰن أحمد بن شعيب بن علی النسائی (215-303ھ)	دارلسلام	الرياض السعودية	1420ھ 1999م
السيرة النبوية	لولی الدين أبی زيد عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالرحيم الحضرمی الأشبيلی المالکی المعروف بابن خلدون (723-808ھ)	مکتبة المعارف	الرياض السعودية	1418ھ 1998م
السيرة النبوية	لابن إسحاق (المتوفی 151ھ)	دارالکتب العلمية	بيروت لبنان	1424ھ 2004م
السيرة النبوية	لأبی محمد عبدالملک بن هشام بن أيوب الحِميَری (المتوفی 218ھ)	دار إحياء التراث العربی	بيروت لبنان	1415ھ 1995م
شرح السنة	للإمام الحافظ محی السنة أبی محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوی (436-516ھ)	المکتب الإسلامی	بيروت	1403ھ 1983م
شرح معانی الآثار	لأبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی (239-321ھ)	دار الکتب العلمية	بيروت لبنان	1407ھ 1987م
شرح النووی	محی الدين أبوزکريا يحيی بن شرف بن مری الحزامی الحواربی الشافعی (المتوفی 676ھ)	مؤسسة قرطبة	بيروت لبنان	1414ھ 1994م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعب الإيمان	للإمام أبی بکر أحمد بن الحسین البیهقی (384-458ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1410ھ 1990م
الصحاح	لأبی نصر إسماعیل بن حماد الجوهری الفارابی المتوفی (398ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	1419ھ 1999م
صحیح البخاری	للإمام أبی عبدالله محمد بن إسماعیل البخاری الجعفی (194-256ھ)	دار السلام	الریاض السعودیة	1419ھ 1999م
صحیح الترغیب والترهیب	للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ ـ 1999م)	مکتبة المعارف	الریاض	1421ھ 2000م
صحیح الجامع الصغیر وزیادته	للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ 1999م)	المکتب الإسلامی	بیروت لبنان	1408ھ 1988م
صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان الفارسی	للإمام الحافظ محمد بن حبان بن أحمد بن حبان	مؤسسة الرسالة	بیروت لبنان	1414ھ 1993م
صحیح ابن خزیمة	للإمام أبی بکر محمد بن إسحاق بن خزیمة السلمی النیسابوری (المتوفی 311ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت لبنان	1412ھ 1992م
صحیح سنن أبی داود	للإمام المحدث الشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ-1999م)	مؤسسة غراس	الکویت	1423ھ 2002م
صحیح مسلم	للإمام أبی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری (204-261ھ)	دارالسلام	الریاض السعودیة	1419ھ 1998م
ضعیف الجامع الصغیر وزیادته	للإمام المحدث الشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھ-1999م)	المکتب الإسلامی	بیروت لبنان	1410ھ 1990م
ضعیف سنن ابن ماجه	للشیخ محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی 1420ھـ1999م)	المکتب الإسلامی	بیروت	1415ھ 1994م
الطبقات الکبریٰ	للحافظ محمد بن سعد بن منیع (المتوفی 230ھ)	دار صادر	بیروت	1418ھ 1998م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمدة القاری	للشیخ الإمام العلامة بدر الدین أبی محمد محمود بن أحمد العینی (المتوفی 855ھ)	دار الفکر	بیروت لبنان	1418ھ 1998م
عون المعبود	للعلامة أبی الطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1410ھ 1990م
فتح الباری	للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی (773-852ھ)	دار نشر الکتب الإسلامیة	لاهور باکستان	1401ھ 1981م
فتح البیان	لأبی الطیب صدیق بن حسن بن علی الحسینی القنوجی البخاری (المتوفی 1307ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1420ھ 1999م
کتاب السنة ومعه ظلال الجنة فی تخریج السنة	لأبی بکر عمرو بن أبی عاصم الضحاك بن مخلد الشیبانی المتوفی (287ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
کتاب الزهد	للإمام الشیخ عبداللّٰہ بن المبارك المروزی (المتوفی 181ھ)	المکتب الإسلامی	بیروت دمشق عمان	1419ھ 1998م
کتاب العرش	لأبی عبداللّٰہ محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی (المتوفی 748ھ)	مکتبة أضواء السلف ومکتبة الإمام البخاری	الریاض السعودیة مصر	1420ھ 1999م
کتاب العظمة	لأبی محمد عبداللّٰہ بن محمد بن جعفر بن حیّان (274-369ھ)	دار العاصمة	الریاض السعودیة	1419ھ 1998م
الکشاف	للإمام محمود بن عمر الزَّمَخْشری (المتوفی 528ھ)	دار الریان للتراث	القاهرة	1407ھ 1987م
کشف الأستار عن زوائد البزار	للحافظ نور الدین علی بن أبی بکر الهیثمی (735-807ھ)	مؤسسة الرسالة	بیروت لبنان	1399ھ 1979م
کشف الظنون	للمؤرخ الکامل مصطفی بن عبداللّٰہ المشهور بحاجی خلیفة (1017-1067ھ)	دار إحیاء التراث العربی	بیروت لبنان	

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة	للإمام جلال الدین أبی الفضل عبدالرحمٰن بن الکمال السیوطی (849-911ھ)	دار الکتب العلمیة	بیروت لبنان	1417ھ 1996م
مجمع الزوائد	للحافظ نور الدین علی بن أبی بکر الهیثمی (المتوفی 807ھ)	دار الفکر	بیروت لبنان	1414ھ 1994م
مجموعة الفتاوی	لشیخ الإسلام تقی الدین أحمد بن تیمیة الحرّانی (المتوفی 728ھ)	مکتبة العبیکان	الریاض السعودیة	1419ھ 1998م
المحرر الوجیز	لغالب بن عطیة الأندلسی (المتوفی 546ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1413ھ 1993م
المحلی	لأبی محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم المتوفی (456 ھ)	دارالجیل دارالآفاق الجدیدة	بیروت	
مختصر زوائد مسند البزار	للحافظ شهاب الدین أبی الفضل أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفی 852ھ)	مؤسسة الکتب الثقافیة	بیروت لبنان	1412ھ 1992م
مختصر سنن أبی داود	عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبدالله بن سلامة بن سعد زکی الدین أبومحمد المنذری، الشامی، المصری (المتوفی 656ھ)	مکتبة السنة المحمدیة مکتبة ابن تیمیة	القاهرة	1423ھ 2002م
مختصر قیام اللیل	للشیخ أبی عبدالله محمد بن نصر المروزی (المتوفی 294ھ)	مکتبة المنار	الأردن	1413ھ 1993م
المراسیل	للإمام الحافظ أبی داود سلیمان بن الأشعث السجستانی (المتوفی 275ھ)	مؤسسة الرسالة	بیروت لبنان	1418ھ 1998م
المستدرك	للإمام أبی عبدالله محمد بن عبدالله الحاکم النیسابوری (المتوفی 405ھ)	مکتبة نزار مصطفی الباز	مکة المکرمة السعودیة	1420ھ 2000م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسند أحمد (طبع ميمنية)	للإمام الحافظ أبي عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني البغدادي (164-241هـ)	المكتب الإسلامي	بيروت دمشق	1403هـ 1983م
مسند أحمد (مجلد واحد)	للإمام الحافظ أبي عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني البغدادي (164-241هـ)	بيت الأفكار الدولية	الرياض السعودية	1419هـ 1998م
مسند ابن الجعد	لأبي الحسن علي بن الجعد بن عبيد الجوهري (214-317هـ)	دارالكتب العلمية	بيروت لبنان	1417هـ 1996م
مسند أبي داود الطَّيالَسي	لسليمان بن داود بن الجارود (المتوفى 204هـ)	هجر	أمباية	1419هـ 1999م
مسند الربيع	للإمام الربيع بن حبيب	مكتبة الثقافة الدينية	......	......
المسند الضعيف	للإمام أبي جعفر محمد بن عمرو بن وهبي بن حماد العقيلي (المتوفى 322هـ)	مكتبة نزار مصطفى الباز	مكة المكرمة السعودية	1422هـ 2001م
مسند أبي عوانة	للإمام أبي عوانة يعقوب بن إسحاق الأسفرائيني (المتوفى 316هـ)	دار المعرفة	بيروت لبنان	1419هـ 1998م
مسند أبي يعلى المَوصلي	للإمام الحافظ أحمد بن علي بن المثنى التميمي (210-307هـ)	دار الثقافة العربية	بيروت دمشق	1412هـ 1992م
المصنف	للإمام الحافظ أبي بكر عبدالله بن محمد بن أبي شيبة (المتوفى 235هـ)	دار الكتب العلمية	بيروت دمشق	1416هـ 1995م
المصنف	للحافظ الكبير أبي بكر عبدالرزاق بن همام الصنعاني (المتوفى 211هـ)	المكتب الإسلامي	بيروت دمشق	1403هـ 1983م
المطالب العالية	للحافظ ابن حجر أحمد بن علي العسقلاني (773-852هـ)	دار المعرفة	بيروت دمشق	1414هـ 1993م

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المعجم الأوسط	لأبی القاسم سلیمان بن أحمد الطبرانی (260-360ھ)	دارالکتب العلمیة	بیروت لبنان	1420ھ 1999م
معجم البلدان	للإمام شهاب الدین أبی عبداللّٰه یاقوت بن عبداللّٰه الحموی الرومی البغدادی (المتوفی 626ھ)	دار صادر	بیروت	1993م
معجم الصحابة	لأبی القاسم عبداللّٰه بن محمد بن عبدالعزیز البغوی (المتوفی 773ھ)	مکتبة دار البیان	الکویت	1421ھ 2000م
المعجم الکبیر	للحافظ أبی القاسم سلیمان بن أحمد الطبرانی (260-360ھ)	مکتبة العلوم والحکم	موصل	1420ھ 2000م
معجم ما استعجم	لعبداللّٰه بن عبدالعزیز البکری الأندلسی (المتوفی 487ھ)	عالم الکتب	بیروت	1403ھ 1983م
المغنی	للإمام موفق الدین أبی محمد عبداللّٰه بن أحمد بن قدامة (المتوفی 620ھ)	دار الفکر	بیروت لبنان	1414ھ 1994م
منهاج السنة النبویة	لأبی العباس تقی الدین أحمد بن عبدالحلیم ابن تیمیة الحرانی الدمشقی (المتوفی 728ھ)	دار المعرفة	بیروت لبنان	1406ھ 1986م
الموسوعة الحدیثیة (مسند الإمام أحمد)	للجماعة من العلماء، تحت إشراف عبداللّٰه بن عبدالمحسن الترکی	مؤسسة الرسالة	بیروت لبنان	1420ھ 1999م
الموضوعات	لأبی الفرَج عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی القرشی (510-597ھ)	مکتبة ابن تیمیة	القاهرة	1407ھ 1987م
النجوم الزاهرة فی ملوک مصر و القاهرة	لجمال الدین أبی المحاسن یوسف بن تغری بُردی (813-874ھ)	وزارة الثقافة	مصر	
نوادر الأصول فی معرفة أحادیث الرسول	لأبی عبداللّٰه محمد الحکیم الترمذی	دارصادر	بیروت	

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نيل الأوطار	للشيخ محمد بن على بن محمد الشوكانى (1172-1250ھ)	دار إحياء التراث العربى	بيروت	
هداية الرواة	للحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى 852ھ)	دار ابن القيم ودار ابن عفان	القاهرة	1422ھ 2001م

المكتبة الرحمانية
٩٩ - جے ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر 17546

محکم دلائل وبراہین سے مزین،متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ